جدید اشاعت

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

معمولات نبوی ﷺ



از

سراج المحققین حضرت مولانا محمد سراج الحق صاحب مچھلی شہری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مجلس ترجمان حق آگرہ

معمولات نبوی ﷺ

سراج المحققین حضرت مولانا محمد سراج الحق صاحب مچھلی شہری رحمۃ اللہ علیہ

"اب میرے سراج کا نور بڑھنے لگا" (حضرت حکیم الامت تھانویؒ)

ولادت ومولد : ۹ رذیقعدہ ۱۳۱۸ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۰۱ء بروز جمعہ، گئوگھاٹ، شہر متھرا، یوپی ہند
(جہاں آپ کے والد صاحبؒ جنرل سپرنٹنڈنٹ آف کلکٹریٹ تھے)

نسب : والد محترم کی جانب سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق تیمی رضی اللہ عنہ سے اور والدہ محترمہ کی طرف سے حضرت سیدنا جعفر طیار ہاشمی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

وطن اول : مچھلی شہر ضلع جون پور یوپی۔

وطن ثانی : شہر الہ آباد یوپی۔

اساتذۂ کرام : والد محترم حضرت قاری فضل حق مچھلی شہریؒ، صاحب فوائد مکیہ حضرت قاری عبدالرحمٰن الہ آبادیؒ، حضرت مولانا عبدالسمیع کشتہؔ دیوبندی، حضرت مولانا حکیم فخرالدین احمد جعفریؒ، حضرت مولانا حکیم شریف احمد مصطفیٰ آبادیؒ، حضرت مولانا عبدالقدوس صاحبؒ، حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ، حافظ عصر حضرت اصغرؔ گونڈویؒ، عم مکرم حضرت عبدالہادی ہادیؔ مچھلی شہریؒ وغیرہم۔

تعلیم : ملا فاضل (درس عالیہ) از مدرسہ عالیہ مصباح العلوم الہ آباد۔ بی، اے۔

مشاغل عمومی : تدریس، زبان اردو، فارسی، عربی، انگریزی۔ ادب وانشاء۔ نقد ونظر۔ تصنیف وتالیف۔ ترجمہ وتحشیہ۔ نثر ونظم برائے دعوت وتبلیغ۔

مشاغل خصوصی : تفسیر قرآن حکیم، تشریح احادیث نبوی، تحقیق مسائل تصوف وسلوک، تطہیر تاریخ اسلامی۔

اصلاح : حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ

بیعت : صاحب کمالات اشرفیہ حضرت مولانا سید محمد عیسیٰ الہ آبادیؒ

اجازت : مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ فتح پوریؒ (غریق بحر رحمت)

مَناصب : پروفیسر گورنمنٹ کالج الہ آباد، صدر مدرس انجمن اسلامیہ گورکھپور، استاذ مدرسہ اسلامیہ فتح پور، استاذ مدرسہ وصیۃ العلوم الہ آباد۔

تاریخ وفات : ۱۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ مطابق ۲ رجون ۱۹۷۷ء پنج شنبہ

مرقد منوّر : قبرستان حسن منزل الہ آباد یوپی۔ ہند

عمر اُن کو ملی اُناسی سال ۔۔۔ تھی جو انعام منعم مطلق
جوڑ کر عمر یوں کہی تاریخ ۔۔۔ "راہی خلد ہیں سراج الحق"

(ابن سراج عبدالقدوس رومیؒ)

Printed by : Mishkaat Computers & Printers, Aligarh, Mob. 09897674550

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ

معمولات نبوی ﷺ

حضورِ اکرم ﷺ کے روزمرہ کے معمولات پر

بہترین شاہکار تصنیف

از

سراج المحققین حضرت مولانا محمد سراج الحق صاحب مچھلی شہری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مجلس ترجمان حق آگرہ

تفصیلات

نام کتاب : معمولات نبوی ﷺ

مصنف : سراج المحققین حضرت مولانا محمد سراج الحق سراجؔ مچھلی شہریؒ

سن اشاعت : ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۸ء (پندرہواں ایڈیشن)

تعداد : ۱۰۰۰

صفحات : ۲۰۸

ناشر : مجلس ترجمانِ حق

۱۸/ ۱۴، میاں نظیر مارگ، تاج گنج، آگرہ۔۲۸۲۰۰۱ (یوپی)

رابطہ : 8650246028 -91+

قیمت : ۱۰۰ روپئے

ملنے کے پتے:

۞ دارالافتاء ۹ / ۶۵۴، محلہ مفتی شہر سہارن پور۔۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

۞ کتب خانہ امداد الغرباء، سہارن پور ۞ مکتبہ حکیم الامت، سہارن پور

۞ مکتبہ مدنیہ، دیوبند ۞ مکتبہ اتحاد، دیوبند

تضمین رومیؔ

بر

قطعہ سعدیؔ

وہی اہل فضل و کمال ہی بلغ العلیٰ بکمالہٖ
وہی پیکر حسن و جمال ہی کشف الدّجیٰ بجمالہٖ
وہی اک ستودہ خصال ہی حسنت جمیع خصالہٖ
کہیں ہم سبھی مع آل ہی صلّوا علیہ و آلہٖ

صَلّٰی علیہ و سَلَّما ربّی السلام و أنعما
یا ربِّ صلّ و سلّم دائماً أبداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم
جو خیر خلق ہیں ترے محبوب میرے رب ہر دم درود اُن پہ ہو، پیہم سلام ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ (طبع اوّل)

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص فضیلت قرآن میں یوں آئی ہے کہ "یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے سر سے اُن کے بوجھ اور اُنکی ہتھکڑی اور زنجیریں دور کرتے ہیں" اس بوجھ اور اس زنجیر سے مُراد وہ زائد رسمیں اور فضول طریقے ہیں جو ہر قوم میں رفتہ رفتہ از خود یا دوسروں کی نقل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ طریقے شروع تو ہوتے ہیں محض تفریح میں یا وقتی طور پر مگر آگے چل کر وہ اُس قوم کا مذہبی عمل سا بن جاتے ہیں اور اصل مذہبی اعمال رفتہ رفتہ گم ہونے لگتے ہیں۔ پھر یہی تفریحی باتیں اپنی فضول خرچیوں اور سختیوں کی وجہ سے وبالِ جان بن جاتی ہیں مگر مخلوق اور برادری کے خیال سے یا نفس کی رغبت کیوجہ سے پھر چھوڑے نہیں چھوٹتیں۔

برادری کی یہ رسمیں، یہ بندشیں توبہ! ؎ کہ دل پہ چوٹ تو لگتی ہے۔ کہہ نہیں سکتے

جب جب زمانہ میں ایسی صورتیں پیش آئیں اور انسانی زندگی اور اس کی ضرورتیں پیچیدہ اور گرانبار ہونے لگیں تبھی اللہ نے رسول بھیجکر زندگی کو آسان اور سادہ بنا دیا۔ یہانتک کہ آخری مرتبہ آقائے دو عالم سرورِ اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پھر حق تعالیٰ نے جاہل رسوم اور عقائد اور مسرفانہ طریقے مٹوا دئے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام کی تبلیغ یعنی نبوّت کی ذمّہ داری ادا کر چکنے کے بعد حج وداع میں فرمایا تھا۔ ایّھا النّاس انّ الشیطان قد الیس ان یّعبد وقد رضی منکم بمحقرات الاعمال فاحذروا علی دینکم محقّرات الاعمال بزّار مخلصاً۔ اے لوگو شیطان مایوس ہو چکا ہے۔ اب اسکی پرستش (یعنی کفر وشرک کی اشاعت) نہ ہوگی مگر ہاں وہ تم سے معمولی کام خراب کر دینے پر راضی ہے تو ذرا اپنے دین کے

معمولی معمولی کاموں کو خوب بچاتے رہنا۔" اس زمانہ میں ہندوستان کے اکثر بھائی بھی ہندوؤں اور عجمیوں سے ملنے کی وجہ سے بہت سی مسرفانہ رسموں اور غلط عقیدوں اور خلافِ شرع طریقوں میں مبتلا ہیں۔ ان میں سے بعض بھائی اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات اور طریقے جانتے ہی نہیں ورنہ ان کے دلوں میں بحمد اللہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کی نیت موجود ہے۔ ان کے لئے احقر نے بڑی محنت سے یہ مجموعہ تیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس رسالہ کو قبول اور نافع بنا کر میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

احقر محمد سراج الحق غفرلہ

تحدیث بالنعمۃ
اور
اظہارِ حقیقت

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات وسنن سے تعلق رکھنے والے رسالہ مفیدہ معمولات نبوی کو حسن قبول عطا فرمایا، چنانچہ وقت تصنیف سے لیکر ابتک اس کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں اور وقت کی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہندی میں بھی اسکی اشاعت ہو گئی ہے۔

یہ رسالہ اگرچہ بظاہر تو ہم دو بھائیوں (برادرِ محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی رحمۃ اللہ اور راقم الحروف عبدالقدوس رُومی) کی طرف منسوب ہوکر شائع ہوتا رہا ہے لیکن اصل واقعہ اور حقیقتِ حال یہ ہے کہ اس رسالہ کی ترتیب وتصنیف اور نشر واشاعت کی تمام تر ذمہ داری ہمارے والد بزرگوار محترم مولانا محمد سراج الحق مچھلی شہری علیہ الرحمہ کی رہی ہے۔

جس وقت حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ نے یہ رسالہ لکھا ہے وہ محکمہ تعلیم میں سرکاری ملازم، گورنمنٹ انٹر کالج الہ آباد میں عربی وفارسی کے اُستاد تھے۔

والد محترم نہایت درجہ محتاط اور عافیت پسند طبیعت رکھتے تھے، سرکاری ملازمت کی وجہ سے بھی اور کچھ اخفائے حال کے سبب سے بھی انھوں نے "معمولاتِ نبوی" کی اشاعت اپنے نام سے مناسب نہ سمجھی اور ہم دونوں بھائیوں کی نسبت سے کتاب شائع فرمادی۔

اللہ تعالیٰ کو شاید ان کے اخفائے حال ہی کی یہ صورت پسند آئی اور اس نے

کتاب کو توقع سے زیادہ حسنِ قبول عطا فرمایا، سچ ہی کہا گیا ہے۔

ع قبولِ خاطر و لطفِ سخن خداداد است

حضرت والد صاحب کی زندگی میں تو ہم لوگوں نے نہ کبھی اسے اپنی تصنیف ہی سمجھا نہ ہی اس سلسلہ میں اپنے اوپر کوئی ذمہ داری محسوس کی، لیکن ان کے انتقال کے بعد جب اس کتاب کی فرمائش ہم لوگوں سے ہونے لگی تو بار بار یہ احساس ہوا کہ اب کتاب کی اشاعت سے پہلے تعمق و تحقیق کی نظر سے بالاستیعاب پوری کتاب دیکھ لی جائے اور اگر کہیں مسامحات ہوں تو انھیں درست کر دیا جائے مگر اب تک اس کی نوبت نہ آسکی جس کی ایک بڑی وجہ یہی تھی کہ یہ کتاب ایک عرصہ سے دوسرے اہلِ مکتبہ شائع کرتے رہے تھے۔

سالِ گذشتہ عزیزم مفتی مجد القدوس خبیب رُومی سلمہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور نے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، پاکستان کا شائع کردہ ایک نسخہ لاکر دیا اور بڑی خوشی کے ساتھ یہ اطلاع دی کہ یہ پاکستانی ایڈیشن معمولاتِ نبوی کے شایانِ شان شائع ہوا ہے۔

کتاب دیکھ کر واقعی طبیعت خوش ہوگئی اور امید قوی ہے کہ عالَمِ برزخ میں حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ کی روح بھی ضرور خوش ہوئی ہوگی،

مزید مسرت و خوشی اس بات سے بھی ہوئی کہ ناشر کتاب مکرمی جناب قاری محمد اسحٰق صاحب زید مجدہٗ نے اشاعت سے پہلے کتاب پر "تحقیقی نظر" کی وہ کسر بھی پوری کر دی تھی جس کی ہمیں عرصہ سے خواہش تھی اور ہم اس کمی کو برابر محسوس کر رہے تھے۔

جناب قاری محمد اسحٰق صاحب نے کتاب پر تحقیقی نظر کیلئے مکرمی و محترمی جناب مفتی عبدالقادر صاحب دامت برکاتہم مفتی دارالعلوم کبیر والا ضلع خانیوال کو زحمت دی اور جناب مفتی صاحب موصوف نے غایت تحقیق کے ساتھ یہ اہم اور ضروری کام انجام دیا،

جہاں جہاں انھیں کوئی مسامحت یا قابلِ اصلاح بات نظر آئی وہیں حاشیہ پر بقدرِ ضرورت اس کا استدراک فرمادیا، اللہ تعالیٰ جناب مفتی صاحب کی اس للّٰہ دنی اللہ کرم فرمائی پر جزائے خیر عطا فرمائے، ہم دونوں ہی بھائی موصوف کی زحمت فرمائی پر اظہارِ تشکر کرتے ہیں۔

اب اس زیرِ نظر ایڈیشن میں جناب مفتی عبد القادر صاحب کی اصلاحات واستدراکات کو ملحوظ و مدِّ نظر رکھتے ہوئے اصل متن کتاب میں عبارات و تعبیرات کی اصلاح کردی گئی ہے۔

عبد القدوس رومی مفتی شہر آگرہ ۔ ۷، شعبان ۱۴۱۱ھ

فہرست مضامین

فصل اوّل

حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا روزانہ کا معمول

(الف) بعدِ فجر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نمازِ فجر پڑھ کر مسجد ہی میں جانماز پر چار زانو بیٹھ جاتے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم پروانہ وار آ کر جمع ہو جاتے۔

یہی دربارِ نبوت تھا۔ یہی حلقۂ توجہ تھا۔ یہی درسگاہ ہوتی تھی۔ یہی محفلِ احباب بنتی تھی۔ یہیں آپ نزول شدہ وحی سے صحابہ کو مطلع فرماتے۔ یہیں آپ فیوضِ باطنی اور برکاتِ روحانی کی بارش ان پر فرماتے۔ یہیں آپ دین کے مسائل۔ معاشرت کے طریقے، معاملات کے ضابطے، اخلاق کی باریکیاں ان کو تعلیم فرماتے لوگوں کے آپس کے معاملات و مقدمات فیصل فرماتے۔

اکثر بعد نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرے۔ کسی نے دیکھا ہوتا تو بیان کرتا اور آپ سیدنا یوسف الصدّیق علیہ السلام کی طرح خوابوں کی تعبیر بیان فرماتے۔ کبھی آپ خود ہی فرماتے کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ پھر خواب بیان فرما کر اس کی تعبیر خود ہی بیان فرما دیتے۔

کبھی کسی کے خواب بیان کرنے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت ہو تو اس کی تعبیر میں بیان کردوں۔ آپ اجازت دے دیتے۔ گویا اس پیغمبرانہ میراث میں حضرت صدیقؓ کو اپنا خلیفہ بنا دیتے اور تعبیر سنتے رہتے۔ کوئی فروگذاشت یا غلطی ہوتی تو خود بیان فرما کر اس کی اصلاح فرما دیتے۔

کبھی صحابہ اثنائے گفتگو میں ادب کے ساتھ جاہلیت کے قصّے بیان کرتے۔ قصیدے اور اشعار سناتے۔ ہنسی یا مزاح کی باتیں کرتے، آپ سنتے رہتے، کبھی اُن پر مسکرا بھی

بھی دیتے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشراق کی نوافل پڑھتے۔ اکثر اسی وقت آپ مالِ غنیمت یا لوگوں کے وظیفے تقسیم فرماتے۔

جب آفتاب نکل کر دن خوب چڑھ آتا تو آپ صلوٰۃ ضحیٰ (چاشت کی نفلیں کبھی چار کبھی آٹھ پڑھ کر مجلس برخاست فرماتے اور جن بی بی کی باری اس دن ہوتی ان کے گھر تشریف لے جاتے۔ وہاں گھر کے دھندوں میں لگے رہتے اکثر گھر کے کام خود کرتے۔ پھٹے کپڑے سی لیتے۔ چپل (جوتا) لوٹا ہوتا تو اس کو بھی اپنے دستِ مبارک سے گانٹھ لیتے۔ بکری کا دودھ خود دوہ لیتے۔ دن میں صرف ایک بار کھانا تناول فرماتے۔ دوپہر میں آرام فرماتے۔ (سیرۃ النبی جلد دوم)

(ب) بعد ظہر نمازِ ظہر باجماعت پڑھ کر اکثر مدینہ کے بازاروں میں گشت لگاتے۔ دوکانداروں کا معائنہ و احتساب فرماتے۔ ان کا مال ملاحظہ فرماتے ان کے مال کی اچھائی برائی جانچتے ان کے ناپنے تولنے کی نگرانی فرماتے۔ کہ کہیں کم تو نہیں تولتے۔ بستی اور بازار میں حاجتمند ہوتا تو اس کی حاجت پوری کرتے۔

(ج) بعد عصر نمازِ عصر باجماعت پڑھ کر ازواجِ مطہرات میں سے ایک ایک کے گھر تشریف لیجاتے۔ حال پوچھتے۔ اور ذرا ذرا دیر ہر ایک کے یہاں ٹھہرتے اور یہ کام اتنی پابندی سے کرتے کہ ہر ایک کے یہاں مقرر وقت پر پہنچتے اور سب کو معلوم تھا کہ آپ وقت کے بہت قدرشناس اور پابند ہیں۔

(د) بعد مغرب نمازِ مغرب باجماعت پڑھ کر اکثر و بیشتر تو نوافل اوابین سے فارغ ہو کر (جسے آپ کبھی کبھی ترک بھی فرما دیتے تھے) جن بی بی کی باری ہوتی آپ شب گزارنے کے لئے وہیں ٹھہر جاتے۔ اکثر تمام ازواج مطہرات اسی گھر میں آکر جمع ہو جاتیں۔

مدینہ کی اور عورتیں بھی اکثر جمع ہوتیں۔ اس لئے کہ آپ اس وقت عورتوں

کو دینی مسائل تعلیم فرماتے گویا مدرسۂ شبینہ اور مدرسۂ نسواں قائم ہوتا۔ جس میں انتہائی ادب اور پردہ کے ساتھ عورتیں علم دین، حسنِ معاشرت، حسنِ اخلاق کی باتیں اس معلّمِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھتیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو (جن کی گود بچّوں کی پہلی درسگاہ ہوتی ہیں) علمِ دین سے محروم اور تہذیب اسلامی سے نا آشنا نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ یہیں عورتیں اپنے مقدمات پیش کرتیں۔ آپ ان کا فیصلہ فرماتے۔ وہ اپنی پریشانیاں، شکایتیں، مجبوریاں بیان کرتیں۔ آپ ان کو حل فرماتے۔ اگر کوئی بیعت ہونا چاہتیں تو یہیں آپ ان کو بیعت فرماتے۔

ان امور پر کہ "اللہ کا شریک نہ بنائیں گی۔ چوری نہ کریں گی۔ بدکاری نہ کریں گی۔ اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گی۔ اور کسی کو بہتان نہ لگائیں گی۔ اور نیک کاموں میں رسول کے طریقہ کی خلاف ورزی نہ کریں گی"

غور کرو عورتیں ناقص العقل بچّوں کی بیماریوں میں اکثر شرک کر بیٹھتی ہیں۔ شادی بیاہ اور دیگر خوشی کے مواقع پر بے حد فضول خرچ کرنا چاہتی ہیں۔ ایک دوسرے کو بہتان لگاتی ہیں۔ اس لئے اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اُن سے اُنھیں باتوں سے بچنے کا معاہدہ لیا۔ آپ ان کو بیعت فرماتے اور اُن کے لئے استغفار فرماتے۔ یہ مدرسہ نمازِ عشار تک قائم رہتا۔ پھر آپ نمازِ عشا کو جاتے۔ عورتیں سب اپنے گھروں کو واپس جاتیں :۔

(۵) بعد عشار نمازِ عشار باجماعت پڑھ کر آپ اُس شب کی قیام گاہ پر جاکر سو رہتے۔ عشار کے بعد بات چیت کرنا آپ پسند نہ فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ داہنی کروٹ سوتے۔ اکثر داہنا ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھ لیتے۔ قبلہ کی طرف سرہانا کرتے۔ جانماز اور مسواک اپنے سرہانے ضرور رکھ لیتے۔ سوتے وقت سورۂ جمعہ، سورۃ الملک وسورۂ الٓمٓ سجدہ

سورۂ تغابن، سورۂ صف کی تلاوت فرماتے۔" بعض روایات میں سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ حشر اور سورۃ الاعلیٰ کا پڑھنا بھی آیا ہے، سوتے وقت فرماتے " خدایا تیرا نام لیکر مرتا اور زندہ ہوتا ہوں " کبھی آدھی رات کبھی دو تہائی رات کے بعد اُٹھتے اور فرماتے۔ " اُس خدا کا شکر ہے جس نے مرنے کے بعد زندہ کیا اور حشر بھی اُسی کی طرف ہوگا "

(سیرۃ النبی جلد دوم)

پھر مسواک سے دانت مانجتے " وضو کرتے پھر نماز تہجد ادا فرماتے۔ عام طور پر دو دو رکعات کی نیت باندھتے کبھی چار کبھی چھ کبھی آٹھ کبھی دس رکعات پڑھتے لیکن اکثر و بیشتر کا معمول آٹھ رکعات پڑھنے کا تھا۔ اس کے بعد تین رکعات وتر پڑھ کر پھر دو رکعتیں نفل کھڑے ہو کر پڑھتے (آخر عمر میں البتہ بیٹھ کر پڑھی مگر آپ کو ثواب پورا ہی ملتا تھا) دعا زیادہ مانگتے۔ کبھی نفل نماز کے سجدہ میں دیر تک دعا مانگتے پھر آرام فرماتے۔ جب فجر کی اذان ہوتی تو اُٹھتے۔ حجرہ شریفہ ہی میں ۲ دو رکعت سنت پڑھ کر وہیں داہنی کروٹ ذرا لیٹ رہتے۔ پھر مسجد میں تشریف لاتے اور باجماعت نماز فجر ادا فرماتے۔"

یہ تھے آپ کے معمولات روزانہ۔ اوّل تو پانچوں نمازیں خود ہی قدرتی طور پر وقت کی پابندی سکھاتی ہیں۔ ہر تھوڑی دیر کے بعد اگلی نماز کا وقت آکر مسلمان کو متنبہ کرتا ہے کہ اتنا وقت گزر گیا۔ اتنا باقی ہے جو کچھ کام کرنا ہے کرلو۔ اس پابندی وقت کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یہ تھی کہ اپنے ہر کام کے لئے وقت مقرر فرما لیتے اور اس کو پوری پابندی سے نباہتے اسی وجہ سے آپ بہت کام کر لیتے تھے کبھی آپ نے وقت کی کمی اور تنگی کی شکایت نہیں فرمائی۔

فصلِ دُوم

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات ہفتہ کے دِنوں میں

سنیچر اس دن میں کوئی حکم خدا یعنی عمل واجب و فرض نہیں ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی عمل اس دن ثابت نہیں ہے البتہ آپ کے کچھ ارشادات ہیں۔

(۱) اس دن سفر کرنے کو مبارک فرمایا ہے۔ (۲) صرف اس دن کا روزہ نفل رکھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہود اس دن کی عظمت کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جمعہ یا اتوار کے ساتھ ملاکر سنیچر کا روزہ رکھ سکتے ہو۔ (ترمذی)

اتوار اس کے بارہ میں کوئی حکم خدا اور عمل فرض نہیں البتہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے۔ دوشنبہ کے ساتھ ملاکر اس دن کا روزہ رکھا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک ماہ میں تو آپ شروع ماہ کے سنیچر، اتوار، پیر تین دن روزہ رکھا کرتے تھے اور دوسرے ماہ میں شروع ماہ کے منگل۔ بدھ۔ جمعرات کو تین دن روزے رکھا کرتے۔ (ترمذی)

دوشنبہ (فضائل) یہ بہت مبارک دن ہے (۱) اسی دن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت ہوئی (۲) اسی دن آپ کو وحی اور خلعتِ نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ (۳) اسی دن آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی (۴) اسی دن مکہ فتح ہوا (۵) اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

(اعمال) اس دن کے بارے میں کوئی حکم خدا یعنی فرض عمل نہیں ہے

البتہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واقوال یہ ہیں :-

(۱) فرمایا کہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کے دنوں میں بندوں کے اعمال خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوتے ہیں لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ اُن دنوں میں روزے سے رہوں۔ چنانچہ آپ نفل روزہ رکھنے کے لئے خصوصیت سے ان دنوں کا انتظار فرماتے۔ (ترمذی)

(۲) اوپر گزر چکا کہ آپ شروع ماہ کے سنیچر۔ اتوار۔ اور دوشنبہ کو روزہ رکھتے۔

منگل اس کے بارہ میں کوئی حکم خدا نہیں ہے البتہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر شروع ماہ کے منگل۔ بدھ۔ جمعرات کے بھی روزے رکھتے۔

یعنی اس دن روزہ رکھنا مسنون اور منحوس سمجھنا شریعت خدا اور سنت رسول کے خلاف ہے (خصائل نبوی ۹۷)

بدھ اس کے بارہ میں کوئی حکم خدا نہیں ہے۔ عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم اوپر گزر چکا۔ کہ آپ اس دن اکثر نفل روزہ رکھتے۔ نیز فرمایا جو کوئی بدھ اور جمعرات کو نفلی روزے رکھا کرے تو گو سال بھر متواتر روزے نہ رکھے مگر اس کو دائمی روزہ دار کہیں گے۔ (ترمذی)

پنجشنبہ (۱) اس دن کوئی حکمِ خدا نہیں (۲) اس کی خصوصیت دوشنبہ اور بدھ کے ساتھ بیان ہو چکی ہے (۳) اس دن سفر کرنا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ (جمع الفوائد)

جمعہ (فضائل) اس دن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عید فرمایا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے افضل الایام فرمایا ہے (ماثبت) اس کی فضیلتیں بہت ہیں (۱) اسی دن سیدنا حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ (۲) اسی دن حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اُتارے گئے۔ (۳) اسی دن قیامت واقع ہوگی اس میں احکام خدا یہ ہیں :-

(۱) اس دن میں نماز جمعہ فرض ہے۔ (۲) اس دن مسجد میں جمع ہونا خطبہ پڑھنا خطبہ سننا واجب ہے اعمال رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں:۔

نماز جمعہ کے لئے غسل کرنا۔ صاف یا نئے کپڑے پہننا۔ خوشبو لگانا۔ مسواک کرنا مسنون ہے۔ مسجد میں اگر بتی اور خوشبو جلانا مسنون ہے۔

(۱) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ یہودیوں کو سبت (سنیچر) کا دن ملا۔ نصاریٰ کو اتوار اور ہم کو جمعہ۔ (بخاری ومسلم)

(۲) فرمایا اسی دن خطبۂ جمعہ سے لے کر نماز جمعہ ختم ہونے تک ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دُعا مقبول ہوتی ہے۔ (مسلم)

(۳) فرمایا اس دن عصر اور مغرب کے درمیان بھی دُعا مقبول ہوتی ہے۔ (ترمذی)

(۴) فرمایا جمعہ کی شب میں اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو (مشکوٰۃ)

(۵) فرمایا جمعہ کے دن (نماز جمعہ سے قبل یا بعد) جس نے سورۂ کہف پڑھ لی اس کے آٹھ دن کے اندر کے گناہ (صغیرہ) بخش دیئے جائیں گے۔

انتباہ جمعہ کے دن زوال کے بعد نماز جمعہ ادا کرنے سے پہلے سفر نہ کرنا چاہیئے "زوال سے پہلے سفر جائز ہے" (یعنی نماز جمعہ سے قبل سفر نہ کرنا چاہیے، کہ کہیں نماز نہ چھوٹ جائے۔)

فصلِ سُوم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات مہینوں کے متعلق

ماہ محرم

(فضائل) (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کو تعظیم اور احترام کے لئے "اللہ کا مہینہ" اور "شہر حرام" "حرمت والا مہینہ" فرمایا ہے (۲) رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے بعد روزے کے لئے اسی مہینہ کو تمام مہینوں سے بہتر اور افضل قرار دیا ہے (ترمذی) (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ماہ میں ایک ایسا دن عاشورہ (یعنی دسویں تاریخ ہے) جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات دی اور آئندہ بھی قوموں کو (تکالیف) سے نجات دیگا۔ (ترمذی)

(اعمال) اس ماہ میں کوئی عمل فرض و واجب یعنی حکم خدا نہیں البتہ اعمال مسنون حسب ذیل ہیں:۔

(۱) عاشورا (دسویں) کا روزہ رکھنا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور فرمایا (۱) اگلے سال میں نویں کو بھی روزہ رکھوں گا۔ نیز صحابہ کو حکم دیا کہ عاشورا کے ساتھ ایک دن کا روزہ اور ملاؤ کہ یہود کی مشابہت نہ ہونے پائے "(ماثبت) یہ روزہ نویں کا یا گیارہویں کا نفل اور مستحب ہے (۲) فرمایا کہ عاشورا کا روزہ رمضان کے بعد سب روزوں سے افضل ہے۔ اس روزہ سے سال بھر کے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف ہوتے ہیں (ماثبت بالسنۃ)

۲۔ عاشورا کے دن گھر والوں کے کھانے پینے میں فراخدلی سے پیش آنا یہ مستحب ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس دن بال بچوں کے کھلانے پلانے میں کشادہ دلی کا برتاؤ کریگا اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں سال بھر

کشادگی اور برکت عطا فرمائے گا۔ (ماثبت بالسنۃ)

(انتباہ) ماہ محرم یا عاشورا کی فضیلت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سبب سے نہیں ہے اس لئے کہ دین تو حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مکمل ہوچکا تھا۔ اور واقعہ کربلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۴۹ برس بعد ہوا اس لیے واقعہ کربلا کی یادگار کے سلسلہ میں کوئی عمل خواہ کتنا ہی اچھا معلوم ہو دین کا فعل نہیں ہوسکتا۔ لہذا ذکر شہادت کا اہتمام۔ نوحہ۔ تعزیہ، علَم، ڈھول بجانا۔ بچوں کو پیک بنانا۔ سیاہ کپڑے پہننا۔ چوڑی توڑنا۔ زینت کو حرام کرلینا یہ سب بددینوں کی ایجادیں اور گناہ کی باتیں ہیں۔

سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی پاک سیرت اور زندگی کے حالات کا ذکر دیگر صحابہ اور اولیاء اللہ کے ذکر کی طرح خدا کی رحمت نازل ہونے کا سبب یقیناً ہے۔ یہ فعل مباح ہے اور سال کے ہر مہینہ میں ہوسکتا ہے۔

سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مصائب سن کر **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ** پڑھ لینا چاہئے۔ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہیں اور زندہ ہیں اس لئے ان کا ماتم کرنا گناہ ہے۔

ع وہ روئیں جو منکر ہیں حیات شہدا کے ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

ماہِ صفر نہ اس مہینہ کی کوئی فضیلت منقول ہے نہ اس میں کوئی حکم خداوندی ہے نہ کوئی عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہے البتہ ایک فرمان ضروری آپ سے مروی ہے۔

عرب کے کافر اسلام سے قبل اس ماہ کو منحوس سمجھتے تھے تو آپ نے مسلمانوں کو تعلیم دی "ولا صفر" یعنی (نحوست فلاں چیز میں بھی نہیں ہے فلاں چیز میں بھی نہیں ہے اسی طرح صفر کے مہینے میں بھی نہیں ہے۔ (مسلم)

انتباہ :- افسوس ! جو ہندوستانی مسلمان مرد و عورت اس کا نام "تیرہ تیزی" رکھتے ہیں۔ اور اس کے تیرہ دنوں کو منحوس جانتے ہیں۔ وہ کفارِ عرب کی پیروی اور پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔ چاہئے کہ اس نام سے پکارنا ترک کردیں۔ اس ماہ کے آخری چہارشنبہ میں کسی برکت یا فضیلت کا قائل ہونا بھی غلط ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

۳- ماہِ ربیع الاول

فضائل :- یہ مہینہ چار اعتبار سے بزرگ ہے۔ (۱) اس کی نویں ۹ یا بارہویں ۱۲ تاریخ کو ہمارے پاک نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے یہ عالم منور ہوا یعنی آپ پیدا ہوئے۔ (۲) اسی ماہ میں ہمارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی (اِقْرَأْ) نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم منصبِ ختمِ نبوت پر فائز ہوئے۔ (۳) اسی ماہ میں ہجرت جیسی عبادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی جو مسلمانوں کی ترقی اور غلبہ وحکومت کا سبب بنی۔ (۴) اسی ماہ کی بارہویں ۱۲ تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

اعمال :- اس ماہ میں نہ کوئی حکمِ خداوندی ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عمل منقول ہے نہ آپ کے بعد آپ کے عاشق زار صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی عمل ثابت ہے۔ حالانکہ صحابہ کو جتنی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی اتنی دنیا میں نہ کسی کو تھی نہ کسی کو ہوسکتی ہے۔ اگر اس ماہ میں کوئی عمل مستحسن ہوسکتا تو صحابہ ضرور کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس ماہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ساتھ... آپ کی وفات بھی جو مقدر اور واقع فرمائی تو اس کا راز یہ تھا کہ اگر اس ماہ میں آپ کی ولادت کا خیال کرکے لوگ خوشی منانا چاہیں جیسے پہلے کے بعض پیغمبروں کے

ساتھ گیا تو فوراً آپ کی وفات کا غم بھی یاد آجائے جو اسی ماہ میں ہوئی۔ اور اگر لوگ اس ماہ میں آپ کی وفات کا لحاظ کر کے غم منانا چاہیں تو فوراً آپ کی ولادت کی مسرت بھی یاد آجائے۔

اسی طرح مسلمان اپنی طرف سے اس ماہ میں نہ عید مقرر کریں نہ غم کیونکہ عید کا مقرر کرنا دین اور صرف پیغمبر کا کام ہے۔

کاش! مسلمان بھائی ہجرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگاریں خود بھی اپنے اپنے موجودہ خلاف شرع اعمال سے اعمالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کریں۔ کیونکہ بقول رسول صلے اللہ علیہ وسلم یہ بھی ہجرت ہے پھر غلبہ اور حکومت ان کو بھی ملے۔

۴۔ ماہِ ربیع الثانی اس ماہ میں نہ کوئی فضیلت منقول ہے نہ اس میں کوئی حکمِ خداوندی ہے اور نہ کوئی عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

انتباہ:۔ اس ماہ میں بعض مسلمان بھائی حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فاتحہ کرتے ہیں جس کو بڑی گیارہویں کہتے ہیں۔ مُردوں یا بزرگوں کو ثواب پہنچانا ایک مستحب فعل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے ثابت ہے۔ ہم یہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ ایصال ثواب لکھے دیتے ہیں تاکہ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایصالِ ثواب میں اسی کے مطابق عمل کریں۔

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردوں کے لئے خدا سے بخشش کی دعا مانگی ہے۔ یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہے اور شب برات میں قبرستان جاکر خاص طور پر کیا ہے۔

(۲) آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کی طرف سے قربانی کی اور دُعا فرمائی کہ "الٰہی اس قربانی کو میری اُمّت کی طرف سے قبول فرما۔"
اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اجازت بلکہ حکم دیا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے حج کریں اور اس کا ثواب ماں کو پہنچائیں۔
(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبرستان میں آئے اور وہاں سورۂ یٰسین پڑھے (اور اس کا ثواب مُردوں کو پہنچانے کی دعا خدا سے کرے) تو اللہ تعالیٰ تمام مُردوں کے عذاب اور تکلیف میں کمی فرما دیتے ہیں۔ نیز فرمایا جو شخص قبرستان میں سورۂ الحمد، سورۂ قل ہو اللہ، سورۂ الہاکم التکاثر پڑھے پھر یوں کہے کہ الٰہی میں نے آپ کا جو کلام پڑھا ہے اور اس کا ثواب جو مجھ کو مِلا ہے اس کو یہاں کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخشتا ہوں۔ تو قیامت کے دن وہ سب اس کی شفاعت کریں گے۔ (شرح الصدور از علامہ سیوطی)

ان سب حدیثوں پر غور کرنے سے حسب ذیل باتیں فاتحہ کے طریقے کے متعلق معلوم ہوتی ہیں۔

۱:۔ مردوں کے حق میں ہمدردی کا کوئی اور طریقہ ہے ہی نہیں بجز اس طریقے کے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم فرما گئے ہیں۔

۲:۔ ایصال ثواب سے گناہگاروں کو تو عذاب اور تکلیف میں کمی کا فائدہ پہنچتا ہے اور بچّوں، نیک بندوں، یا بزرگوں کو مدارج کے بڑھنے کا فائدہ پہنچتا ہے۔

۳:۔ اوپر کی پہلی اور تیسری حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مردوں کو بدنی عبادت (قرآن پڑھنا، نماز، روزہ، حج کرنا، کلمہ شریف، درود شریف، استغفار، سبحان اللہ الحمد للہ پڑھنا) کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ

مُردوں کو مالی عبادت (قربانی کرنا، حج کرنا، غریبوں کو کھلانا کپڑا پہنانا، نقد دینا) کا ثواب بھی پہنچتا ہے ۳۴۔ کوئی شخص جو یہ نفلی عبادت (مالی یا بدنی) کرتا ہے تو ثواب پہلے تو خود اس کو ملتا ہے کیونکہ عمل اسی کا ہے جب عبادت کر چکنے کے بعد یعنی ثواب کا مستحق ہو چکنے کے بعد وہ خدا سے یوں کہے "کہ الٰہی میں اپنی اس عبادت کا ثواب فلاں کو (ایک کو یا کئی کو) پہنچاتا ہوں" تب وہ ثواب ان مُردوں کو بھی اتنا ہی ملتا ہے اور پڑھنے والے کو بھی اتنا ہی ملتا ہے۔ پس اگر کوئی عبادت کرنے اور ثواب کا مستحق ہونے سے پہلے یہ کہدے کہ اے اللہ! اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے (جیسے کھانا ابھی غریب محتاج کو دیا نہیں گھر میں رکھا ہے اور خدا سے دعا کر لی) یا عبادت کر لے اور زبان سے یہ دعا نہ کرے تو ثواب مُردوں کو نہیں پہنچتا۔

(فائدے) مالی عبادت میں چند باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

(۱) مال چونکہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ لہٰذا اسی کے نام پر اسی کو خوش کرنے کے لئے اُسی سے دنیوی اور اُخروی نفع لینے کی نیت سے خرچ کرے۔ (۲) خوشدلی سے خرچ کرے جبر سے یا برادری کی مجبوری سے نہ کرے کیونکہ اس صورت میں ثواب خود اسی کو نہیں ملتا تو مُردوں کو کیا پہنچائیگا۔ (۳) طیّب مال سے کرے۔ سودی لیکر عبادت کرنا اور ثواب کی نیّت یا اُمید رکھنا گناہ ہے۔ (۴) بہت غریب اور محتاج کو دے۔ اور چھپا کر دے نام ونمود کا دخل نہ ہونے پائے۔ اور غریبوں کو وہ چیز دے جس کی ان کو حاجت ہو (۵) چونکہ مال ہر ہر وقت موجود نہیں رہتا اس لئے بیچارے مُردوں کو آرام پہنچانے کو مال ملنے کے وقت تک ملتوی نہ رکھے۔ مُردوں کو ثواب پہنچانے کی سبیل تو اللہ تعالیٰ نے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہر وقت کھول دی ہے جس وقت کوئی عزیز یا بزرگ یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یاد آ گئے، فوراً کچھ پڑھ کر مثلاً قل ہو اللہ۔ کلمہ شریف وغیرہ

پڑھ کر ثواب پہنچادے۔ کیوں کہ کھانا۔ مٹھائی وغیرہ مالی عبادت کو اور قرآن، کلمہ پڑھنا۔ بدنی عبادت کو ساتھ ساتھ کرنا ضروری نہیں۔ نہ ان دونوں کا ساتھ ساتھ کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس لئے، مالی عبادت کے انتظار میں آسان بدنی عبادت سے ثواب پہنچانے کو ملتوی نہ کرے۔

۵ و ۶:۔ جمادی الاولیٰ و جمادی الاخریٰ | ان مہینوں میں نہ کوئی فضیلت ہے نہ کوئی حکم خداوندی نہ کوئی عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۷۔ ماہِ رجب | (فضائل) ۱۔ جب یہ مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے یوں دُعا فرماتے۔

"اے اللہ! ہم کو رجب اور شعبان میں برکت یعنی نفع تام عطا فرما اور ہم کو رمضان تک پہنچا۔"

۲۔ اسی ماہ میں ایک شب کو (جس کی زیادہ مشہور تاریخ ۲۷ ہے)، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قدرت دکھانے کے لئے جاگتے میں جسم کے ساتھ براق پر مکہ سے بیت المقدس شام تک اور پھر وہاں سے عرش تک رفرف پر سفر کرایا۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۹ یا ۵۱ سال کی تھی۔ نماز معراج میں فرض ہوئی۔

اعمال :۔ اس ماہ میں کوئی حکمِ خداوندی یعنی عمل فرض و واجب نہیں۔

اعمالِ مسنونہ یہ ہیں۔

۱:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ میں نفل روزے بکثرت رکھے ہیں۔

۲:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ میں نفل نمازیں بھی بکثرت پڑھی ہیں۔

انتباہ :۔ اس ماہ میں تین باتیں کچھ مسلمان بھائی کیا کرتے ہیں۔

(۱) رجبی کے جلسے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف کی یادگار

اور تذکرے کے لئے شاندار جلسے کرتے ہیں۔ جن میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔
ستائیسویں شب کو چراغاں۔ شب بیداری میں بعض تو وقت گزاری کیلئے گراموفون
بجاتے اور دکانوں کو تصاویر سے سجاتے ہیں وغیرہ۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
محبت کے یہ معنی کہاں ہیں کہ ان کی یاد میں جلسہ ہوا اور انہیں کے حکم کے خلاف
تصاویر سے آرائش کی جائے۔ نیز معراج کی یادگار میں جلسے صحابہ کرام سے
ثابت نہیں جو عشاق رسول صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور جن میں اس کا زیادہ جوش
اور دلولہ تھا۔ رجبی کا جلسہ ایک بزرگ نے غلبۂ حال میں کیا تھا وہ خود معذور
تھے ہم کو ان کی نقل کرنا اور ان کی سنت جاری رکھنا نہ ضروری ہے نہ مصلحت۔
اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ معراج شریف کی یادگار میں حق تعالیٰ
نے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل عام مسلمانوں کو بھی ایک معراج
عطا فرمائی تھی اور وہ نماز ہے، مسلمان بھائی کثیر تعداد میں پنج وقتہ نماز باجماعت
مسجدوں میں ادا کرتے رہیں تو یہ خود ہی معراج شریف کی اصلی یادگار اور رجبی کا دینی جلسہ
و اجتماع ہے۔ مگر اس دینی جلسہ (یعنی نماز باجماعت ادا کرنے) کی بجائے لوگ جلسہ
کر لینے کو معراج کی یادگار کافی سمجھ لیتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ۔

(۲) اسی ۲۷ تاریخ کو معراج کی یادگار میں روزہ رکھنے کو ہزاری روزہ، بی بی
مریم کا روزہ وغیرہ کہتے ہیں اور اس کو ایک ہزار روزہ کے برابر سمجھتے ہیں اس کا
کوئی قوی ثبوت حدیث و فقہ میں نہیں ہے۔ نہ رسول نے یہ تاریخ مقرر کی نہ یہ
ثواب بتایا۔ کسی تاریخ میں ایک روزہ تو ثابت ہے۔ اگر کوئی ۲۷ ہی کو وہ روزہ
رکھے تو عام نفل روزہ سمجھ کر رکھ لے۔

(۳) اس ماہ کی ۲۲ تاریخ کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی
تاریخ ہے۔ بد دینوں کو صحابۂ رسول سے بغض تو ہے ہی۔ انہوں نے ایک

فرضی من گھڑت قصّے کے ذریعے اُسی دن "کونڈے کی عید" منائی اور سنّیوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ، کے فاتحہ کا نام لے دیا۔

سنّی بھائی اس چکمہ میں آکر بددینوں کی طرح اس دن گھی کی پوریاں پکاتے اور کھاتے کھلاتے ہیں۔ اناللہ۔ رسول کے صحابی کی تاریخ وفات میں عید منا کر گھی کے چراغ جلا کر گھی کی پوریاں پکا کر مسلمان فلاح نہیں پا سکتے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان بھائیوں سے یہ بلا چھڑائے۔

۸۔ ماہ شعبان

(فضائل) ۱۔ اس مہینہ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مہینہ فرمایا۔ تاکہ آپ سے محبت رکھنے والے مسلمان آپ کا خیال کر کے اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کریں اور معصیت سے بچنے کا زیادہ اہتمام کریں۔

۲:۔ اس ماہ کی پندرھویں شب وہ رات ہے جسے قرآن میں "لیلۃ مبارکہ" اور حدیث میں "لیلۃ البراءۃ" کہا گیا ہے اسی کو ہم شب برات کہتے ہیں۔ اس شب کے متعلق آپ نے فرمایا کہ۔

(۱) "لیلۃ البراءۃ" شب قدر (رمضان والی) کے بعد تمام راتوں سے افضل ہے۔

(۲) (مثل شب قدر کے) اس شب میں بھی غروب آفتاب کے بعد ہی سے صبح صادق تک اللہ تعالیٰ اپنا دربار عام بندوں سے قریب یعنی پہلے آسمان پر منعقد کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ کوئی گناہ بخشوانا چاہے تو میں بخش دوں۔ کوئی روزی مانگے تو میں روزی دوں۔ کوئی مصیبت سے نجات مانگے تو میں اُسے نجات دوں۔

چنانچہ ان تین آدمیوں کے سوا یعنی اوّل ماں باپ کی نافرمانی کرنیوالا

دوسرے مسلمانوں سے کینہ و بُغض رکھنے والا۔ تیسرے کسی شرعی وجہ کے بغیر خاندان سے قطع تعلق کرنے والا) سب کی جائز دُعا قبول ہوتی ہے۔

(۳) اس شب میں آئندہ سال پیدا ہونے والے۔ مرنے والے لوگوں کے نام لوحِ محفوظ سے نقل کر کے کارکن فرشتوں کو دیدیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہر شخص کی یک سالہ روزی۔ عمر۔ علم۔ عمل۔ اولاد وغیرہ کی بھی تقسیم ہوتی ہے اور کارکُن فرشتوں کے سپرد کر دی جاتی ہے۔

(۴) اس شب میں تمام انسانوں کے گذشتہ سال کے اعمال خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔

(**اعمال**) اس ماہ میں کوئی حکمِ خداوندی نہیں ہے البتہ عملِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔

(۱) شعبان کے چاند کی فکر اور اس کے تاریخ و حساب کا اہتمام رکھنا تاکہ رمضان شریف کے چاند کا حساب ٹھیک معلوم ہو سکے۔

(۲) چودہ تاریخ سے پہلے پہلے کثرت سے نفلی روزہ رکھنا۔ کیونکہ پندرہ کے بعد نفلی روزہ رکھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے کہ کہیں ان نفلی روزوں کی تھکاوٹ سے رمضان کے فرضی روزوں میں سستی نہ ہو۔

(۳) پندرہویں شب کو رات بھر جاگنا (اور اگر رات بھر جاگنا ممکن نہ ہو تو عشار اور فجر کی نمازیں حسبِ معمول جماعت سے پڑھنا) نفلیں پڑھنا اپنے لئے اور اپنے مردہ اعزار بلکہ تمام زندہ مُردہ مسلمانوں کے لئے خدا سے دعائے مغفرت کرنا۔ قبرستان میں تنہا یا ایک دو آدمی کے ساتھ جانا اور تمام کیلئے دُعا کرنا۔

(۴) اگلے دن یعنی پندرہویں کو صرف ایک دن روزہ رکھنا۔

انتباہ:- (۱) چودھویں تاریخ پندرہویں شب میں پٹاخے چھڑانا۔ حلوہ پکانا سبائیوں کا طریقہ ہے کیونکہ ان کے "امام غائب" جب بھی ظاہر ہوں گے اسی تاریخ میں ظاہر ہوں گے وہ انہیں کے استقبال میں یہ سب کرتے ہیں مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے۔

(۲) اس روزہ میں عرفہ کے نام سے دوسرا روزہ جوڑنا غلط ہے۔

(۳) رمضان سے ایک یا دو دن پہلے صرف قضا اور واجب روزے رکھ سکتا ہے نفل مناسب نہیں،

(۴) شعبان کا آخری دن اگر دوشنبہ یا پنجشنبہ ہو اور کسی کی ہمیشہ سے یہ عادت ہو کہ اس دن روزہ رکھے تو وہ البتہ اپنے معمول کے مطابق نفلی روزہ رکھ سکتا ہے۔

(۵) جس دن یہ شک ہو کہ رمضان کی پہلی ہے یا شعبان کی آخری۔ اس دن مفتی اور خواص علماء تو صرف نفل کی نیت سے روزہ رکھ لیں۔ رمضان کی پہلی ثابت ہو جانے پر وہ روزہ خود ہی رمضان کا شمار ہو جائے گا۔ مگر عوام کا روزہ افطار کرا دیں۔ فرض روزہ اور نفل روزہ کا تذبذب نہ ہو۔ بلکہ صرف نفلی روزہ کی پختہ نیت ہو۔

۹۔ ماہ رمضان المبارک

(فضائل) (۱) سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مہینہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ۔ **عظمت** و برکت کا مہینہ۔ محتاجوں کی ہمدردی کا مہینہ ہے۔

(۲) اس ماہ میں قرآن مجید (لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر) نازل ہوا [پھر پہلے آسمان سے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے پہل ماہ ربیع الاول میں سورۂ اِقْرَأْ کا نزول ہوا۔]

(۳) دوسرے پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ کی پاک کتابیں۔ توراۃ۔ زبور۔ انجیل بھی اسی ماہِ مبارک میں لوحِ محفوظ سے نازل ہوئیں۔

(۴) اس ماہ میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے اس میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستّر فرض کے برابر ملتا ہے۔

(۵) چاند رات ہی سے سرکش جنّوں اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔

(۶) جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔

(۷) ہر رات کو اللہ تعالیٰ کا منادی پکارتا ہے "اے نیکی کے جویا ادھر آ" اے برائی کے شیدائی رُک جا۔

(۸) اس ماہ میں صاحب ایمان کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔

(۹) ہر رات کچھ دوزخ کے مستحق دوزخ سے آزاد کیے جاتے ہیں۔

(۱۰) اس ماہ کے دن بہت برکت والے ہیں۔

اعمال:۔ اس ماہ میں احکامِ خداوندی یہ ہیں۔

(۱) پورے مہینہ کا روزہ رکھنا یعنی ہر عاقل بالغ مسلمان مرد وعورت کا صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور مباشرت سے پرہیز کرنا اور روزہ کی حالت میں جھوٹ، گالی، غیبت، چغلخوری لڑائی جھگڑے سے بھی بچنا چاہیئے۔ (صرف کھانے پینے سے پرہیز فاقہ کا مصداق ہے)

اعمالِ:۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔

(۱) ہر روز بعد عشاء بیس رکعات تراویح باجماعت پڑھنا۔ (۲) تراویح میں ایک قرآن پورا پڑھنا یا سننا۔ (۳) تراویح کے بعد وتر جماعت سے پڑھنا۔ (۴) شب قدر کی تلاش میں اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں جاگنا۔ (۵) محتاجوں کو کھانا

کھلانا اور سلوک کرنا (۶) غلام ۔ باندی ۔ نوکر ۔ ماما سے کم کام لینا ۔ (۷) روزہ داروں کو افطار کرانا یا کھانا کھلانا ۔ (۸) اخیر کے دس دنوں میں اعتکاف کرنا ۔ مرد مسجد باجماعت میں اور عورت گھر کے کسی کمرہ یا کسی کونے گوشے میں ۔

فائدہ: ۔ اعتکاف کا مطلب یوں سمجھا جائے کہ اپنا گھر بار اور کاروبار چھوڑ کر اعتکاف کی نیت سے مسجد میں اللہ کے در پر آ پڑنا ۔ اور اسی کا نام رٹنا ۔ یہ تین قسم کا ہوتا ہے ۔ ایک فرض یعنی وہ اعتکاف جو منت اور نذر میں مانا ہوا ۔ اس کا پورا کرنا فرض ہے ۔ ایک سنت مؤکدہ کفائی یعنی وہ جو رمضان کے اخیر عشرہ کے دس دن کا ہوتا ہے ۔ (ہر بستی یا بڑے محلہ سے ایک آدمی ضرور معتکف ہو ۔ ورنہ سب ترک سنت کے گناہگار ہوں گے) اور ایک مستحب جو ہر وقت ہوسکتا ہے اس میں روزہ بھی شرط نہیں ۔

انتباہ: ۔ ختم تراویح کے دن روشنی کرنا ۔ شیرینی بانٹنا ۔ جھنڈیاں لگانا محض فضول خرچی ہے ۔ نہ حکم خدا ہے نہ عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اس لئے اس پر جمے رہنا مناسب نہیں اسی طرح شیرینی کا چندہ جبراً لینا ۔ شیرینی لینے کے لئے مسجد میں شور مچانا جائز نہیں ہے ۔ اسی طرح اس شیرینی کے لئے مسجد کی آمدنی سے رقم صرف کرنا بھی جائز نہیں ہے ۔

۱۰ ۔ ماہ شوال

فضائل: ۔ (۱) اس ماہ کا پہلا دن عید الفطر کا دن ہے جو خدا کے انعام اور رحمت اور برکت کا دن ہے ۔ اس دن خدا تعالیٰ روزہ داروں پر فخر فرماتا ہے ۔

(۲) یہ مہینہ حج کے مہینوں میں سے پہلا مہینہ ہے ۔

اعمال: ۔ اس میں احکام خداوندی یہ ہیں ۔

(۱) پہلی تاریخ کو عید کی نماز پڑھنا واجب ہے اس نماز میں چھ واجب

تکبیریں زائد کہنی چاہئیں۔

(۲) خطبۂ عید پڑھنا سنّت ہے اور اس کے سننے کے لئے ٹھہرنا بھی سنّت ہے مگر جو سُننے کیلئے ٹھہر جائے تو پھر اُس پر خطبہ سُننا واجب ہے (شرح تنویر)

(۳) صاحبِ نصاب پر صدقۂ فطر دینا واجب ہے یہ صدقہ کی جنس یا نقد مسلمان غریبوں ہی کو دینا چاہیئے کافر کو دینے سے ادا نہیں ہوتا۔

(۴) پہلی کو روزہ رکھنا حرام ہے۔

اعمالِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔

(۱) ثواب لینے کی نیّت سے عید کی رات میں جاگنا۔ (۲) عید کی نماز کے لئے مسواک کرنا۔ (۳) غسل کرنا۔ (۴) مقدرت بھر صاف اچھے کپڑے پہننا۔ (۵) عطر و خوشبو لگانا .... (۶) عیدگاہ جانے سے قبل میٹھی چیز کھالینا۔ (۷) صدقۂ فطر عیدگاہ جانے سے قبل ادا کردینا۔ (۸) عیدگاہ جانا اور راستہ میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہتے جانا۔ (۹) عیدگاہ ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔ (۱۰) امام کا نماز کے بعد خطبہ پڑھنا اور خطبہ میں وعظ و نصیحت کے ساتھ صدقۂ فطر کے مسائل بھی بیان کرنا۔ (۱۱) اس مہینہ میں چھ۶ دن نفل روزہ رکھنا مسنون ہے اس کا ثواب سال بھر روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ (۱۲) اس ماہ میں شادی کرنا اور لڑکی کی رخصتی کرنا مسنون ہے۔

انتباہ ۱؎ عید کے دن نماز عید سے قبل کوئی نفل نماز نہ گھر پڑھے نہ عیدگاہ میں۔ چاشت و اشراق بھی اس دن ساقط ہے۔ نماز عید کے بعد گھر آکر نفل پڑھ سکتا ہے۔

(۲) عید کے دن سیوئیں کھانے کو ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ ویسے بغیر

بغیر اعتقاد ضرورت کھالے تو مضائقہ نہیں ہے، بہت سے لوگ اس سیویّں پر فاتحہ دیتے ہیں اور اسے دین کا کام سمجھتے ہیں یہ صریح بدعت ہے۔

(۳) نماز عید کے بعد محض عید کی وجہ سے گلے ملنا، ہاتھ ملانا سنّت سے ثابت نہیں۔ یہ ہندوؤں اور رافضیوں کا طریقہ ہے البتہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے "تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ" کہنا ثابت ہے (یعنی ہماری تمہاری عبادتیں قبول ہوں) عید مبارک کہنے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں (غانیۃ الاوطار جلد ۱ صـ۳۸۵)

(۴) چھوٹے ناسمجھ بچّوں کو مسجد و عیدگاہ نہ لیجانا چاہیے۔

۱۱:- ماہ ذیقعدہ یہ مہینہ بھی فضیلت و برکت کا ہے کیونکہ یہ حج کے مہینوں میں سے دوسرا مہینہ ہے اس میں عملِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم یہ ہیں کہ جو شخص حج کو جانا چاہے وہ سفر کی تیاری شروع کرے۔

(انتباہ) بعض بھائی اس ماہ میں شادی بیاہ کو مبارک نہیں سمجھتے ایسا عقیدہ بنالینا توحید اور عملِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔

۱۲:- ماہ ذی الحجہ فضائل:- (۱) یہ نہایت مبارک اور پُر فضیلت مہینہ ہے۔

(۲) اس ماہ کی شروع کی دسٌ راتیں سال بھر کی کل راتوں سے افضل ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ دن رمضان کے اور راتیں ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی بہت ہی بابرکت ہیں۔ سورۂ والفجر کی آیت "ولَيَالٍ عَشْرٍ" سے یہی راتیں مراد ہیں۔ ان میں جاگنا عبادت کرنا، شب قدر میں جاگنے اور عبادت کرنے کے برابر ہے۔

(۳) اس کی نویں ۹ تاریخ یعنی عرفہ کے دن حج جیسی افضل عبادت کا دن ہے۔ اس کا روزہ ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کا کفّارہ بن جاتا ہے۔

(۴) اس کی دسویں کو سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام نے خدا کی محبّت میں

بیٹے کی قربانی کرنی چاہی تھی۔ پس قربانی صاحبِ نصاب پر لازمی اور خدا کو محبوب ہے۔

اس کا مطلب اپنی جان اور اپنے بیٹوں کی جان کے بدلے خدا کی راہ اور محبت میں جانور کو قربان کرنا ہے۔ قربانی کے بدلے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی طرف سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے۔

اعمال:۔ احکام خداوندی یہ ہیں۔

(۱) نویں کو فجر کی نماز کے بعد سے لیکر تیرہویں کی نماز عصر کے بعد تک ہر فرض نماز باجماعت کے بعد یہ تکبیر کہنا واجب ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

(۲) نماز عید واجب مع چھ زائد تکبیروں کے پڑھنا (۳) صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے (۴) اگر موجود رہے تو خطبہ سننا واجب ہے (۵) دسویں۔ گیارہویں۔ بارہویں۔ تیرھویں۔ ان چار دنوں کا روزہ حرام ہے۔

ان کے علاوہ اعمال رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔

(۱) پہلی سے دسویں تاریخ تک خاص طور پر نیک اعمال، مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا اہتمام کرنا تاکہ طبیعت کو نیک عمل کی مشق ہو۔

(۲) پہلی سے نویں تک نفل روزے رکھنا۔ اگر ۹ دن نہ ہوسکیں تو نویں کا نفل روزہ ضرور رکھنا۔

(۳) چاندرات سے دسویں تک ہر رات میں عبادت کے لیۓ جاگنا خاص کر عید کی رات میں ثواب کی نیت سے جاگنا۔

(۴) جس کو قربانی کرنا ہو وہ پہلی سے قربانی تک حجامت نہ بنوائے نہ ناخن کترواۓ۔

(۵) عید کے دن غسل کرنا (۶) مسواک کرنا، خوشبو لگانا (۷) عیدگاہ

ایک راستہ سے جانا دوسرے راستہ سے آنا - (۸) عیدگاہ کو جاتے ہوئے ذرا بلند آواز سے تکبیر کہنا (۹) قربانی سے پہلے عید کے دن کچھ نہ کھانا اور اپنی قربانی کا گوشت ہی اس دن پہلی چیز کھانا -

(۱۰) امام کا بعد نماز خطبہ پڑھنا جس میں نصیحت کے ساتھ قربانی کے احکام و ترغیب ہو - نیز ایام تشریق تکبیر کی ترغیب ہو -

(انتباہ) عید الاضحیٰ کے دن بھی اشراق و چاشت ساقط ہے بعد نماز عید گھر پر نفل نماز پڑھ سکتا ہے -

فصلِ چہارم

شرعی احکام کے درجے

(گزشتہ فصل میں کچھ احکام خدا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول بیان ہوئے ہیں۔ اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ شرعی احکام کے درجے اور ان کے فلسفے بھی بیان کر دیئے جائیں۔)

آج مسلمانوں میں شرعی احکام و مسائل سے متعلق بہت سے اختلافات ہیں ایک جماعت ایک چیز کو ضروری بتاتی ہے دوسرا گروہ اسی چیز کو غیر ضروری کہتا ہے اس سے ایک طرف تو عوام میں انتشار پھیلتا ہے۔ وہ اس کا ذمہ دار علماء کو ٹھیرا کر ان سے بدظن اور شرع سے غافل ہوتے ہیں اور دوسری طرف علماء ان کا انتشار اور ان کی بدگمانی دیکھ دیکھ کر ان کی اصلاح سے مایوس ہونے لگتے ہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ سب خرابیاں صرف اس وجہ سے ہیں کہ علماء کو بھی اور عوام کو بھی اس زمانے میں شرعی مسائل کے درجوں کا فرق اور اسکے فوائد ملحوظ نہیں رہ گئے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ شریعت کے تمام مسئلے برابر کے درجے میں ضروری نہیں۔

کچھ بہت ضروری ہیں جو مسلمانوں سے کبھی نہ چھوٹنے چاہئیں۔ خود مسلمانوں کو اور غیروں کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ یہ باتیں مسلمانوں کی خاص علامت ہیں جو چھٹ نہیں سکتیں۔ کچھ کم ضروری ہیں۔ اگر عام علماء بتانے میں اور عوام عمل کرنے میں درجوں کے اسی فرق کا لحاظ رکھیں تو نہ کبھی اختلاف ہو نہ ملت مرحومہ کا حال اتنا سقیم ہو۔ اختلاف زیادہ تر پیدا ہوتا ہے۔ علم کے مطابق عمل

نہ کرنے سے اور غیر ضروری کو ضروری یا بے حد ضروری کو غیر ضروری اور سرسری سمجھنے سے۔

ہم اللہ پر بھروسہ کر کے ذیل میں وضاحت سے شرعی مسائل کے درجے، تعریف اور ان کے فرق اور فائدے لکھتے ہیں۔ مسلمان بھائیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کو غور سے پڑھیں اور دوسروں کو شفقت سے سمجھائیں۔ اور مسائل پر عمل کرنے میں خدا کے لئے انھیں درجوں کے مطابق عمل کریں۔

نیز تمام علماء سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ عوام کو مسئلہ بتاتے وقت نرمی سے اس مسئلے کا درجہ بھی بتا دیں خواہ اس طرح کہ یہ مسئلہ اور یہ کام خود رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے خلفاء اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بے حد پابندی سے کیا ہے۔ خواہ ان الفاظ میں بتا دیں کہ فلاں مسئلہ یا عمل فرض و واجب یا حرام و مکروہ تحریمی یا سنّت مؤکدہ۔ مستحب مستحسن یا مکروہ تنزیہی ہے خواہ اس طرز سے بتائیں کہ اس عمل کے کرنے یا نہ کرنے سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور فلاں عمل سے گناہگار اور شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہو جاتا ہے اور فلاں سے گناہ گار نہیں ہوتا۔ اسی طرح جملہ عوام سے بھی درخواست ہے کہ جب کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھیں تو ادب سے پوچھیں۔ اور یہ بھی پوچھ لیں کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو کیا یا نہیں۔ اور کیا تو کس درجہ کی پابندی سے کیا اگر اس پر عمل ہو تو انشاء اللہ مسلمانوں کی حالت بھی سدھر جائے۔ اور اختلاف و انتشار بھی دور ہو۔ یہ سچ ہے کہ احکامِ دین کے یہ اصطلاحی نام سب کے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمائے ہوئے نہیں ہیں لیکن ان کی حقیقت آپ ہی کے ارشادات سے متعین ہوئی ہے۔ وہاں تو یہ تھا کہ یہ کرو۔ یہ نہ کرو۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے ایسے تمام قول اور فعل کو علماء نے جب دیکھا تو حکم، ممانعت، اجازت، سہولت وغیرہ کے کئی پہلو اس میں ان کو نظر آئے، اس لیے انہوں نے یہ متعدد درجے قائم کیے، تاکہ سخت تاکیدی امور کو عام اجازتوں سے ممتاز کر سکیں۔ اجازت والے امور کو اگر عمل میں نہ لا سکیں تو شکستہ دل نہ ہوں۔ اگر تاکیدی امور کبھی نہ ہو سکیں تو ان کی تلافی و تدارک جلد از جلد کر لیں تاکیدی کو اجازتی سمجھیں اور نہ اس کے برعکس۔ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ تمام مسائل کی دراصل تین قسمیں ہیں۔ ۱ احکامِ خدا۔ ۲ معمولِ رسول۔ ۳ مباحات۔ یعنی عام دنیوی اُمور۔

فائدہ: پہلی دو قسمیں دین ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حکم اور ثواب یا ممانعت اور عذاب ارشاد فرما دیا ہے اور تیسری قسم دین نہیں ہے۔ محض دنیوی اُمور ہیں کہ نہ اُن کا حکم ہے نہ ممانعت نہ اُن پر ثواب نہ عذاب جب کوئی دُنیوی امر پیش آئے تو شرعی اُصول و قواعد کے اندر رہ کر اُس پر عمل کرنا چاہیے۔ مگر اس کو دین میں داخل سمجھنا اور اس پر ثواب یا عذاب تجویز کرنا نہ چاہیے۔ انہیں مباحات کو دین سمجھ لینا بدعت ہے۔ دین تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پورا کر گئے، اور بعض زائد باتوں کو پہلے رد کیا۔ پھر "اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ" فرما کر بتا گئے، کہ اس کو اُصولِ شرعی کے اندر رہ کر کیا کرو۔ مگر یہ زائد باتیں دین نہیں ہیں۔ خوب سمجھ لو۔

۱:۔ اَحکامِ خُدا وہ کام جو خدا نے بندوں پر لازم کیے ہیں۔ یہ جس طرح اُمت اور عام لوگوں پر ضروری ہیں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی لازم تھے۔ ایسے احکام چار ہیں (۱ اوامر میں) ۱ فرض۔ ۲ واجب اور (نواہی میں)، ۱ حرام۔ ۲ مکروہ تحریمی۔

یہ چاروں اُمور دراصل اللہ تعالیٰ کے پسند اور ناپسند اعمال کے

نام ہیں۔ مسلمان نہ ان کو کم کر سکتا ہے نہ حذف کر سکتا ہے نہ اس میں زیادتی کر سکتا ہے۔ نہ خدا کے پسندیدہ کام کو ناپسند کہہ سکتا ہے نہ اُس کے ناپسندیدہ کام کو پسندیدہ کہہ سکتا ہے۔

چونکہ خدا نے قرآن کی اور قرآن کے ضمن میں ان احکام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لیے کوئی شیطان الجن یا شیطان الانس ان اُمور میں مسلمانوں میں اختلاف نہیں ڈلوا سکتا۔ مسلمانوں کا اختلاف ان اُمور میں ہے ہی نہیں۔

۲:- اعمالِ رسولؐ وہ کام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند اور اختیار کیے ہیں۔ تاکہ خدائی احکام کی ادائیگی میں سہولت و اعانت ہو اور خدائی احکام کے عمل میں جو کوتاہیاں اور خرابیاں ہو گئی ہوں۔ ان کی تلافی کر دیں۔ انسانی فطرت ہے کہ آقا کو خوش کرنے کے لیے آقا کے بنائے ہوئے احکام کے علاوہ کچھ باتوں کو اپنے دل سے اچھا سمجھتا اور کرنا چاہتا ہے۔

اسی طرح ممنوعات مقررہ کے علاوہ کچھ باتوں کو اپنے دل سے آقا کی مرضی کے خلاف سمجھتا اور ان سے بچنا چاہتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس انسانی فطرت کا یہ انتظام فرمایا کہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈالا کہ خدا کو خوش کرنے کے لیے احکامِ خدا سے زائد کچھ کام اپنی پسند سے وہ خود کر کے مسلمانوں کو بتا دیں۔ اسی طرح احکامِ خدا سے زائد کچھ اُمور سے وہ خود بچ کر مسلمانوں کو بتا دیں۔ تاکہ ان زائد کاموں میں بھی مسلمانوں کو اپنی عقل پر بھروسہ کرنے کی ضرورت نہ پڑے اور ان کو معلوم رہے کہ زائد کام کرنے نہ کرنے میں بھی ہم کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل

کرنی چاہیئے۔ تب ہی وہ عمل اللہ کے یہاں مقبول ہوگا۔ اور اس پر ثواب ملے گا۔
لیکن چونکہ یہ کام احکام خدا سے زائد ہیں۔ اس لیئے وقتاً فوقتاً ان کے ترک ہو جانے پر عذاب دوزخ تو نہ ہوگا خدا کی نافرمانی تو نہ ہوگی لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی صورت تو ضرور ہی ہوگی، اور ایک مسلمان کو یہ بات کسی طرح بھی گورا نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہنے کا اندیشہ تو ہے ہی۔ بلکہ اگر کوئی شخص ترکِ سنّت کا عادی ہو جائے تو مستحقِ عذاب بھی ہوگا۔

ایسے اُمور بھی چار ہیں اور فی الحقیقت ہیں تو یہ بھی منجملہ احکامِ خدا لیکن ان کی تاکید اور اہمیت فرض و واجب جیسی نہیں ہے۔ ان میں سے تین اُمور پسندیدہ ہیں۔ سنّت مؤکدہ۔ سنّت غیر مؤکدہ یا نفل مستحب و مستحسن یا مندوب۔ اور ایک ناپسندیدہ ہے جسے مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔ (نکتہ) یاد رکھو تمام اولیاء اور بزرگ اسی وجہ سے ولی اور بزرگ بنے کہ انھوں نے احکامِ خدا کی پوری پابندی کی۔ اور زائد کام کرنے کو اگرچہ چاہا تو اپنی پسند کو اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند میں فنا کر دیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کام زائد پسند اور اختیار کیا اور جتنی پابندی سے اس کو برتا۔ اُنھوں نے بھی اسی کو پسند اور اختیار کیا اور اتنی ہی پابندی سے اس کو برتا۔

رسول ﷺ نے جو کام ناپسند اور ترک کیا اور جس درجے کی اس سے نفرت رکھی انھوں نے بھی اسی کو ناپسند اور ترک کیا۔ اور اسی درجہ کی نفرت اس سے رکھی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حدیثِ قدسی ہے "بندہ نفلی عبادات زیادہ ادا کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں (اللہ تعالیٰ) اس بندہ کی آنکھ بن جاتا ہوں کہ وہ میرے ہی ذریعہ سے دیکھتا ہے، میں اس کے کان

بن جاتا ہوں کہ وہ میرے ہی ذریعہ سے سنتا ہے" یہ محبوبیت کا درجہ اور یہ بزرگی کا مقام اسی وجہ سے بندہ کو ملتا ہے کہ وہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحیح طور پر کرتا ہے۔ نوافل اور زائد عبادتوں میں بھی محبوباتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر عمل کرتا ہے۔

مباحات دنیا کے وہ تمام امور جن میں نہ خدا نے کوئی حکم دیا اور نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عملی نمونہ چھوڑا۔ بلکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی اور اپنی پسند اور ناپسند کے جامع اصول و قواعد اور حدود بھی بتا دیے کہ دنیا کے کسی معاملہ کے پیش آنے پر ان اصول اور حدود کے اندر رہ کر عمل کر لیا کرو۔ چنانچہ اس کے دو بڑے شرعی اصول یہ ہیں۔

(۱) دنیوی امور اپنی ذات میں تو جائز اور مباح ہیں۔ مگر بعض دیگر امور کے لحاظ سے ان میں عدم جواز و ممانعت پیدا ہو سکتی ہے۔

(۲) یہی جائز اور مباح دنیوی امور جب عقیدہ خراب کرنے لگیں تو دین کو زوائد سے بچانا اور ترک کرنا فرض ہے۔

کسی معاملہ مسئلہ میں ایک عالم پہلے اصول کے لحاظ سے اس کے صرف جائز اور مباح ہونے کو دیکھتا ہے تو اس کو جائز کہہ دیتا ہے اور اسی معاملہ مسئلہ میں دوسرا عالم جب اس کے دوسرے پہلوؤں پر نظر ڈالتا ہے۔ یا دوسرا اصول دیکھتا ہے تو اُسے ناجائز کہہ دیتا ہے اور حق یہ ہے کہ کہتے دونوں صحیح ہیں اسلئے عوام کا علماء کو بُرا کہنا درست نہیں ہے۔

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کس پہلو میں وہ کام شریعت اسلامی اور دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصول و قواعد سے زیادہ قریب ہے۔ کس صورت میں اُمت کے لئے یُسر اور آسانی کا نمونہ ہے۔ کس صورت میں احتیاط کا

پہلو لیے رہوئے ہے کس صورت میں وہ خود اور دوسرے حد سے تجاوز کرنے اور زوائد میں پھنسنے سے بچ سکتے ہیں۔

احکام شرعی کے یہ درجے ایک طرف تو عمل کرنے نہ کرنے اور گنہگار ہونے نہ ہونے کا معیار ہیں۔ لیکن اس فائدہ کی طرح اعلیٰ و بہتر ایک فائدہ اور بھی ان درجوں سے ہے وہ یہ کہ یہی مدارج احکام مسلمانوں کی باہمی موافقت و مخالفت اغیار سے دوستی دشمنی کا بھی معیار ہیں یعنی یہ مدارج احکام گویا سیاسیاتِ اسلامی کے گر اور اصول ہیں۔ جس شخص سے یہ احکامی درجے میل جول رکھنے کو بتائیں اس سے مسلمانوں کو میل جول رکھنا چاہیئے اور جس سے نفرت اور بائیکاٹ کرنے کو کہیں اس سے مسلمانوں کو الگ رہنا چاہیئے۔

آج ہم مسلمانوں کی شامتوں میں سے ایک اہم شامت یہ بھی ہے کہ شریعت کے یہ معیار جس شخص (مسلم یا غیر مسلم) سے سلام وکلام و طعام ترک کرنے کو کہتے ہیں مسلمان اس سے سلام وکلام بھی کرتا ہے اس سے دوستی اور رازداری کا بھی سلسلہ رکھتا ہے۔ اس کی دعوتیں بھی کرتا اور کھاتا ہے اور شریعت کے یہ معیار جس سے میل جول رکھنے کو کہتے ہیں اس سے یہ نفرت رکھتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ "اگلی اُمتیں اسی وجہ سے ہلاک اور ذلیل ہوئیں کہ انہوں نے اپنی دوستی دشمنی شریعتِ وقت کے معیار کے موافق نہیں رکھی"۔ اب ہم ذیل میں ان مدارج کی مختصر تفصیل لکھتے ہیں۔

۱:۔ فرض | وہ حکمِ خدا جو بالکل واضح اور یقینی دلیل سے ثابت ہو جیسے نماز، زکوٰۃ۔ اس کا درجہ یہ ہے کہ۔

(۱) اس کو خدا کا بے حد ضروری حکم جانے۔ جو اس کا انکار کرے خواہ تاویل کرے وہ اسلام سے خارج اور کافر۔ (۲) جو مانے مگر عمل میں کوتاہی

کرے وہ فاسق نافرمان مسلمان کہا جائیگا۔ آخرت میں اس کوتاہی کی وجہ سے قانوناً کچھ دنوں عذاب جہنم بھگتے گا۔ خدا رحم کر کے معاف کردے تو اور بات ہے۔

(۳) مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس مسلمان کو فرائض کا پابند دیکھیں اس سے دوستی میل جول رکھیں۔ اس کے ہاں کھانا کھائیں اور جس مسلمان کو فرض کا تارک پائیں اس کو پہلے نرمی سے تبلیغ و نصیحت کریں پھر سختی اور اصرار کے ساتھ کریں۔ اگر راہِ راست پر آجائے تو فبہا۔ ورنہ محض اللہ کے لیے اس سے سلام وکلام وطعام کے تعلقات ترک کردیں۔ چاہے اس میں اپنا نقصان ہی ہوجائے یہ شرعی بائیکاٹ ضروری ہے جب تک وہ فرائض کا پابند نہ بنے۔

(۴) فرائض انسان کے لیے خود ہی بیحد مفید کام ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و شفقت سے انھیں باتوں کو اپنا حکم بھی قرار دیدیا ہے تاکہ مسلمان اگر دیسے کاہلی کرتے تو اب اللہ کا حکم سن کر اور اُس میں ثواب و انعام ملنے کی خبر سُن کر زیادہ شوق سے کریں اور ضرور ہی کریں۔

(۵) مسلمانوں کو لازم ہے کہ صرف فرائض واجبات کی پابندی اتنی سختی سے کریں کہ شریعت کے دوسرے احکام میں بھی اتنی پابندی نہ ہو۔ اپنے عمل کی اس پابندی اور سختی سے خود اپنوں کو بھی معلوم رہے اور غیر قوموں کو بھی معلوم ہوجائے کہ یہ چیز تو مسلمان کی خاص چیز ہے جو اس سے کسی حالت میں چھوٹ نہیں سکتی نیز مسلمان کو جو خدا کا غلام ہے زیبا نہیں کہ اپنے دل کی تفریح کی کسی بات پر اتنی سخت پابندی کرے کہ عمل سے وہ بھی مسلمان کی خاص چیز سمجھ میں آئے گویا اس نے عمل سے اسے فرض بنالیا۔

(۶) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسے کام ہمیشہ کیے عُذر اور مجبوری پر بھی نہیں چھوڑے چھوٹ گیا تو اسکی قضا ضرور ادا کی۔

۲۔واجب وہ حکم جو فرض سے کم یقینی دلیل سے ثابت ہو جیسے وتر
اس کا حکم یہ ہے کہ ۔

(۱) یہ دوسرے درجہ کا فرض ہے دونوں میں کچھ علمی فرق ہے مگر عمل میں اس کا درجہ فرض ہی کے برابر ہے۔ جو شخص تاویل سے اس کا انکار کرے وہ بھی فاسق ہے۔ جو اس کو مانے مگر عمل میں کوتاہی کرے وہ فاسق نافرمان مسلمان ہے کچھ دنوں عذاب آخرت بھگتے گا۔

(۲) میل جول رکھنے میں یا نفرت و علیحدگی میں اس کا حکم فرض کی طرح ہے۔

(۳) تارک کو نرمی سے پھر سختی سے ٹوکنا چاہیے۔

(۴) یہ بھی مسلمانوں کے لئے دُنیوی طور پر بے حد مفید اور اس کو عزت دلانے کے کام ہیں جس کو خدا نے اپنا حکم بھی بنا دیا ہے۔

(۵) مسلمان اس کی سخت پابندی کریں اور کسی دوسرے عمل کو سخت پابندی کر کے فرض و واجب نہ بنالیں۔

۳۔حرام بڑے گناہ (کبائر) یہ نواہی میں بالکل وہی حکم رکھتا ہے جو اوامر میں فرض کا ہے۔ اس کے لئے فرض کے حکم پڑھ لئے جاویں۔ حرام میں مبتلا مسلمانوں سے بائیکاٹ کرنا مسلمانوں کی شرعی اور قومی ضرورت ہے

۴۔مکروہ تحریمی یہ نواہی میں بالکل وہی حکم رکھتا ہے جو اوامر میں واجب کا ہے۔ اس کے لئے واجب کے حکم پڑھ لئے جائیں۔ اس کے مبتلا سے بھی کنارہ کشی لازم ہے۔ جیسے عورت کا اذان دینا۔

یہ چار درجے خدا تعالیٰ کے تاکیدی احکام کے ہیں" خدا نے جو کچھ

ے اور جو بلا تاویل انکار کرے وہ بھی فاسق،

مسلمانوں کے لئے پسند کیا اس کو فرض و واجب کر کے اس کا حکم دیا۔ اس پر ثواب و انعام کا ملنا یقینی ہے۔ اسی طرح خدا نے جو کچھ ناپسند کیا اس کو حرام و مکروہ تحریمی ٹھہرا کر اس سے روکا۔ اس پر عذاب و سزا ملنا ممکن ہے۔ ان مدارج میں کسی جماعت کا اختلاف نہیں۔ اس پر مسلمانوں کو یک دل اور متحد ہو کر اور مِل کر سخت پابندی کرنی چاہیے، اسی سے شوکت اسلام ہوتی ہے اس سے مسلمانوں کا رعب کفّار کے دل میں اللہ میاں بٹھاتے ہیں۔

اگر ان سے زائد دین کے کام کرنے کو جی چاہے تو بجائے اپنے دل سے سوچے ہوئے کاموں کے کرنے کے صرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے زائد کام کرنے چاہئیں اور اتنی ہی (کم و بیش) پابندی سے کرنا چاہیے۔ جتنی پابندی اُن کاموں کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور وہ درجے بھی چار ہیں۔

۱۔ سنّتِ مؤکدہ وہ عمل جس کو رسول صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے دین جان کر پسند کیا اور ہمیشہ پابندی سے کیا اگر مجبور ہوں تو البتّہ چھوڑ دیا (تاکہ فرق رہے اپنے عمل میں اور خدا کے حکم میں) اس کا حکم یہ ہے کہ۔

(۱) اس کا منکر فاسق گنہگار۔ اس کی اہانت و مضحکہ (مذاق اڑانے والا کافر، اس کا تارک گنہگار فاسق۔ جو شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہیگا۔

(۲) عذر کے وقت چھوڑنا گناہ نہیں۔ بلکہ فرض اور سنّت میں فرق ہے۔

(۳) مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس کو اس کا پابند دیکھیں اس کو متبعِ سنّت صالح مسلمان سمجھیں اور اس سے دوستی رکھیں اور جس کو اس کا پابند نہ پائیں

اس کو نرمی سے تنہائی میں یاد دلائیں اور بتائیں۔ زجر نہ کریں۔ جیسے دن بھر میں ۱۲ رکعات مؤکدہ سنتیں۔

۲۔ سنّتِ غیر مؤکدہ | وہ عمل جس کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی طبیعت یا عادت سے پسند کر کے اکثر کیا اور بغیر کسی عذر کے خود ہی چھوڑ بھی دیا ہو اسی کو سنّت زائدہ اور سنّتِ عادیہ بھی کہتے ہیں جیسے عصر کی سنّت۔

۳۔ مستحب | اسی کو مستحسن، مندوب اور نفل بھی کہتے ہیں) وہ نیک عمل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے کسی عمل کی نقل اور اسی کے مشابہ ہو۔ خواہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو یا نہ ہو اس کا حکم یہ ہے۔

(۱) ان کے کرنے میں ثواب ہے اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کرنے کا حکم قرآن نے دیا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے تو گویا یہ عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا کے حکم کے ماتحت ہی ہے۔ اسلئے ثواب ملیگا۔ مگر نہ کرنے میں عذاب نہیں کیونکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی سنّت پر نہ پابندی کی نہ حکم دیا۔ البتہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے کہ ان کو کیا جائے۔

(۲) شریعت میں ان سب پر پابندی بھی اسی طرح مطلوب ہے کہ کرو بھی اور کوئی عذر ہو تو چھوڑ بھی سکتے ہو ایسی صورت میں امید ہے کہ وہ ناغہ بھی دوام پر اثر انداز نہ ہوگا۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طرح اس پر دوام کیا تھا۔

(۳) مسلمان نہ تو خود عمل کرنے میں ایسا اہتمام و اصرار کریں کہ فرض کا

شبہ ہونے لگے نہ اس کی تبلیغ میں شدت ہو" جیسے مُردہ نہلاکر خود نہانا۔

۴۔ مکروہ تنزیہی | وہ عمل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم کو ناپسند رہا ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ۔

(۱) ایسے کاموں کے نہ کرنا ان کے کرنے سے بہتر ہے اور اگر کسی مکروہ تنزیہی کے ارتکاب کے اسباب مہیا ہوتے ہوئے ان سے بچے گا تو ثواب بھی ہوگا" کیونکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت اور عادتِ شریفہ سے اس کو پسند نہیں کیا لیکن اگر کوئی کرے تو عذاب بھی نہیں۔ البتہ محبّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ جیسے چھینک آنے پر" الحمدللہ" نہ کہنا۔

(۲) اس کا درجہ مستحب و سنّتِ غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔ جیسے چھینک آنے پر" الحمدللہ" نہ کہنا۔

(انتباہ) خوب یاد رکھنا چاہیے کہ تقلید اور نقل کرنے کے لئے مسلمان کے سامنے یا رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ قرآن نے کہا ہے کہ آپؐ کے عمل میں مسلمانوں کے لئے نمونہ ہے۔ اور یا پھر صحابۂ رسولؐ ہیں کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا ہے۔

"میرا طریقہ اور میرے خلفاء راشدین کا طریقہ اختیار کرو"

یا عام صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا ہے "میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستارے ہیں جس کی بھی اقتداء کرو گے ٹھیک راستہ پر رہو گے" یا آخری درجہ میں تبع تابعین کے دور تک کے صلحاء ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا ہے کہ "خیریت کا زمانہ یا میرا اور میرے صحابہ کا زمانہ" ہے یا ان کا جو صحابہ کے بعد ہوں (تابعین) یا پھر

ان کا جو تابعین کے بعد ہوں (تبع تابعین)" پس مسلمانوں سے عین محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطالبہ ہے کہ اپنے عمل کے لئے نمونہ بنا سنے ہیں۔ اتباع ہیں۔ اقتدار ہیں۔ تبلیغ ہیں اپنے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھیں۔ یا خلفاء راشدین کو۔ یا صحابہ رضی اللہ عنہم کو یا تابعین کو اور پھر تبع تابعین کو۔ اور بس اس کے بعد خیریت کا زمانہ حسب فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو چکا۔ اس کے بعد کے کسی ولی کو نمونہ ہرگز نہ بنائیں۔ اس میں راز یہ ہے کہ ممکن ہے اُن کے افعال غلبۂ حال میں ہوں جو اُن کے لئے مخصوص ہوں اور وہ حکم عام اور علاجِ عام نہیں بن سکتے۔

مباحات وہ تمام دُنیوی اُمور۔ معاملات۔ تفریحیں ہیں جن کے بارے میں نہ حکمِ خدا ہے نہ عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ مثلاً ریل پر سواری۔ ہندوستان میں رہنا۔ پنسل۔ فاؤنٹن پن۔ لالٹین گھڑی وغیرہ دنیوی صنعتوں کا استعمال۔ دُنیوی کام چلانے یا راحت حاصل کرنے کے لئے کرنا۔ اسی طرح انگریزی، ہندی وغیرہ دوسری زبانیں پڑھنا بشرطیکہ دین کے متاثر ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ کسی ملک کا سفر کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اِن سب میں خدا تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ائمہ نے کوئی روک ٹوک نہیں کی ہے۔ دو تین حدود بنا دئے ہیں کہ ان مباحات پر ان حدود میں رہ کر عمل کر سکتے ہو۔ لیکن ان حدود سے تجاوز ہوگا تو پھر وہ ناجائز۔ اور زیادہ قباحت کی یا دینی اُمور میں تصادم کی صورت میں) حرام بھی ہو جائیں گے۔ وہ حدود یہ ہیں۔

(۱) اسلامی اہم عقائد سے ٹکرانے والا کوئی عقیدہ اس مباح کے بارے میں نہ پیدا ہوا اور مباحات فرض دواجب نہ بننے لگیں۔

(۲) اسلامی اعمال میں اس کی وجہ سے ڈھیل۔ خرابی اور بُرا اثر نہ پڑے۔
(۳) دین کی اصل خصوصیت "اَلدِّیْنُ یُسْرٌ" کے خلاف نہ ہو کہ غریب مسلمان پر گراں گزرے۔

مگر ہر شخص جانتا ہے کہ یہ مباح ہیں عقل کو آزادی ملنا ہی غضب ہو گیا ہے آج کوئی کام مثلاً محرّم کے جلوس کو دیکھو یہ کسی زمانہ میں ہندوؤں کے جلوس دسہرا سے تفریحاً لیا گیا مگر آج خرچ کے لحاظ سے وقت کے برباد ہونے کے لحاظ سے۔ بیہودگیوں کے لحاظ سے۔ مذہبی اعمال میں خلل آنے کے لحاظ سے یہ محرّم دبال جان بنا ہوا ہے۔ آج کم فہم مسلمانوں نے ایرانی بددینوں کے پروپیگنڈے میں آکر اس کو اتنی پابندی سے کرنا شروع کر دیا ہے کہ غیر قومیں اس کو مسلمانوں کی مذہبی اور خاص چیز سمجھنے لگی ہیں۔

انصاف کر دکیا مسلمانوں کو مسلمان رہ کر یعنی خدا کا غلام اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق اور پیرو رہ کر ایسا کرنا چاہیے تھا۔؟ محبّت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ تسلیم مگر یہ جلوس اور تعزیہ وغیرہ محبّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا محبّتِ حسین رضی اللہ عنہ ہے کب۔

رہا یہ خیال کہ اس سے شوکتِ اسلام ہے۔ تو خوب سُن لو شوکتِ اسلام اور مسلمانوں کو عزّت اور رُعب خدا دیتا ہے۔ اور صرف احکامِ خدا اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں دیتا ہے۔ نافرمانی اور معصیت اور فضولیات میں نہیں دیتا۔

نماز باجماعت مسجدوں میں پڑھیں۔ مسجدوں میں ان کا آنا جانا شوکتِ اسلام ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے۔ خدا اسی نماز باجماعت کو

رعب کا ذریعہ بنا دیگا۔

بہر حال سب کا خلاصہ یہ ہے کہ احکامِ خدا میں تو اختلاف نہ ہوتا ہے نہ ہوسکتا ہے اعمالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے سنّتِ مؤکدہ میں سے بھی اُمّت کا اختلاف نہیں ہے اب جو اختلاف ہوتا ہے یا تو سنّتِ غیر مؤکدہ و مستحب میں یا مباحات میں۔ پس جب کوئی ان میں علماء کا اختلاف دیکھے تو یہ سمجھ لے کہ نہ کرنے میں عذاب تو یقیناً نہیں لہٰذا جو علماء اس کو منع کرتے ہیں ان کے قول پر عمل کرنے میں احتیاط اور سلامتی ہے۔ البتہ اس کے کرنے میں ممکن ہے کہ ثواب ملے اور ممکن ہے کہ نہ ملے۔ لہٰذا جو علماء اس کو جائز بتاتے ہیں گو جائز ہونا درست ہے مگر اس پر عمل ضروری نہیں۔ اور احتیاط کے خلاف ہے۔

فصلِ پنجم

(مہینوں کے بیان میں، مبارک، منحوس، وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں تو ضروری ہوا کہ "سعد ونحس" کے خیال کی اصلاح بھی کردی جائے)

افسوس مسلمانوں میں جہالت اور بہت سے باطل خیالات دوسری قوموں کے ساتھ رہنے سے پھیل گئے ہیں۔ وہاں کسی چیز۔ عمل۔ ان۔ عدد کے بارے میں اور شگون۔ فال کے بارے میں بھی غلط خیالات اور خلافِ شرع عقیدے بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ اس چیز کو وہم پرستوں، بددینوں نے اور جنتری فروشوں نے اور بھی پھیلا دیا ہے۔ چونکہ اس بارے میں مسلمان بھائی اسلام کی تعلیمات بھلا بیٹھے ہیں۔ لہٰذا ہم ان کی رہنمائی اور یاددہانی کے لئے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور اقوال سناتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اُمتِ محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بلا دور فرمائے۔ آمین

نحوست کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی واقعہ کسی کے مزاج کے خلاف یا نفع کے خلاف پیش آجائے اس وقت ذہن اس کا کوئی ظاہری سبب تلاش کرتا ہے اور اپنے دل سے کسی مکروہ چیز کی طرف اسے منسوب کرتا ہے۔

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر کام خدا کی طرف سے ہے بعض کام کسی انسان کے مفید مطلب پڑ جاتے ہیں تو انسان اس سے خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض باتیں اس کے مطلب کے مخالف بھی پیش آتی ہیں تو انسان اس سے ناخوش ہوتا ہے مگر چاہیئے یہ کہ سب کو خدا کی طرف سے سمجھے اچھائی کو خدا کا فضل اور رحمت جانے اور خدا سے منسوب کرے اور

برائی کو خدا کی ناخوشی اپنی بداعمالی کے سبب سے سمجھے اور اس کی سزا جانے اور اس کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف ہی منسوب کرے لیکن یہ کبھی نہ کرنا چاہیئے کہ اس ناموافق واقعہ کو دنیا کی کسی چیز کی طرف منسوب کرے تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہر واقعہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھے۔

حدیث قدسی میں ہے "انا عند ظن عبدی بی" یعنی بندہ جیسا گمان میرے ساتھ رکھتا ہے۔ میں بھی ویساہی برتاؤ اس کے ساتھ کرتا ہوں۔ اسلئے لازم ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن۔ کرم کی توقع۔ رحمت کی امّید رکھے قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مایوس نہ ہو۔ ناامّید نہ ہو۔ چونکہ سخت نحوست اور بد فالی ماننے میں اللہ تعالیٰ سے بدگمانی اور ناامّیدی اور مایوسی کو غلبہ ہوتا ہے۔ امّید منقطع ہوتی ہے اس لئے یہ شرک و کفر ہے۔ البتہ نیک فال نیک شگون میں چونکہ اللہ تعالیٰ سے امّید اور توقع پائی جاتی ہے اسلئے یہ شرعًا جائز ہے مگر اس کا عقیدہ کر لینا اور اس میں تاثیر سمجھنا بھی ناجائز ہے۔

حدیث میں ہے "لا شوم ولا طیرۃ" نحوست اور بدشگونی کوئی چیز نہیں پس کسی چیز میں یہ سمجھنا کہ اپنی تاثیر دوسروں تک پہنچاتی ہے اور پہنچا سکتی ہے شرک ہے کوئی چیز مؤثر نہیں۔ مؤثر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

ایک خاص خرابی نحس کے ماننے میں یہ ہے کہ انسان جتنی چیزوں میں نحوست اور بدفالی مانے گا اتنی ہی زیادہ چیزوں کا خوف اس کے دل میں پیدا ہوگا۔ اور اتنی ہی زیادہ چیزوں کے سامنے اُس کی گردن جھکے گی، اور یہ توحید کے خلاف ہے۔ شجاعت کے لئے مُضر ہے۔ ترقّی کے راستہ میں رُکاوٹ ہے۔ آزادئ ضمیر کے لئے سَمِّ قاتل ہے۔ اِس سے بُزدلی پیدا ہوتی ہے۔ ذلّت اور پستی آنے لگتی ہے۔ ترقّی کرنے والی قوموں کو

تم دیکھو گے کہ توہمات کو نہیں مانتے۔ اور توہمات ماننے والوں کو تم دیکھو گے کہ ذلیل اور بزدل ہیں۔

جو کسی چیز میں نحوست نہ مانے گا اس کو مؤثر نہ جانے گا۔ بلکہ مؤثر حقیقی صرف خدا کو جانے گا وہ کسی چیز سے نہ ڈریگا۔ وہ شجاع ہوگا دلیر ہوگا۔

حدیث میں ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں۔

"بدفالی شرک ہے ہم میں کوئی ایسا نہیں جس کو (کسی نہ کسی معاملہ میں) بدفالی کا وہم نہ ہوتا ہو لیکن ہم فوراً اللہ پر نظر و توکل و اعتماد کرکے اس وہم کو دُور کر دیتے ہیں"

دوسری حدیث میں ہے۔

"بدفالی شرک ہے جو سفر کے ارادے سے نکلے اور بدفالی کی وجہ سے سفر ملتوی کر دے تو اُس نے کُفر کیا"

تیسری حدیث میں ہے کہ۔

"جو شخص بدفالی کی وجہ سے کوئی کام یا کاروبار بند کر دے اور اس کے کرنے سے رُک جائے تو اُس نے شرک کیا"

کیونکہ یہ تقدیر پر ایمان لانے کے خلاف ہے اور "وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللهِ" پر ایمان لانا فرض ہے۔

قرآن اور حدیث کے یہ احکام ہیں۔ اب مسلمان بھائی ان کو دیکھیں پھر اپنے عملوں کو دیکھیں کہ تاجروں کو قرض (جو ایک قسم کا صدقہ اور نیک کام ہے) دینے میں بھی ہونے اور پہلے نقد بک جانے کا خیال آتا ہے۔ مسافروں کو منگل اور سنیچر کا خیال آتا ہے کام کا ارادہ کرنے والوں کو اس کا خیال آتا ہے کہ کوئی چھینک نہ دے۔ سامنے سے بلّی

گزر نہ جائے۔ خالی گھڑا نہ دکھائی دے۔ کانا آدمی نہ نظر پڑے اور پھر ایسا ہونے پر اپنے کام سے رُک جانا یہ اسلام کے خلاف ہے یا موافق؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے یا موافق؟ توحید اور ایمان بالقدر کے موافق ہے یا مخالف؟

دو شبہات اور اُن کا ازالہ حدیث میں ہے کہ "نحوست ہوتی" یا دوسری روایت میں ہے کہ یہ نحوست ہے) تو گھوڑے۔ گھر یا بیوی میں ہوتی یا ہے)" شاید اس سے نحوست ثابت کرنے کو اور ماننے کو جی چاہے تو خوب سُن لو ایک حدیث ہے "ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر اپنے گھر کی خرابی بیان کی۔ آپ نے فرمایا "اِسے چھوڑ دو" دوسری حدیث میں ہے کہ "ایک سفر میں خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم ایک جگہ سفر میں ٹھہرے صحابہ رضی نے کھانا پکانا شروع کر دیا اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب لوگ جلد اس جگہ سے ہٹ چلو۔ یہاں کے پانی سے کھانا مت پکاؤ یہاں کسی وقت میں کسی بداعمال قوم پر خدا کا عذاب آیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں ہی کی بداعمالیوں سے خدا تعالیٰ ناخوش ہو کر انسان کو جو سزا دیتا ہے کبھی اس کا اثر زمین اور مکان پر بھی رہ جاتا ہے۔ وہاں رہنا خطرناک ہوتا ہے مگر اس سے تو صرف بداعمالی کا نفرت کی چیز ہونا سمجھ میں آتا ہے خدا کا مؤثر ہونا بھی سمجھ میں آتا ہے اس مکان کا منحوس ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔ بہر حال مکان کی منحوسیت ایک تو اس طرح کی ہو سکتی ہے دوسری اس طرح کی بھی ہو سکتی ہے کہ پڑوسی بداعمال بدمزاج ہو۔ نیز ایسے ہو سکتی ہے کہ اس میں کافی دھوپ

اور ہوا کا گزر نہ ہو ورنہ خود مکان کا مؤثر ہونا نہیں ثابت ہوتا۔ بیوی کی بھی یہی ہے کہ وہ بدمزاج ہو۔ بداخلاق ہو و بداعمال پھوہڑ ہو۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل کو حکم دیا کہ اپنی بیوی سے علیحدگی کرو۔ اسی طرح گھوڑوں کی نحوست بھی یہ ہے کہ وہ منظھر۔ بدمزاج ہو مگر ہر صورت میں مؤثر کوئی چیز نہیں۔ مؤثر صرف خدا ہے۔ کسی کو نقصان جو پہنچتا ہے وہ خدا کے حکم سے پہنچتا ہے۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ قرآن میں ہے "فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ" یعنی ایک منحوس دن میں (اور تفسیروں میں ہے کہ وہ بُدھ کا دن تھا) قوم عاد پر عذاب آیا تھا تو گویا بُدھ کا دن یقیناً منحوس ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ نحوست قوم عاد کے اعتبار سے تھی ان کی بداعمالی سے خدا ناخوش ہوا اس نے ان کو سزا دی ورنہ اسی بُدھ کے دن حضرت ہُود علیہ السّلام اور ان کے ساتھی مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس پاجی قوم کی شرارتوں سے نجات بھی دی اور عذاب آسمانی سے بچائے بھی رکھا۔

معلوم ہوا کہ خود بُدھ کے دن میں نحوست نہ تھی۔ یہی بُدھ کا دن مسلمانوں کے لئے سعد اور کفّار کے لئے نحس۔ مُضر تھا کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس دن اُن کی بداعمالیوں کی سزا دی پس خدا مؤثر تھا نہ کہ بُدھ کا دن۔

نیز اس پر غور کرو کہ دوسری جگہ قرآن میں ہے "فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ" یا "سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ" تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل ساتوں دن منحوس ہیں لیکن ہفتہ کے دن اگر سبھی منحوس ہوں تو سعد اور بابرکت دن کوئی نہ ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

....

اعداد اسی طرح افسوس ہے کہ بعض گنتیوں کو بھی مسلمان بُرا سمجھتے ہیں کس قدر خطرہ اور افسوس کی بات ہے کہ اب مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے تین کے مبارک عدد سے بھی بد فالی لینے لگے اور اسکو منحوس سمجھنے لگے حالانکہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عدد بہت پسند ہے۔

یہ ایرانیت اور عجمیت کا بے پناہ اور غیر محسوس پروپیگنڈہ ہے۔ کچھ لوگ تین صحابہ کو بُرا جانتے ہیں تو تین کے عدد کو بھی بُرا جاننے لگے۔ اب مسلمان بھی ان ہی کی دیکھا دیکھی تین عدد کو بُرا سمجھتے ہیں جانتے ہیں۔ اب تین ۳ کا عدد بھی منحوس ہے۔ ۱۳ کا بھی ۲۳ بھی۔ اناللہ۔ خوب سُن لو یہ شرک ہے اور توحید کے خلاف ہے۔

اسی طرح ۸ یا ۱۸ یا ۲۸ بُرا سمجھنا بھی ایرانیت ہے کچھ لوگ چار کو اچھا نہیں سمجھتے حالانکہ ۸ اسی ۴ چار کا دُگنا ہے۔ طاق اور جفت اعداد کے بارے میں یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ کے کل رسولوں کی تعداد اور جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعداد ۳۱۳ تھی اور چار کی تعداد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں خلفاء کی تعداد ہے۔ پس طاق عدد بھی محبوب ہے اور جفت بھی۔

حدیث میں ہے (۱) اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے (۲) اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں جفت چیز صدقہ دے۔ "مثلاً پیسہ دے تو دو ۲ پیسے دے قرآن میں ہے" والشفع والوتر" قسم ہے طاق کی اور قسم ہے جفت کی۔ پس نہ طاق کا کوئی عدد منحوس جانئے نہ جفت کا۔

یا اللہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس تحریر کو مقبول اور نافع بنا اور اُمّتِ رسول ؐ کو صحیح راہ یعنی رسول ؐ کے طریقہ پر چلا اور مجھے بخش دے۔ آمین۔

کبائر کی فہرست موعودہ

بڑے بڑے گناہ جن کو کبیرہ کہتے ہیں ان کا کرنا حرام ہے۔ اُن کبائر کی فہرست جو آیات و احادیث میں بیان ہوئے ہیں جمع اور تلاش کرکے ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ تاکہ مسلمان بھائی ان سے بچنے کی خوب کوشش کریں۔ وباللہ التوفیق۔

شرک[۱] کرنا۔ والدین کو ستانا[۲]۔ اور ان کا دل دُکھانا۔ جھوٹی[۳] بات کہنا یا جھوٹی گواہی دینا یا غلط بات پر جھوٹی قسم کھانا۔ ناحق[۴] قتل کرنا۔ جادو[۵] ولوٹنہ کرنا کرانا۔ سود[۶] لینا دینا۔ یتیم[۷] کا مال اُڑانا۔ جہاد[۸] میں پیٹھ دکھانا۔ پاک[۹] دامن عورت کو تہمت لگانا۔ زنا[۱۰] خصوصًا پڑوسی کے گھر۔ افلاس[۱۱] کے ڈر سے اولاد کا قتل۔ کعبہ[۱۲] کی بےحرمتی کرنا۔ کسی کی مادین[۱۳] بکری وغیرہ کے لئے اپنا نر نہ دینا۔ زائد[۱۴] پانی حاجت مند کو نہ دینا۔ ریاکاری[۱۵]۔ کم تولنا[۱۶]۔ شراب[۱۷] پینا۔ سؤر کھانا[۱۸]۔ نماز نہ[۱۹] پڑھنا۔ روزہ نہ[۲۰] رکھنا۔ زکوٰۃ نہ[۲۱] دینا۔ حج نہ[۲۲] کرنا۔ اغلام[۲۳] ولواطت کرنا کرانا۔ غیبت[۲۴] کرنا۔ کسی[۲۵] جانور سے بدفعلی کرنا۔ ظلم کرنا[۲۶]۔ دھوکہ[۲۷] دینا۔ کسی کو[۲۸] خصوصًا مسلمانوں کو گالی دینا۔ جُوا[۲۹] کھیلنا۔ چوری[۳۰] کرنا۔ ڈاکہ[۳۱] ڈالنا۔ نجومی[۳۲] کی بات ماننا۔ قبروں[۳۳] پر سجدہ وطواف کرنا۔ نوحہ[۳۴] وبین کرنا۔ تعزیہ[۳۵] داری کرنا۔ ناچنا[۳۶] یا ناچ دیکھنا۔ باجا[۳۷] سننا یا بجانا۔ کفار[۳۸] کی رسوم پسند کرنا۔ اور اُن کی مشابہت اختیار کرنا۔ مرد[۳۹] کا عورت سے مشابہت اختیار کرنا یا عورت کا مرد سے۔ غیر[۴۰] اللہ کی منت ماننا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

معمولاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (حصہ دوم)

ولادت کے متعلق چہل حدیث

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط

اس وقت ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات وملفوظات بیان کرتے ہیں جو بچہ کی پیدائش عقیقہ اور ختنہ وغیرہ کے متعلق ہیں۔

آج کل اکثر مسلمان بھائیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ پیارے رسول علیہ السلام کے رسم ورواج اور طریقوں کے ناواقفی کے باعث اور عجمی قوموں کے اختلاط کے سبب اس معاملہ میں بھی بہت سے خلافِ اسلامی رسم اور طریقوں میں مبتلا ہیں اس لئے فرزندان عزیز مولوی عبدالرحمٰن جامی ومولوی عبدالقدوس رومی سلمہا نے یہ رسالہ پانچ فصلوں میں مرتب کیا۔ فصلِ اول ولادت، اذان تحنیک، فصلِ دوم عقیقہ اور نام، فصل سوم دودھ پلانا۔ فصل چہارم ختنہ۔ فصل پنجم حقوق اولاد۔

بحمداللہ اس میں بچہ کی پیدائش سے لیکر دس۱۰ برس تک کی عمر کے متعلق تیس۳۰۔ اور تربیت کے لئے دس (غرض کل چالیس۴۰) حدیثیں مع حوالہ کتب جمع کردی گئی ہیں۔ یہ گویا عمر کے پہلے دس۱۰ سال کے لئے ایک مختصر اسلامی دستور العمل بھی ہے اور چہل حدیث بھی۔

اب مسلمان بھائیوں سے درخواست ہے کہ جب پیدائش، عقیقہ اور ختنہ وغیرہ کا موقع کہیں پیش آئے تو کوئی اس رسالہ کو پڑھ کر حاضرین کو سنادے اور تبلیغ کا ثواب حاصل کرے اور سننے والے ہمت کر کے

اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کُل غیر اسلامی طریقے یکبارگی نہ سہی تو ایک ایک کر کے کم کرتے چلے جائیں۔ ان شاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام غیر اسلامی طریقے چھُوٹ جائیں گے۔

اے اللہ! ہم مسلمانوں کو اپنے حبیبؐ پاک کے صدقہ میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کا ذوق وشوق دے اور غیر اسلامی اور خلافِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رواجوں سے جو فضول خرچی اور تباہی کا سبب بھی ہیں۔ ہم سب کو دلی نفرت دِلا۔ آمین۔

احقر محمد سراج الحق غفرلہٗ۔

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

فصلِ اوّل

پیدائش، اذان، کچھ چبا کر چٹانا، دعائیں دینا

پیدائش قرآن میں ہے "وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ" اللہ نے تمہارے لئے جو اولاد مقدر فرمائی ہے نکاح سے اس کو تلاش اور حاصل کرنے کی نیت کرو۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح غذا بقائے نفس کا سبب ہے اسی طرح نکاح بقائے نسل کا سبب ہے۔ پس مستحب او مسنون یہ ہے کہ غذا اور جماع کو (جو بظاہر حیوانی و نفسانی جذبہ اور گویا دنیا ہے) اللہ کے ذکر سے شروع کیا جائے۔ چنانچہ حدیث شریف میں اس وقت کیلئے یہ دُعا آئی ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" یہ دعا کپڑا اُتارنے اور برہنہ ہونے سے پہلے ہی پڑھنی چاہیے۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کی اور اس کے شیطان سے محفوظ رکھنے کی دُعا کرے۔ قرآن میں ہے "اپنی اولاد کو تنگدستی کے ڈر سے قتل نہ کیا کرو۔ میں تم کو اور اُن کو دونوں کو روزی دُوں گا۔

حدیث میں ہے "جس نے تنگدستی کے خوف سے نکاح نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں (زین العلم) نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیٹا دنیا میں نور ہے اور آخرت میں سُرور ہے" (زین) نیز آپ نے فرمایا "نکاح کرتے رہو" میں تمہیں تمہاری کثرت پر قیامت میں فخر و ناز کرنیوالا ہوں (ابوداؤد) ان ارشادات سے حسب ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

۱:- بچوں کی پیدائش سے تنگ دل نہ ہو۔ تنگدستی کا اندیشہ شیطان کی طرف سے ہے۔ روزی دینے والا خدا ہے۔ تنگی زیادہ تر فیشن کی محبت اور تجارت و محنت سے نفرت کے باعث ہوتی ہے۔

۲:- مسلمان کی کثرت کی تمنا خود رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ قیامت میں مسلمان کی کثرت تو اسی وقت ہو گی جب دنیا میں مسلمانوں کی مردم شماری زیادہ ہو۔ پس مبارک ہے وہ مسلمان جو حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا پوری کرنا چاہے۔

۳:- اولاد سے دنیا میں ماں باپ کو خوشی ہوتی ہے۔ اور نیک اولاد تو قیامت میں بھی والدین کے کام آئے گی جہاں اللہ کی رحمت اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے سوا اور کچھ نافع نہ ہو گا۔

۴:- برتھ کنٹرول (ضبطِ تولید) حکمِ خدا کے خلاف ہے۔ مسلمانوں میں یہ شیطانی چیز نہ پھیلنی چاہئے۔ ہاں اگر سخت بیماری اور ہلاکت کا اندیشہ ہو یا قوی احتمال ہو کہ اولاد ہو گی تو اُس کے لئے باپ حرام کمائی پر مجبور ہو گا تب البتہ ضبطِ تولید کا کوئی جائز عمل جائز ہے۔

۵:- حضور پُرنور علیہ السلام نے فرمایا "برکت والی ہے وہ عورت جس کی پہلی اولاد لڑکی ہو (زرین)

۶:- دوسری حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ "لڑکی ہونا مرد کے قوی تر ہونیکی علامت ہے۔ (بخاری)

۷:- نیز فرمایا "جو شخص کم یا زیادہ بیٹیوں میں گھر جائے اور اُس نے سب کے ساتھ اچھا سلوک کیا (عمدہ پرورش کی اور علم و تمیز سکھائی) تو وہ سب لڑکیاں اُس کے لئے جہنم سے آڑ اور پناہ بن جائیں گی (بخاری)

نیز آپ نے فرمایا جس کسی کی بیٹیاں ہی ہوں اور وہ اُن کو نہ (شرم سے قتل اور) دفن کرے۔ نہ اُن کو ذلیل سمجھے۔(اور نہ ذلت سے رکھے) اور نہ اُن لڑکیوں پر لڑکوں کو (غیر شرعی ترجیح دے تو اللہ اُسے جنت میں پہنچائے گا (ابوداؤد)

پس معلوم ہوا کہ سماج اور انسانی نسل کی گاڑی کا ایک پہیہ مرد ہے اور ایک پہیہ عورت ہے۔ اس گاڑی کے چلنے کے لئے دونوں ہی پہیوں کی یکساں ضرورت ہے فرق صرف یہ ہے کہ ایک پہیہ (مرد) ذرا بڑا اور مضبوط ہو اور دوسرا پہیہ (عورت) ذرا چھوٹا اور نازک ہے۔ لڑکیاں نہ ہوں تو مرد کا ہونا بھی نسل انسانی کے لئے بیکار ہے اس لئے لڑکیوں کے ہونے سے رنجیدہ ہونا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا اور تقدیر کی شکایت ہے۔ لڑکیوں کا زیادہ ہونا رسول علیہ السلام کی آخری حالت کے مشابہ اور بہتر حالت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے لئے "زچگی کے خون کی (زیادہ سے زیادہ) مدت چالیس دن رکھی ہے (لیکن کم کی کوئی حد نہیں) لیکن یہ کہ عورت کا خون بند ہو جائے چالیس دن سے کم ہی میں" (ابوداؤد) پس اگر کم میں خون بند ہو تو لازم ہے کہ نہا دھو کر نماز پڑھا کرے۔ عورتیں نمازمیں بہت سستی کرتی ہیں یہ بُرا ہے۔

اذان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے پیدا ہونے کے بعد اُن کے کان میں اذان کہی (ابو داؤد)

دوسری حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا "جب کسی کے گھر بچہ پیدا ہو تو اُس کے داہنے کان میں اذان کے کلمات کہے اور بائیں میں اقامت کہے تو اس سے بچہ کو ام صبیان کی بیماری نقصان نہیں پہنچا سکتی (جامع صغیر)

(آداب واحکام) بچہ کے کان میں اذان کہنا سنت مؤکدہ ہے۔

اذان کے کلمات ذرا رُک رُک کر کہے اور تکبیر و اقامت کے ذرا جلدی جلدی۔ اذان کہنے والا باوضو ہو۔ کوئی بزرگ اور نیک آدمی اذان دے تو بہتر ہے۔ ورنہ باپ خود اذان دے۔ اذان سے پہلے اذان دینے کی نیت کرے۔ اذان دینے پر کچھ اُجرت نہ لینا چاہیے۔ پس رسم بھی عہم، نقد یا شیرینی "نیگ" کے نام سے جو دی اور لی جاتی ہے۔ لغو اور قابلِ ترک ہے۔

اذان اور تکبیر کے بعد ان کلمات کی برکت اور وسیلہ سے بچّہ کے لئے امراض و بلا اور شیطان سے محفوظ رہنے کی دعا کیجائے۔ بچّہ کے پاس کے لوگ دھیرے دھیرے باتیں کریں تاکہ بچّہ کے کان میں پہنچنے والا سب سے پہلا لفظ اور پہلی آواز اذان کے کلمات اور اللہ کا نام ہو۔ بچّہ کے آنول نال صاف چھری یا قینچی سے کاٹا جائے۔ بچّہ کی گندگی دھوکر اور نہلاکر اسکو اذان کے لئے لایا جائے۔ اذان کے بعد ماں بچّہ کو دودھ پلائے یہ سنّت ہے۔

تحنیک تحنیک کے معنیٰ ہیں تالو میں لگانا۔ اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے کہ چھوہارہ چبا کر اس کا لُعاب بچّہ کے تالو میں لگا دیا جائے حدیث میں ہے کہ جب حضرت اسمار بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچّہ پیدا ہوا تو وہ اُنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائیں۔ اور اُنھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیدیا۔ آپ نے ایک کھجور منگائی اُسے خود چبایا پھر اُس بچّہ کے (جس کا نام عبداللہ بن زبیرؓ پڑا۔ منھ میں تھتکار دیا۔ اور اپنا لعاب دہن انگلی میں لگا کر اُس کے تالو میں (منہ کے اندر) لگا دیا۔ پھر اس کے لئے دعا کی اور اُس کو برکت کی دعائیں دیں (بخاری)

دیگر آداب:- ۱۔ بچّہ کے رونے سے اُکتانا نہ چاہیے۔ اسلئے کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ بچّہ کا رونا ذکرِ الٰہی ہے۔ ۲۔ بچّہ جننے کے بعد تک

عورت کے بارے میں حکم یہ ہے کہ (مثل حائضہ کے) اُس سے جماع تو حرام ہے۔ مگر شوہر کا اُس سے ہنسنا بولنا۔ ساتھ ساتھ کھانا پینا۔ پاس لیٹنا۔ بوسہ وغیرہ جائز ہے نفاس کی عورت (زچہ) کا شوہر سے پردہ کرنا۔ کسی چیز کو نہ چھو سکنا وغیرہ غلط اور لغو ہے۔ زچگی کے لیے روشن اور ہوا دار جگہ ہونا چاہیے۔ بچّہ کے جینے کے لئے بہت سی لغو تدابیر کی جاتی ہیں جو سخت مضحکہ خیز بھی ہیں اور خلافِ اسلام بھی۔ مثلاً کسی کے ہاتھ بیچ دینا۔ اس کے پاس لوہا رکھ دینا۔ بندوق سر کرنا وغیرہ یہ سب لغو ہے۔ دل لگا کر ماں باپ خصوصًا اللہ سے دعا کریں۔ دعا کی نیت سے قرآنی آیتیں روزانہ ماں پڑھ کر بچّہ کو پھونک دیا کرے۔ مثلاً قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ یا اِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط" حائضہ اور نُفساء کو قرآنی آیات کا بہ نیتِ دعا پڑھنا جائز ہے گناہ نہیں ہے۔ (شامی)

فصل دُوم

عقیقہ ـ تسمیہ

عقیقہ عقیقہ دراصل بچّہ کے سر کے بال کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ سے اُس کے سر پر ہوتے ہیں۔ پھر اس بال کے مونڈنے کو اور مونڈنے کے وقت جانور کی قربانی کو بھی کہنے لگے۔ حدیث میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بچّہ سر کے ان بالوں کی وجہ سے (بلاؤں اور بیماریوں کے ہاتھ) گِروی اور رہن رہتا ہے۔ اس لیے ساتویں ہی دن قربانی کیجائے۔ اس کا نام رکھدیا جائے اور اس کا سر مونڈ دیا جائے۔ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں دو دو مینڈھے قربان کیے۔ (النسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے فاطمہ رض! اس کے سر کے بال مُنڈوا دو اور اُن بالوں کے وزن بھر چاندی خیرات وصدقہ کردو۔ (ترمذی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کرو اور کہو منك ولك۔ هٰذہ عقیقه فلان" (جمع الفوائد)

احکام وآداب:- ۱ پیدائش کے ساتویں دن سر کے بال مونڈ دیے جائیں۔ (مثلاً یکم شعبان دوشنبہ کو پیدا ہوا تو ۷ شعبان اتوار کو ورنہ جس تاریخ کو بھی کرے مگر دن اتوار ہی کا ہو۔ ۲ بال کے وزن بھر چاندی یا اس کے دام خیرات کر دے۔ ۳ لڑکے کی جان کے بدلے دو بکری اور لڑکی کی جان کے بدلے ایک بکری قربان کرنا سنّت

مستحب ہے (یہ خیال غلط ہے کہ لڑکے کے عوض نر جانور قربانی کیا جائے اور لڑکی کے عوض مادہ جانور) ۔ اور اگر حیثیت نہ ہو تو بجائے دو کے ایک ہی کرے اور بالفرض اتنا بھی نہ ہو تو ایک بھی نہ کرے۔ مگر بچہ کے سر کے بال ضرور اُتروادے یہ اجازت افلاس اور تنگدستی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ حیثیت والے کو مخالفت سنّت سے بہت بچنا چاہیئے۔ کچھ لوگ اس قربانی کو وحشیانہ فعل قرار دیکر اپنے نزدیک جانور پر رحم کی وجہ سے نہیں کرتے۔ ایسوں کے لئے اندیشہ ہے کہ خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔

ذبح اگر باپ خود کرے تو بہتر ہے ذبح میں یہ بھی جائز ہے کہ پہلے اُسترہ سر پر چل لے اس کے بعد فوراً یا تھوڑی یا زیادہ دیر بعد ذبح ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ پہلے ذبح ہولے پھر سر پر اُسترہ چلے۔

ترمذی کی اوپر والی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ذبح کردیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ سر منڈوادو۔ عقیقہ کا گوشت ماں باپ، دادا، دادی، نانا نانی سب کھا سکتے ہیں۔ اس کے خلاف عقیدہ اور طریقہ دونوں غلط اور خلافِ سُنّت ہے۔ عقیقہ کی دعا نہ فرض ہے نہ واجب۔ اگر یاد نہ ہو تو حسبِ حدیث۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کرے اور اُس کے بعد اُردو ہی میں یہ کہہ لیا کرے اے اللہ! یہ عمل تیری توفیق سے اور تجھے خوش کرنے کے لئے ہے یہ عقیقہ فلاں کی طرف سے قبول ہو۔

عربی دُعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ لَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَدَمُهَا بِدَمِهٖ وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ اَللّٰهُمَّ فَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ۔

نام رکھنا حدیث ۱۷:- اپنی اولاد کے نام اچھے رکھا کرو کیونکہ قیامت میں تم کو تمہارے ناموں اور تمہارے باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا۔ (ابوداؤد)

۱۸ فرمایا انبیاء کے نام پر بچوں کے نام رکھا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارا نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ (ابوداؤد)

۱۹:- زینب بنت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور کئی بیوی اور عورتوں کا نام پہلے برّہ تھا (معنی بڑی پارسا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بہت پارسا نہ بنا کرو۔ پارسا کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کون ہے" پھر آپ نے ان کے نام بدل بدل دیئے۔ (مسلم)

۲۰ حدیث:- ایک شخص آیا آپ نے نام پوچھا۔ اُس نے کہا میرا نام حزن ہے (معنی سخت زمین) فرمایا نہیں تم سہل ہو (معنی نرم زمین) اس نے کہا "میں تو باپ کا رکھا ہوا نام نہ بدلوں گا" اُس شخص کے پوتے سعیدؓ کہتے ہیں (کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر باپ نے نام نہیں بدلا (تو ہمارے خاندان میں پھر سختی (سخت مزاجی) باقی رہ گئی۔ (جمع الفوائد)

۲۱:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بُرے نام سُن کر برابر بدل دیتے۔ (ترمذی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے نام پوچھا۔ اُس نے کہا جمرہ (معنی انگارہ) پوچھا باپ کا نام شہاب (معنی چنگاری) پوچھا کِس خاندان سے کہا حرقہ سے (معنی جلن) پوچھا مکان کہاں ہے۔ کہا حرۃ النّار (معنی آگ یا گلی میں) پوچھا کس محلّہ میں کہا ذاتِ لظیٰ میں (معنی شعلہ والی) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جا جلد اپنے گھر کی خبر لے کہیں وہ جل نہ رہا ہو

(اُس نے جاکر دیکھا تو) جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا ویسا ہی ہوگیا تھا
(جمع الفوائد)

احکام و آداب:۔ ۱ نام کا اثر آدمی کے اخلاق و طبیعت میں ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث ۲۰ اور ۲۲ اس بارہ میں شاہد ہیں اور قابلِ عبرت ہیں۔ اس لئے کلّو۔ گھسیٹے، گھرّن، بیچو، بکّو، چمرد وغیرہ نام رکھنا مضحکہ خیز بھی ہے اور بچّہ سے دشمنی بھی ہے۔ عبد اللہ اور عبد الرحمٰن نام کے پیارے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام خواہ اسمِ ذات ہو جو ایک ہی ہے اللہ اور خواہ صفاتی نام ہوں جس میں سے مثال کے لیے رحمٰن کا نام لے دیا گیا ہے اسی طرح اللہ کے کُل ناموں کے ساتھ عبد لگا کر نام رکھا جانا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

(**تنبیہ**) مگر اس کا ایک اہم ادب یہ ہے کہ عبد کا لفظ حذف کر کے اللہ کے نام سے کسی انسان کو پکارنا مثلاً عبد الرحیم کو رحیم۔ یا عبد الرحمٰن کو رحمٰن یہ سخت بے ادبی ہے بلکہ گناہ ہے۔ اسی لئے علماء نے عوام کو ایسی بے ادبیوں کو دیکھ کر اب فتویٰ دیدیا ہے کہ اس زمانہ میں عبد الرحمٰن وغیرہ نام نہ رکھے جائیں تو بہتر ہے نام میں کوئی امتیاز۔ ترفع۔ پارسائی وغیرہ کا دعویٰ بھی وغیرہ بھی نہ ہونا چاہیئے۔ اللہ کے نزدیک بچّہ کا ساتواں دن کچھ خاص باطنی اثر رکھتا ہے اس لئے نام رکھنے کا سر مونڈنے کا حکم اس دن دیا۔

احتیاط یہ ہے کہ اگر کسی بچّہ کا نام محمد رکھا جائے تو اُسکی کنیّت ابو القاسم نہ رکھی جائے اگر اور پہلے اسکی کنیّت ابو القاسم رکھدی گئی نام نہیں رکھا گیا ہے تو اب نام محمدؐ نہ رکھا جائے یعنی حضور پُرنور علیہ السلام کے نام و کنیّت کو جمع نہ کریں۔ بعض علماء نے اس ممانعت کو صرف آپکے زمانۂ حیاتِ عنصری میں سمجھا اور اب جائز کر دیا ہے۔ پیدا ہوتے ہی بچّہ کا نام عارضی کوئی ضرور رکھ دے پھر اصلی نام ساتویں دن رکھے

فصل سُوم

رِضَاعت

قرآن میں ہے جو دودھ پلانے کی مدّت پوری کرنا چاہتا ہو تو ماؤں کو چاہیئے کہ بچّوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ (بقرہ)

فصل اول میں گزر چکا کہ بچہ کا نال کاٹنے اور گندگی دھلانے کے بعد اذان و تکبیر کہہ کر ماں کو دے کہ وہ دودھ پلائے۔ دودھ پلانے کے بارہ میں اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوقوف عورت کا دودھ بچّوں کو نہ پلواؤ کیونکہ دودھ کا اثر باقی رہتا ہے۔ (جمع الفوائد)

مطلب یہ ہے کہ بچّے کو ہر عورت کا دودھ نہ پلائے۔ بیوقوف، بیمار، بدمزاج عورتوں کا دودھ پینے سے بچّہ کے اندر بھی ویسے اثرات وعادات پیدا ہو جائیں گے اس لئے تندرست، عقلمند، نیک، رحم دِل، نمازی عورتوں کا دودھ پلانے کا دستور پھر سے قائم ہو جائے تو یہ پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مشابہ بھی ہے اور بچّہ کی صحت اور قوت کے لئے مفید بھی ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے تھوڑی ہو یا زیادہ۔ (جمع الفوائد)

یعنی دودھ پلانے والی بہت سوچ سمجھ کر شوہر سے مشورہ اور اجازت

کے ساتھ کسی دوسرے کے بچّہ کو دودھ پلانے کا ارادہ کرے اس لیے کہ آئندہ پھر ان بچوں میں باہم نکاح نہیں ہو سکتا۔ دودھ پینا تھوڑا سا ہو یا زیادہ اس سے بھی نکاح نسبی رشتوں کی طرح حرام ہو جاتا ہے۔ دودھ پلانے والی کو چاہیے کہ اپنا دودھ کسی کی دوا میں یا کسی کی آنکھ میں (سوائے اپنے بچے کے) نہ ڈالے۔ اس کے لیے شوہر سے اجازت کی ضرورت ہے۔

خوب یاد رکھنا چاہیے کہ بچّہ کو ۲ دو برس تک ماں کا دودھ پینے کی اجازت ہے اس سے ایک دن کا بھی زیادہ ہونا حرام اور گناہ ہے۔ لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کے لیے مدّت ۲ دو سال ہے۔ پس بعض جگہ یہ رواج کہ لڑکے کو سوا ۲ دو برس دودھ پلایا جاتا ہے۔ خلافِ شرع، حرام اور گناہ ہے۔

فصل چہارم

لڑکوں کا ختنہ اور لڑکیوں کا کان چھیدنا

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے ختنے پیدائش کے ساتویں دن ہی کر دیئے۔ (جمع الفوائد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم نبی علیہ السلام نے اسّی برس کی عمر میں اپنا ختنہ خود کیا۔ (جمع الفوائد)

ختنہ کا سب سے پہلے پہل حکم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا۔ ختنہ گویا داغ غلامی یعنی خدا تعالیٰ کا غلام ہونیکی نشانی ہے۔

ختنہ ان دس ۱۰ امور فطرت میں سے ہے جن کا حکم اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا تھا۔ اور آپ نے ان سب پر پورا پورا عمل کر دکھایا۔ اور جس پر اللہ نے ان کو ساری دنیا کا امام بنایا۔ چنانچہ آیت وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ ط میں اسی کا ذکر ہے وہ امور یہ ہیں۔

مسواک سے دانت مانجنا، کلّی کرنا اور منہ دھونا۔ ناک جھاڑنا۔ ناخن کترنا۔ مونچھ کترنا۔ بغل مونڈنا۔ زیر ناف بال مونڈنا۔ ختنہ کرنا۔ سر کے بال میں مانگ نکالنا۔ استنجا و آبدست لینا۔ صفائی اور حفظان صحت کے یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فرض تھے اور ہمارے لئے سنتِ مؤکدہ۔

ختنہ کرنے میں کوئی جشن منانا۔ مردوں عورتوں کا مجمع کرنا۔ برادری میں لڈو بانٹنا یا ختنہ کو چار برس کی عمر تک لازماً ملتوی رکھنا۔ یا جشن کرنے کیلئے روپیہ میسّر ہونے کا انتظار کرنا وغیرہ خود ساختہ طریقے ہیں اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

طریقہ اور رسم (سنت) کے صریحی خلاف اور اس سے علانیہ بغاوت و انکار ہے۔
پھر یہ باتیں اپنی دشواریوں کے لحاظ سے ٹھیک اس شعر کا مصداق ہیں کہ۔

ے برادری کی یہ رسمیں، یہ بندشیں، توبہ ٭ کہ دل پہ چوٹ تو لگتی ہے کہہ نہیں سکتے

زیادہ عمر میں ختنہ ہونے سے لڑکے کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور تیمارداروں کو بھی۔ ساتویں دن ختنہ کر دینے میں تیمارداروں کو صرف تین چار گھنٹے کی تکلیف ہوتی ہے اور بچّہ کو (سچ پوچھئے تو) معلوم بھی نہیں ہوتا۔ نہ وہ پاؤں بہت ہلا سکتا ہے کہ زخم بڑھے۔ نہ وہ زخم نوچ سکتا ہے۔

ساتویں دن کا ختنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور سنت ہے یعنی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے ختنہ کرنے کے موافق ہے۔ ختنہ سے بھی بہت سی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ کوئی سخت اور واقعی مجبوری ہو کہ ساتویں دن ختنہ نہ ہو سکے تو مجبوری ہے۔

کن چھیدن

لڑکیوں کا کان چھیدنا ثابت اور جائز ہے۔ ناک چھیدنا بھی جائز ہے۔ (شامی)

بہر حال اس کے لئے بھی اگر عقیقہ کا دن (ساتواں) مقرر کر لیا جائے اور کن چھیدن ساتویں دن ہو تو بہتر ہے۔ لڑکی کو بہت کم تکلیف ہو۔ اس کے لئے کوئی تقریب جمانا۔ فضول خرچیاں کرنا اپنی تباہی کو بلانا ہے۔ لڑکوں کا کن۔۔ چھیدن غلط طریقہ ہے۔

فصل پنجم

بچوں کے عام حقوق ماں باپ پر

حدیث[۲۷] میں ہے تم میں ہر ایک چرواہا (نگراں) ہے اور اس سے اس کے زیر نگرانی لوگوں کے متعلق پوچھا جائے گا باز پرس ہوگی (بخاری شریف)

حدیث[۲۸] میں ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مال اور حسن والی عورت جو بیوہ ہو چکی ہو (اگر پاکدامن رہ کر) اپنے جی کو اپنے یتیم بچوں کے ساتھ مار رکھے یہانتک کہ وہ کہیں دور چلے جائیں یا مر جائیں تو میں اور ایسی عورت قیامت میں اتنے قریب درجہ میں ہونگے جیسے کلمہ کی انگلی اور درمیانی انگلی۔ (جمع الفوائد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی باپ نے اپنے لڑکے کو عمدہ سلیقہ اور تمیز (سکھانے) سے بہتر کوئی دولت عطا نہیں کی۔ (جمع الفوائد)

حدیث[۳۰]:۔ اپنی اولاد کو بددعا نہ دیا کرو۔ ایسا نہ ہو گھڑی مقبولیت کی ہو اور قبول ہو جائے۔ (جمع الفوائد)

حدیث[۳۱] میں ہے کہ اپنی اولاد کو سات برس کا ہونے پر نماز کا حکم کیا کرو اور دس برس کا ہونے پر نماز کے لیے ان کو مارو اور ان کو سونے میں الگ رکھو۔ (ابوداؤد)

حدیث[۳۲] میں ہے جس نے ہمارے بڑے کی توقیر اور چھوٹے پر رحم نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (احمد)

حدیث[۳۳] میں آیا ہے ماں، باپ کی خدمت نماز، روزہ، حج، عمرہ، جہاد سے افضل ہے۔ (زین العلم)

حدیث[۳۴]:۔ سب سے بہتر نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے باپ کے گزر جانے کے بعد

باپ کے محبت والوں سے احسان کا تعلق رکھے۔ (زین العلم)

حدیث ۳۵ :- جو شخص سلام سے پہلے گفتگو کرے اس کو جواب مت دو۔ (زین)

حدیث ۳۶ :- عزیزوں کے ساتھ تعلق رکھو اگرچہ صرف سلام ذریعہ ہو۔ (زین)

حدیث ۳۷ :- مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے۔ (زین)

حدیث ۳۸ :- وعدہ کو قرض کے برابر سمجھنا چاہیے۔ (زین)

حدیث ۳۹ :- فحش گوئی اسلام کی بات نہیں۔ (زین)

حدیث ۴۰ :- نہ اپنے بھائی سے جھگڑا کرو نہ مذاق۔ (زین)

احکام و آداب :- بچہ کی عمر کے مختلف مراتب میں جو احکام خدا اور رسول کے ہیں یا مستند اقوال اکابر سے ماخوذ ہیں اُن پر عمل کرنا ضروری جانے یعنی (الف) ساتویں دن عقیقہ، قربانی۔ نام رکھنا اور ختنہ کرنا یہ سنت ہے۔ (ب) دو برس کی عمر میں دودھ چھڑا دے یہ فرض ہے (ج) چھ برس کی عمر میں مکتب میں بٹھا دے یہ مستحب ہے۔ (زین العلم) (د) سات برس کی عمر میں اس کے نماز پڑھنے پر زور دے اور اس کا اہتمام اور فکر رکھے۔ سنتِ مؤکدہ ہے۔ (ھ) دس برس کی عمر میں اس کو دوسرے بچوں سے الگ سُلائے۔ (و) دس برس کی عمر میں اُن کو نماز نہ پڑھنے پر مارے۔ (ز) بالغ ہوتے ہی لڑکیوں کا نکاح کفو میں کر دینے کی فکر جلد از جلد کرے۔ بالغ لڑکے اگر بد اطوار ہو رہے ہوں تو اُن کا بھی نکاح کفو میں جلد کرے۔ بچپن سے بچہ کی حالت کی نگرانی رکھے۔ بُری صحبت سے بچائے۔ گندی کتابیں گندے قصے پڑھنے سُننے سے اُس کو بچاتا رہے۔ خود اُن کو کوئی گالی اور خاص کر حرام زادہ کی گالی نہ دے۔ اور اگر بچہ کا نام کسی نبی کے نام پر ہے تو پھر تو اُس کا بہت زیادہ لحاظ رکھے۔ اُس کے سامنے کوئی بے شرمی کی بات نہ کرے نہ کہے۔ ؎ اُس کے سامنے

کوشش کرکے نیک کاموں کا نماز، روزہ کا۔ اللہ رسول کا۔ ولیوں کا تذکرہ اور چرچا رکھے تاکہ دین کی باتیں بزرگوں کے نام اور قصے وہ جان جائے۔ اُن سے محبت کرنے لگے۔ نماز گھر کے لوگوں کی نقل کرکر کے سیکھ لے۔ نماز کی سورتیں۔ دعائیں وغیرہ یاد کرلے۔ اللہ کے نام یاد کرلے۔ چھ سات برس کی عمر میں پڑھنے بٹھائے۔ (زین)

۶۔ بچپن سے بچوں کو موٹا کھلائے موٹا پہنائے۔ اُن سے کام اور سہتی محنت لیتا رہے۔ اُن کو آرام طلب اور کاہل ہونے سے بچاتا رہے۔ تکلف کا عادی نہ ہونے دے۔ دوڑ کی مشق کرائے۔ جب ذرا بڑا ہو۔ گھوڑے کی سواری، تیر اندازی یا غُلیل اور بندوق چلانا۔ دوڑنا۔ تیرنا سکھائے۔ بڑوں کا ادب کرنا چھوٹوں پر رحم کرنا سکھائے۔ دوسروں کی بے لوث خدمت اور ہمدردی کا نمونہ دکھا کر اور قصے سُنا کر اُن میں رحمت اور شفقت کا جذبہ پیدا کرے۔ بچپن ہی سے اُس کو سچ بولنے سخاوت کرنے اور نڈر رہنے کی عادت ڈلوائے۔ اسی طرح کہ اسکو کسی چیز سے بلا وجہ نہ ڈرائے۔ اُس کے ہاتھ سے پیسے دوسروں کو دلواتا رہے اور اس سے خود جو وعدہ بھی کرے انعام دینے کا یا سزا دینے کا تو اُس کو ضرور پورا کرے۔ کُفو کے باہر اُن کا نکاح نہ کرے۔

۷۔ سوغات اور تحفہ کی تقسیم سب بچوں میں برابری کے ساتھ کرے اور اُس میں بھی پہلے چھوٹے بچوں اور لڑکیوں کو سوغات دے۔ اُس کے مرنے پر آواز سے نہ روئے بلکہ صرف آنسو بہائے۔ صاف کفن دے اور دفن وغیرہ میں شرکت کرے۔ اُس کو غیر قوموں کے لباس، وضع، طریقے اور رسوم سے نفرت دلاتا رہے۔ اُس کے سامنے اسلامی وضع طریقوں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسموں اور طریقوں کا صحیح تذکرہ کیا کرے۔ اُس کے سامنے اسلامی بہادر دل والے سخیوں، عالموں، پرہیزگاروں، درویشوں، ایماندار پیشہ وروں کے کارنامے

بیان کرے۔ ۲۱ اس کو نیک عالموں اور دیندار درویشوں اور ایماندار پیشہ وروں اور تاجروں کے پاس بیٹھنے کی تاکید کرتا رہے۔ اُس کے سامنے چند اچھے ذرائع معاش اکثر بیان کرتا رہے۔ خاص کر تجارت اور دست کاری اور ان کو ایمانداری سے کرنے کے فوائد بیان کرے تاکہ وہ اُنہیں کو اپنا ذریعہ معاش بنالیں۔

ختم شد

بچوں کو سُلانے کی لوری

بچوں کے کان میں سُلاتے وقت اللہ کا نام ڈالنا چاہیئے تاکہ دین سے تعلق مضبوط ہو۔

اُردو

پیارا بیٹا سوئے (یا) پیاری بیٹی سوئے پیارا بیٹا سوئے
اللہ نگہبان رکھے، بیٹا کبھی نہ روئے ؛ عزت پائے جنت پائے ؛ بیج کچھ ایسا بوئے
پیارا بیٹا سوئے پیارا بیٹا سوئے
دین نہ جانے پائے چاہے دنیا کھوئے ؛ ہمت رکھے سختی سہہ لے رنج کو دل سے دھوئے۔

عربی

۱:- حسبی ربی جلّ اللہ ؛ مافی قلبی غیر اللہ
صلّ وسلم یا اللہ ؛ علیٰ محمد نور اللہ
۲:- انا آمنا باللہ ؛ صدقنا برسول اللہ
نرجوا الجنہ ندخلہا ؛ یوم الحشر انشاء اللہ
۳:- انت الشافی فاشفنا ؛ انت الکافی فاکفنا
یا رحمٰن عافنا ؛ واعف عنا یا اللہ

معمولات نبوی حصّہ سوم

فصل اوّل

نکاح، منگنی،

احادیث نکاح

حدیث نمبر ۱:- حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے نکاح کرتے رہو۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس مال لائینگی۔ (جمع الفوائد)

حدیث نمبر ۲:- حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محبّت کرنے والیوں، جننے والیوں سے نکاح کیا کرو۔ کیونکہ میں تمہارے ذریعہ دوسری تمام امتوں سے تعداد میں بڑھنا (اور دوسری تمام اُمتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر ناز کرنا) چاہتا ہوں۔ (جمع الفوائد)

حدیث نمبر ۳:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جو خرچ کی طاقت رکھتا ہو تو اُسے چاہیئے کہ نکاح کرلے۔ کیونکہ یہ نکاح نگاہوں کو روکنے والا، اور شرمگاہوں کو بچانے والا ہے۔ اور جو خرچ کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اُسے لگاتار روزے رکھنے چاہئیں۔ کیونکہ یہ اس کے لیئے شہوت توڑنے کا ذریعہ ہے۔ (جمع الفوائد)

حدیث نمبر ۴:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح کرلینا میرا طریقہ ہے تو جس نے بغیر عُذر کے میرے طریقے کے خلاف کیا (یعنی جو بے عُذر بے نکاح رہا یا ناجائز تعلق کسی عورت سے رکھا وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم)

حدیث نمبر ۵:- حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ برکت اور لطف) اُس نکاح میں ہے جس میں کم خرچ ہو۔ (جمع الفوائد)

حدیث نمبر ۶:- حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورت کا مبارک ہونا

فصل اوّل

نکاح، منگنی،

احادیث نکاح

حدیث ۱:۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے نکاح کرتے رہو۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس مال لائینگی۔ (جمع الفوائد)

حدیث ۲:۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محبت کرنے والیوں، جننے والیوں سے نکاح کیا کرو۔ کیونکہ میں تمہارے ذریعہ دوسری تمام امتوں سے تعداد میں بڑھنا (اور دوسری تمام اُمتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر ناز کرنا) چاہتا ہوں۔ (جمع الفوائد)

حدیث ۳:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جو خرچ کی طاقت رکھتا ہو تو اُسے چاہیئے کہ نکاح کرلے۔ کیونکہ یہ نکاح نگاہوں کو روکنے والا، اور شرمگاہوں کو بچانے والا ہے۔ اور جو خرچ کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اُسے لگاتار روزے رکھنے چاہئیں۔ کیونکہ یہ اس کے لیے شہوت توڑنے کا ذریعہ ہے۔ (جمع الفوائد)

حدیث ۴:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح کرلینا میرا طریقہ ہے تو جس نے بغیر عُذر کے میرے طریقے کے خلاف کیا (یعنی جو بے عُذر بے نکاح رہا یا ناجائز تعلق کسی عورت سے رکھا وہ ہم میں سے نہیں۔ (مُسلم)

حدیث ۵:۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ برکت اور لطف) اُس نکاح میں ہے جس میں کم خرچ ہو۔ (جمع الفوائد)

حدیث ۶:۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورت کا مبارک ہونا

یہ ہے کہ اس کا مہر ہلکا ہو اُس سے نکاح کرنا آسان ہو اور اُس کے اخلاق عمدہ ہوں۔ (زین العلم)

احکام وآداب (۱) نکاح یوں تو سنّت ہے مگر حاجت والے کے لئے فرض ہے کہ کہیں گناہ میں نہ پھنس جائے۔ (۲) عورتیں بالعموم منتظم کفایت شعار اور گھروں کے اندر ساکن اور دنیا سے غافل ہوتی ہیں اس لئے پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کر کے گھر بساؤ تو عورتیں تمہارے مال کو ٹھیک طور پر خرچ کریں گی۔ اور کچھ بچا بچا کر تمہیں صاحب مال بنادیں گی۔ نیز یہ کہ جب عورت تمہارے یہاں آئے گی تو اللہ تعالیٰ اُس کی روزی اور آئندہ بچوں کی روزی بھی تمہارے پاس بھیجیں گے۔ نیز یہ کہ بعض عورتیں باپ یا دیگر اعزّہ سے ترکہ پاکر مالدار بھی ہوتی ہیں۔ اُن کے مال سے تم کو بھی کچھ نہ کچھ ضرور فائدہ پہنچے گا۔

پس معلوم ہوا کہ نکاح کرنے سے مال بڑھتا ہے۔ (۳) بے نکاح رہنا خلافِ سُنّت اور رہبانیت ہے یہ گویا زندگی کی ذمہ داریوں سے بھاگنا اور بزدلی ہے۔ پس نکاح کرنا ذمہ داریوں کو قبول کرنا اور بہادری ہے۔

ایک صحابی کی بی بی کا انتقال طاعون میں ہوا پھر خود اُن کو بھی طاعون لگ گیا اُنہوں نے اُس حالت میں بھی اعزّا و احباب سے کہا کہ میرا نکاح جلد کر دو۔ میں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ بے نکاح رہوں کیونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے اس حال میں ملے کہ آپ کے پاس بیبیاں تھیں۔

(۴) حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تمنا تھی کہ میری اُمّت زیادہ ہو۔ بڑا خوش نصیب ہوگا وہ مسلمان جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تمنا کے پوری ہونے کا ذریعہ بنے۔ (۵) تیسری حدیث سے یہ چند باتیں نکلتی ہیں۔ (الف) مرد اپنے نکاح کے خرچ وغیرہ کا کفیل خود بنے باپ چچا پر اُس کا بار نہ ڈالے۔

(ب) نکاح اسوقت کرے جب اُس کے پاس (کُل یا جُز) مہر کی رقم عورت کے (کم ازکم ایک ماہ کے) نان نفقہ اور سکنیٰ کا خرچ وغیرہ ہو۔ محفلِ نکاح کے لئے ہوسکے تو چھوہارے خرید لے۔ لیکن عورت کا نان ونفقہ وسکنیٰ کے خرچ کا مطلب یہ ہے کہ اسکے کھلانے کے لئے غلہ وجنس کا انتظام اور اس کے ساتھ کھانا پکانے کا سامان۔ دیگچی۔ پیالے کٹورے وغیرہ کا بھی انتظام مرد کرے۔ (شامی ص ۸۹۳ ج ۲)

شامی ص ۸۹۳ ج ۲ میں ہے کہ "مرد پر واجب ہے کہ چکّی، توا، پانی کے برتن، پکانے کی پتیلی، دیگچی۔ لگن سینی، پیالے۔ رکابی، وغیرہ اُسے لاکر دے۔" اسی طرح نفقہ میں اُس کا یا اُس کے بچّوں کا خرچ بھی ہے۔ اور اُس کے کپڑے لتّے بھی ہیں۔ پس لحاف توشک پردے کا انتظام بھی مرد ہی کرے۔ سکنیٰ میں کم سے کم ایک کوٹھری دینا ہے جس میں وہ آزادی سے شوہر سے مل سکے یا تھکن کے وقت آرام لے سکے یا خاندان والوں سے ہٹنا چاہے تو وہاں پناہ لے سکے۔ مگر اس کے ساتھ چارپائی کا انتظام بھی مرد ہی کرے۔ (بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کا ذکر آگے آتا ہے)

حدیث ۵ و ۶ کا مطلب یہ ہے کہ نکاح باندھنے کے وقت کا خرچ اور مہر کا خرچ کم ہوگا تو نکاح میں برکت رہے گی ورنہ بے برکتی ہوگی۔ آج لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف کرتے اور نکاح میں لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ بھاری مہر بندھواتے ہیں۔ اسی لئے دوسرے ہی دن سے رنجش اور جھگڑے ہونے لگتے ہیں۔

احادیث انتخاب اور منگنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورتوں سے عموماً چار ہی باتوں کے خیال سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اُس کا مال دیکھ کر، اُس کا ہُنر دیکھ کر، اُس کا جمال اور حُسن دیکھ کر، اُس کی دینداری دیکھ کر، تو دیکھو دیندار اور نیک عورت کے لینے میں کامیاب بنو۔ (جمع الفوائد)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۸]۔ دیکھو عورتوں سے ان کا حُسن دیکھکر نکاح نہ کرنا ممکن ہے کہ اُن کا حُسن ہی ان کی (جسمانی یا روحانی) ہلاکت کا باعث بنے۔ اور اُن سے اُن کا مال دیکھ کر بھی نکاح نہ کرنا ممکن ہے کہ اُن کا مال اُنھیں سرکش بنادے بلکہ اُن سے دین اور نیکی کا لحاظ رکھکر نکاح کرنا۔

سُنو ایک کالی کنکٹی لونڈی جو دیندار ہو ایک بے دین گوری اور شریف عورت سے بہتر ہے۔ (جمع الفوائد)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۹] جب تمہارے یہاں کسی ایسے مرد کی منگنی آئے جس کی دینداری اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اُن سے اپنی بیٹیاں بیاہ دیا کرو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بڑے جھگڑے اور لمبے چوڑے فسادات ہوں گے۔

(ترمذی)

حضور صلے[۱۰] اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایک مرد کہیں منگنی بھیجے تو دوسرا مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پیام پر اپنا پیام نہ بھیجے۔ ہاں اگر خود پہلا منگیتر ہی خیال ترک کر دے یا اجازت دیدے تو البتہ بھیج سکتا ہے۔ (بخاری ج ۳)

فرمایا[۱۱] جب تم میں سے کوئی کسی عورت کے پاس پیام بھیجے تو اگر ممکن ہو کہ اس عورت کی کچھ ایسی باتیں خود دیکھے جن سے وہ اس کے ساتھ نکاح کا زیادہ شائق ہو جائے تو ایسا کرلینا چاہیئے۔

(جابر راوی کہتے ہیں کہ) میں نے ایک عورت کے پاس پیام بھیجا۔ پھر میں اس کی راہ میں چھپ گیا۔ یہانتک کہ میں نے ایسی باتیں دیکھ لیں جن سے میرا جی نکاح کو چاہنے لگا تو میں نے اُس سے نکاح کرلیا۔ (ابوداؤد)

حضور صلے[۱۲] اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوڑے کی سرسبزی سے بچو (یعنی بُرے خاندان کی خوبصورت عورت سے (زین العلم)

فرمایا[۱۳] کہ اگر شادی بیاہ کا معاملہ ہو تو منگنی کو چھپانا چاہیئے۔ (حصن حصین)

احکام و آداب

(۱) جس عورت میں دین رچ گیا ہو۔ یعنی اُس کی آنکھ اور طبیعت میں حیا اور پردہ کا اہتمام ہو۔ لین دین کی صاف ہو۔ غصّہ اور خوشی موقع موقع سے ہو۔ مزاج میں گندگی اور چھچھور پن نہ ہو۔ بڑوں کی توقیر اور اطاعت اور چھوٹوں پر رحم اور شفقت کرتی ہو۔ ان اوصاف کے ساتھ ساتھ دین مذہب کا احترام بھی کرتی ہو۔ احکام دین معلوم کرنے کی اور اُن پر عامل بننے کی شائق بھی ہو۔ نماز کی پابند ہو۔ قرآن پڑھتی ہو۔ ایسی عورت کے ساتھ ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکاح کرلینا چاہیئے۔ خواہ وہ کم ذات ہی کیوں نہ ہو۔ پھر تمہارا گھر جنّت کی طرح آرام کا گھر ہوگا۔ ورنہ حسبِ حدیث ۹ گھر جہنّم بن جائے گا۔

(۲) حسن صورت یقیناً دل کشی رکھتا ہے مگر اس سے ہلاکت بھی آتی ہے۔ اسلئے سوچ سمجھ کر آدمی کو نکاح کرنا چاہیئے۔ خوب سیرتی کے ساتھ خوبصورتی بھی ہو تو البتہ اسے ترجیح دیجائے ورنہ نہیں۔

حدیث ۱۱ کے موافق آج کل عمل درآمد کو رواج دیا جانا چاہیئے۔ اگر کسی جگہ یہ صورت قابل عمل نہ ہو تو اگر لڑکا ماں بہنوں کے دیکھ لینے اور ان کے فیصلہ سے اطمینان کرلے تو ماں بہنوں کے ذریعہ اطمینان کیا جانا چاہیئے (لیکن حدیث کا مطلب بہر حال یہ ہے کہ لڑکی اور لڑکی والوں سے دیکھنے کی فرمائش کیے بغیر اگر لڑکے کا دیکھ لینا ممکن ہو تو دیکھ لے، یہ مطلب نہیں ہے کہ ان سے اس کی فرمائش کرکے باقاعدہ دیکھنے کا انتظام کرایا جائے)

ماں باپ کو ہرگز نہ چاہیئے کہ لڑکے کو ایسی لڑکی کے ساتھ نکاح پر مجبور کریں جس کو خود اُس نے یا اُس کے اعزا نے نہ دیکھا ہو۔ اس کے نتائج بہت بُرے ہوتے ہیں۔ اکثر جگہ لڑکی والے لڑکے والوں کے یہاں کی عورتوں کو بھی اپنی لڑکی

نہیں دکھاتے۔ یہ سخت غلطی ہے۔

(۴) نکاح میں حسبِ ذیل امور میں کفو اور ہمسری کا خیال رکھنا چاہیئے۔
۱۔ نسب و خاندان ۲۔ دین و مذہب ۳۔ دینداری و اخلاق ۴۔ آزادی و غلامی۔ ۵۔ مال و حیثیت ۶۔ پیشہ و حرفت (اگر بالفرض کفو سے باہر جانے کو جی چاہے تو پھر وہ صرف دینداری اور اخلاق کی عمدگی کی بنا پر ہونا چاہیئے نہ کہ مال و جمال دیکھ کر ہو)

شامی میں ہے کہ خاکروب، حجام، چمڑا کمانے والے سائیں گڈریے وغیرہ نائی درزی کی لڑکی کے کفو نہیں۔ اور درزی بھی تاجر یا بزّاز کی لڑکی کے ہم پلہ نہیں اور تاجر یا بزّاز ایک عالم کی لڑکی کے ہمسر نہیں۔

(۵) لڑکی والے پیغام آنے پر لڑکے کے عقائد کی تحقیقات خوب کرلیں۔

(۶) مسلمان مرد کا نکاح ہندو عورت۔ آتش پرست عورت سے اور اُس عورت سے نہیں ہو سکتا جو مرتد ہو گئی ہو۔

(۷) یہودی یا عیسائی عورت کا ایمان خدا پر اور اپنے اپنے رسول کے رسول ہونے پر ہو تو اُس عورت سے مسلمان کا نکاح ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

فصل دوم

اعلان، عقد، مہر

احادیثِ اعلان

حدیث[۱۳]:۔ فرمایا اس نکاح کی شہرت کیا کرو اور اس کو مسجدوں میں کیا کرو۔ جائز اور ناجائز تعلّقات میں اعلان ہی کا تو فرق ہوتا ہے۔ (جمع الفوائد)

حدیث[۱۴]:۔ فرمایا اس نکاح کا خوب شُہرہ کیا کرو اور نکاح میں دف بجاؤ۔ (مشکوٰۃ)

احکام وآداب (۱) لڑکی کے باپ کو نکاح کا اعلان زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیے اور اس کے لئے مسجد اور بعد نماز جمعہ کا وقت بہتر ہے تاکہ مجمع کثیر رہے اور اعلان زیادہ سے زیادہ ہو۔ نکاح معاملہ ہونے کے باوجود ایک اہم عبادت بھی ہے۔ اس لئے نکاح کی اجازت اور حکم مسجد میں ہے ورنہ کوئی معاملہ مسجد میں جائز نہیں۔

(۲) دف اگر ہو تو مسجد کے باہر ہونا چاہیے چونکہ دف کی اجازت پاکر کچھ لوگوں نے ہر قسم کے باجے بھی استعمال کرنے شروع کر دیئے جو قطعاً حرام ہیں نیز عورتیں گانے بجانے لگی ہیں اور یہ بھی حرام ہے اس لئے زیادہ احتیاط یہی ہے کہ دف بھی نکاح میں نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف لڑکیوں کو دف بجانے اور جائز اشعار گانے کی اجازت دی تھی۔ اگر اب بھی دف کو یا گانے کو اسی حد تک رکھا جائے تو یقیناً اس کی اجازت ہے مگر لوگوں میں احتیاط نہیں رہی ہے۔

اسی لئے علماء نے اسے بھی حرام اور منع لکھا ہے۔

(۳) اعلان کا ایک طریقہ برات بھی ہے جو دولہا کے ساتھ آتی ہے۔ برات کی حقیقت ہے نکاح کے گواہوں کی زیادتی۔ مگر اس میں چند خراب اور خلافِ شرع اور خلافِ انسانیت باتیں پیدا ہوگئی ہیں وہ یہ کہ لڑکی والوں کو صحیح تعداد بتائے بغیر زیادہ آدمی لے کر دولہا والے دولہن والوں کے یہاں پہنچ جاتے ہیں پھر اُس سے طرح طرح کی فرمائشیں کی جاتی ہیں کہ براتیوں کے لئے فلاں فلاں چیزوں کا انتظام کرو۔ اور نیت ہی یہ ہوتی ہے کہ دولہن والوں کو ذلیل۔ بدنام۔ شرمندہ اور پریشان کریں۔

یہ سب ایذاءِ مسلم کے کام ہیں اور ممنوع وحرام ہیں۔ لڑکی کا تعلق کسی مرد سے

ہونا یہ لڑکی کے باپ کی عزت و آبرو کا معاملہ ہے اس لئے وہ تو خود ہی بستی کے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو جمع کرے گا کہ نکاح کے گواہ زیادہ سے زیادہ ہوں۔ اس لئے اگر برات نہ جائے تو شرعی یا عقلی کوئی قباحت نہیں لیکن اگر دولہا والے احباب نوازی کرکے اپنے ساتھ بھی کچھ زائد گواہ لیجا رہے ہیں تو چونکہ اپنی مرضی اور اپنی ضرورت سے لے جا رہے ہیں۔ اس لئے اُن کی ہر قسم کی مہمانی اور نازبرداری صرف دولہا والوں کے ذمّہ ہے۔ دولہن والے اگر دولہا والے لوگوں میں کسی کو مہمان بلانا چاہتے ہیں تو جس کو اور جتنوں کو وہ بُلاتے ہیں اتنوں کے وہ میزبان اور ذمّہ دار ہیں۔ باقی کا بار ان کے خلافِ مرضی اُن لوگوں پر ڈالنا حرام ہے پھر دولہن والا اپنے بُلائے ہوئے مہمانوں کی جتنی کچھ خاطر تواضع دمہمانی کر سکتا ہے خود ہی کرے گا۔ اُس سے فرمائش کرنا دنائت ہے۔

احادیث عقدِ نکاح

فرمایا[15] ایک عورت دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت خود اپنا نکاح کرے کیونکہ یہ تو زانی عورت کرتی ہے کہ اپنے کو بیاہے۔ (جمع الفوائد)

فرمایا[16] نکاح قبول کرنے میں بیوہ عورت کو اپنے اوپر اپنے ولی سے زیادہ حق و اختیار ہے اور کنواری سے اس کا باپ اس کی مرضی کے بارے میں پوچھے کنواری کی خاموشی ہی اجازت ہے۔ (جمع الفوائد)

فرمایا[17] جس خطبۂ نکاح (یا خطبۂ تقریر) میں شہادت توحید و رسالت نہ ہو تو وہ جُذامی ہاتھ کی طرح بیکار ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز کا تشہّد بھی سکھایا اور حاجت (یعنی نکاح و دیگر تقاریر) میں بھی تشہّد سکھایا۔ اور حاجت کا تشہّد یہ ہے الحمد للہ نحمدہٗ .... محمّداً عبدہٗ ورسولہٗ

پھر آپ یہ تین آیاتِ قرآنی پڑھتے... (مشکوٰۃ) یہ پورا خطبہ آگے آتا ہے۔

احکام و آداب

(۱) کسی عورت کے نکاح کی گفتگو صرف عورتیں نہ کریں۔ یہ خلافِ حیا ہے گو نکاح ہو جاتا ہے۔ پس نہ کوئی عورت اپنے نکاح کی وکیل خود بنے نہ کسی عورت کو بنائے۔

(۲) نہ کوئی عورت اپنا نکاح خود پڑھائے نہ کسی دوسری کا پڑھائے نہ خفیہ اور نہ تنہا۔ اپنے نکاح کی گفتگو کرے یہ زنا کاری کے قسم کی چیز ہے لیکن اگر عورت کا کوئی ولی موجود نہ ہو اور مجبوری ہو تو درست ہے۔

(۳) بیوہ کو پورا حق ہے کہ خود کسی مرد سے نکاح کے متعلق اپنا ارادہ صاف صاف ظاہر کرے۔ اس کا چُپ رہنا کافی نہیں۔ صاف الفاظ میں رضا ظاہر کرے یا صاف الفاظ میں ردّ کرے اس پر ولی کا دباؤ اور حق نہیں۔

البتہ کنواری سے اس کی رضا باپ کو لینا چاہیے۔ اس میں کسی گواہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر اس کے بھائی یا دوسرے رشتہ دار یا قاضی یا وکیل رضا لیں گے دو معتبر گواہوں کا ہونا مستحب ہے۔

(۴) نابالغ کی طرف سے اس کا ولی بھی ایجاب و قبول کر سکتا ہے اور بالغ ہونے پر اُس لڑکی کو اس نکاح کا پابند ہونا پڑے گا۔ اگر ولی نے غیر کفو میں بھی نابالغ کا نکاح کر دیا ہے تو بالغ ہونے پر اُسے حق نہیں ہے کہ چاہے منظور کر لے یا رد کر دے اسے بھی اس نکاح کا پابند ہونا پڑے گا۔

(۵) محفلِ نکاح مسجد میں منعقد ہونی چاہیے۔ یہ سنّتِ نبوی مُردہ ہو چکی ہے، اس کو دوبارہ زندہ کرنے والے کو بے حد ثواب ہو گا۔

(۶) مسنون اور افضل یہ ہے کہ لڑکی کا باپ خود نکاح پڑھائے۔

(۷) عقد کے اُمور کی ترتیب یہ ہے (الف) لڑکی کے پاس جا کر یہ پوچھے

کہ میں تمہارا نکاح فلاں (مرد کا نام مع ولدیت سُنا دے) کے ساتھ ..... روپیہ مہر کے عوض میں کر دوں تم مجھے اس کا وکیل بناتی ہو۔ (یا یہ کہ تم مجھے اجازت دیتی ہو)

اگر باپ خود اجازت لینے گیا ہے تو اس کے ساتھ گواہوں کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی اور یہ اجازت اور وکالت لینے جائے تو دو۲ معتبر گواہ اُس کے ساتھ رہیں۔ باپ یا قاضی اگر لڑکی سے اجازت لینے خود نہ جائیں تو وہ دو۲ آدمیوں کو لڑکی کے پاس بھیجیں اور اُس سے پوچھوائیں کہ وہ لڑکی فلاں بن فُلاں کے ساتھ اتنے مہر پر نکاح کرنے کا وکیل اپنے باپ یا قاضی کو بناتی ہے یا نہیں۔ اگر وہ "ہُوں" کر دے (کنواری کا خاموش رہنا بھی کافی ہے) تو یہ دونوں گواہ محفل میں آکر سب کے سامنے کہیں کہ لڑکی نے فلاں کے ساتھ اپنے نکاح کا وکیل فلاں کو بنایا ہے۔ اور ہم اس کے گواہ ہیں۔ یہ سُن کر وکیلِ نکاح اس سے نکاح کر دے۔

(ب) لڑکی سے ایجاب یا اجازت کے وقت خطبۂ نکاح نہیں پڑھنا چاہیئے۔ خطبۂ نکاح صرف لڑکے کے پاس محفلِ نکاح میں پڑھنا چاہیئے۔

(ج) وکیلِ نکاح پہلے خطبۂ مسنون مع کلمۂ شہادت کے پڑھے پھر قرآن کی تین۳ آیات پھر ایک حدیث اور اس کے بعد دولہا سے نکاح باندھنے کے الفاظ کہے جو آگے ہے۔

خطبہ یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ
بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ
یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْہَدُ اَنَّ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا
مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

قرآنی آیتیں یہ ہیں۔
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ ہ (۱) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ
وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۲) یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا
رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا
وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ
تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ہ
(۳) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا
یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ
وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ہ حدیث یہ ہے۔
قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَّغِبَ
عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

عقد نکاح کے الفاظ یہ ہیں:۔ میں نے تمہارا نکاح فلاں بنت فلاں کے ساتھ سکّہ رائج الوقت سے اتنے روپے مہر کے عوض کردیا تم نے قبول کیا۔

(د) دولہا یا دلہن سے نکاح کے وقت کلمہ پڑھانا ضروری نہیں۔

(ہ) قاضی یا وکیل نکاح خطبہ سے پہلے اردو میں مختصراً نوشہ سے یہ بھی کہدیا کرے کہ ”دیکھو آج سے اس عورت کا اور تمہارا ساتھ شروع ہے اس کو آرام سے رکھنا۔ کھلانے پہنانے کا خیال رکھنا۔ دین سکھانا۔ ان تمام باتوں میں خدا کا خوف دل میں رکھنا۔ قرآن کی ان تین آیات میں تقویٰ یعنی خوف خدا

کا ذکر اسی لئے ہے"۔ (۹) قاضی یا وکیل نکاح سے خطبہ اور عقدِ نکاح کے الفاظ سُن کر نا کح کہے ہاں میں نے قبول کیا۔ (۱۰) مرد کا قبول کرنا سُن کر قاضی اور حاضرین گواہاں دولہا کو دعائے برکت دیں۔

(**فائدہ**) نکاح کا یہ خطبہ اور آیت و حدیث پڑھنا فرض واجب نہیں سنّت اور موجب ثواب و برکت ہے۔ اگر کسی وقت کسی کو یاد نہ ہو تو (زیادہ حرج نہیں) قاضی صرف کلمۂ شہادت پڑھ کر عقد کے الفاظ کہہ دے اور دولہا قبول کرلے۔ تاکہ سب گواہ سُن اور جان لیں۔

نکاح میں فرض صرف گواہوں کا ہونا۔ اور ایجاب و قبول کرنا ہے اور بس!

(۲) نکاح کوئی عالم دیندار پڑھائے نکاح کی اُجرت معین کرنا درست نہیں ہے ورنہ ہر شخص نکاح پڑھا سکتا ہے۔

(۳) بعض قاضی نکاح گواہوں سے بھی نکاح قبول کراتے ہیں یہ لغو اور زائد فعل ہے۔

(۴) قاضی نکاح کا دولہا سے قبول کرانا ایک بار بالکل کافی ہے تین بار قبول کرانا ضروری نہیں۔ بعض قاضی محض پختگی اور اطمینان کے لئے کہتے ہیں۔ یہ نہ بھی ہو تو کچھ حرج نہیں۔

احادیث مہر

(قرآن) عورتوں کو ان کے مہر خوشی دل سے دیا کرو۔ (البقرہ)

حدیث ۱۹۔ جب کسی مرد نے کسی عورت سے شادی کی کم مہر پر یا زیادہ مہر پر اور اس کے دل میں یہ نیّت ہے کہ اس عورت کا یہ حق (مہر) اس کو نہ دے تو قیامت کے دن وہ مَرد زانی کی صف میں خدا کے سامنے حاضر ہوگا (طبرانی)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے لڑکی والو! عورتوں کے مہر بہت بھاری مت مقرر کیا کرو۔ اگر مہر کی زیادتی دنیا میں ذرا بھی عزت کی چیز ہوتی۔

یا خدا کے نزدیک ذرا بھی تقویٰ کی چیز ہوتی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے (وہ ایسا کرتے) مگر نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ رکھا (بارہ اوقیہ کے ۴۸۰ تقریبًا ۵۰۰ درہم ہوتے ہیں ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا ہوتا ہے اس حساب سے ۵۰۰ درہم کی مقدار ایک سو اکتیس تولہ ۳ ماشہ چاندی ہوتی ہے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے کسی کا مہر اس سے زیادہ تھا۔ (جمع الفوائد)

جب[۲۱] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بی بی فاطمہ سے نکاح کیا اور خلوت میں جانا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک فاطمہ کو کچھ مہر ادا کرو۔ خلوت میں نہ جاؤ۔ اُنہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تو کچھ نہیں ہے میں دُوں کیا؟ آپ نے فرمایا اپنی زرہ ہی دو تو اُنہوں نے بی بی فاطمہ کو اپنی زرہ دیدی۔ پھر ان سے خلوت کی۔ (جمع الفوائد)

فرمایا[۲۲]۔ عورت کا مبارک ہونا یہ ہے کہ اس کی منگنی آسانی سے ہو۔ اُس کا مہر کم ہو۔ اور اس کے اولاد ہو۔ (جمع الفوائد) .

فرمایا[۲۳] سب سے زیادہ برکت اُس نکاح میں ہے جسمیں مہر و دیگر خرچ کم ہو۔

احکام و آداب

(۱) مہر عورت کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ رقم مرد سے عورت کو دلوانا چاہتے ہیں۔ اسی وجہ سے باپ کا ترکہ لڑکی کو لڑکے سے کم دلوایا تھا کہ اُس کو کچھ مال شوہر سے بھی ملے گا۔ پس مرد کو لازم ہے کہ یہ رقم ضرور دیدے

(۲) حدیث[۲۱] سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہر کا کچھ حصہ فورًا دے دینا چاہیئے۔ یہ سنّت ہے لیکن چونکہ مہر دینے میں مرد کو بڑا جبر ہوتا ہے اس لئے یا تو مہر پورا معجّل رکھا جایا کرے کہ مرد خلوت سے پہلے ادا کرے اور عقدِ نکاح میں اس کی بھی صراحت کر دی جائے اور یا عقدِ نکاح میں اعلان کے ساتھ یہ بھی بتا دیا جائے کہ اتنے سال میں

ماہانہ قسط کرکے ضرور ادا کردیا جاوے۔

عورت کے حقوق آج کل بہت تلف ہورہے ہیں اور یہ گناہ ہے اس لئے اس نئے قاعدہ کو اگرچہ یہ عُرف کے خلاف ہے۔ضرور رواج دینا چاہئے۔

(۳) عورت کو اپنے مہر کا مطالبہ نرمی سے شوہر سے کرتے رہنا چاہئے رسمی طور سے معاف کرنا کہ چونکہ کچھ عورتیں مہر معاف کردیا کرتی ہیں اس لئے ہم بھی معاف کردیں۔ کافی نہیں اسکی معاف نہیں ہوتا۔ عورت غربت میں ہو اور پھر معاف کرے یہ گویا موت اور تباہی کو بُلانا ہے۔

(۴) مرد کا عورت سے یہ کہنا کہ تم مہر معاف کردو بے غیرتی ہے۔اگر زبردستی معاف کرایا تو شرعًا معاف نہیں ہوتا۔

(۵) مرد کو حق ہے اور اس میں اس کی عقلمندی اور حوصلہ مندی بھی ہے کہ وہ مہر مقرر سے کچھ زیادہ رقم عورت کو دیدے۔ اسی طرح عورت کو بھی حق ہے اور اس کی عقلمندی اور حوصلہ مندی بھی ہے کہ وہ مہر میں سے صرف کچھ حصہ معاف کردے سب نہ معاف کرے۔ مثلاً اکیاون ہزار دینار سرخ مہر ہے تو نرمی سے صرف پچیس دینار سُرخ مانگے باقی معاف کردے۔ یا گیارہ ہزار روپے مہر ہیں تو ۱۰ ہزار معاف کردے۔ پانچسو کا نرمی سے مطالبہ کرے اگر شوہر اس قرض کی ادائیگی میں مُہلت مانگے تو مہلت بھی دے۔

(۶) مرد اگر جان بوجھ کر مہر کی رقم کم بتائے یا کم ادا کرے۔یا عورت زیادہ رقم وصول کرے جیسا طلاق یا موت پر مقدمہ بازی میں ہوتا ہے یہ حرام اور گناہ ہے۔

(۷) مہر قرض ہے اور اس کی ادائیگی فرض ہے مرد کو لازم ہے کہ نکاح کے وقت ہی سے یہ رقم ماہانہ قسطوں میں ادا کرنا شروع کردے۔

(۸) مہر کی رقم عورت کی مِلک ہے۔ مَرد کا اس پر کچھ حق نہیں ہے۔ لہٰذا

عورت کو چاہیئے کہ مہر کی جتنی رقم ملتی جائے عقلمندی اور دور اندیشی سے شوہر کے مشورہ سے کہیں جمع کر دیا کرے اگر بینک میں جمع کرے تو سُود کی رقم خود اپنے خرچ میں نہ لائے بلکہ بلا نیّتِ ثواب غُربا و فقراء کو دیدیا کرے۔

(۹) مہرِ مثل کم کرنے کا حق عورت کو ہے وہ ہمّت کرے یا خاندان کی مستورات مِل کر کم کر دیں۔ مہر کی رقم تجویز کرنے کا حق یقیناً عورت کو یا اُس کے گھر والوں کو ہے۔ مگر مرد ناکح کو بھی اس کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا پورا پورا حق ہے،

پس مہر کا معاملہ پہلے سے طے کر لیا جائے اور مہرِ مثل معلوم کر کے پیغام بھیجے عین نکاح کے وقت مہر کم کرانا اور جھگڑا کرنا درست نہیں۔ یہ دوسرے کے حق میں دست اندازی ہے۔ زیادہ مہر مقرر کرنا اسی وقت معقول بات ہے جب رقمِ مہر ادا کرنے کی نیّت بھی ہو بلکہ ہو سکے تو محفلِ نکاح میں ہی ادا کر دے جیسا کہ امِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت نجاشی نے کیا تھا۔

کم سے کم مہر دس درہم (تقریباً پونے تین تولہ چاندی) ہے اگر کوئی اس سے کم بھی باندھے گا تب بھی اُسے یہی مہر (پونے تین تولہ چاندی کے قریب) ادا کرنا پڑے گا۔ مگر معقول مہر کی رقمیں یہ ہیں۔

(الف) مہرِ فاطمی یا مہرِ نبوی (جس کی مقدار ۵۰۰ درہم یعنی تقریباً ایک سو اکتیس تولہ ۳ ماشہ چاندی ہوتی ہے۔

(ب) ۴۰۰ دینار (ایک دینار ۴ ½ ماشہ سونے کا ہوتا ہے)

یہ مہر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بی بی حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا تھا جن سے آپ کا نکاح شاہ حبشہ حضرت نجاشی نے کیا تھا اور یہ مہر بھی خود ہی ادا کر دیا تھا۔ "مہر کی مقدار زیادہ بڑھانا نہ مسنون ہے نہ دین میں مطلوب و محمود ہے اس لئے زیادہ بڑھانا اچھا نہیں"، کیونکہ حدیث ۲۳ سے معلوم ہوا

کہ جس نکاح میں مہراور دیگر خرچ واخراجات زیادہ ہوں گے اُس میں برکت بالکل نہیں ہوتی۔ اور انصاف یہ ہے کہ ہم ہندی مسلمان نکاحوں میں زیادہ خرچ کرتے اور برابر دیکھتے ہیں کہ ہر شادی میں لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔ سمدھیانوں میں رنجشیں پڑجاتی ہیں۔

(۱۰) نکاح میں مہر کا ذکر نہ ہو تو بھی نکاح ہو جاتا ہے اور مہر مثل واجب ہوتا ہے۔

(۱۱) مہر مثل لڑکی کے صرف دادھیال کی عورتوں مثلاً بہن۔ پھوپھی اور پھوپھیری بہن کے مہر کو کہتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ لڑکیوں میں بھی یکسانی ہو۔ یعنی جیسی خوبصورت باسلیقہ۔ لکھی پڑھی، مالدار کنواری یہ لڑکی ہے ویسی ہی وہ بھی رہی ہو۔

پس اگر لڑکیوں میں فرق ہے تو مہر بھی مختلف ہوگا۔

(۱۲) مہر زیادہ باندھنا دو سبب سے ہوتا ہے ایک تو فخر وغرور کے سبب سے کہ ہم بڑے تو ہمارا مہر بھی کیوں نہ بڑا ہو۔ یہ تو شیطانی خیال ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔ دیکھو حدیث ۲۰ ۔ دوسرا سبب ایک احتیاط ہے کہ زیادہ رقم ہونے سے مرد پر دباؤ رہے گا۔ اور وہ عورت کو پریشان نہ کرسکیگا۔ مگر یہ سب فرضی اور وہمی باتیں ہیں عقل اور تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بڑے بڑے مہر کے بعد بھی مرد عورتوں کو برابر پریشان کرتے ہیں کہ نہ تو اس کی طرف التفات کرتا ہے اور نہ اس کا مہر دیکر اسکو چھوڑتا ہے۔ کیونکہ زیادتی کے باعث مرد مہر کو ادا نہیں کرسکتا۔

اسی لیے علماء نے اس احتیاط کے لئے اور مرد پر دباؤ رکھنے کے لئے ذیل کا کابین نامہ تجویز کیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ہر نکاح میں مرد سے یہ کابین نامہ لکھوالیا جائے۔

اِقرار نامہ یا کابین نامہ (منقول از کتاب الحیلۃ الناجزہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

منکہ .... پسر .... قوم .... ساکن .... ضلع .... کا ہوں میرا نکاح مسماۃ .... بنت .... قوم .... ساکن .... ضلع .... کیساتھ شرائط ذیل بعوض مہر .... روپیہ سکہ رائج الوقت کے قرار پایا ہے لہٰذا میں بہ درستیٔ ہوش وحواس بلا کسی جبر واکراہ کے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں۔ اور درصورت میری عدم پابندی کے مسماۃ مذکورہ کے لئے رہائی کی صورت ہو سکے۔ پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں ہے میں شرائط ذیل کا پابند رہوں گا اور بغرضِ اطمینان مسماۃ کے لکھے دیتا ہوں کہ نکاح کے بعد جب کبھی مسماۃ مذکورہ کو اس نکاح میں رکھتے ہوئے میں شرائطِ ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں اور اس خلاف شرط ہونے کو ذیل کے اشخاص حکم میں سے کم سے کم دو آدمی تسلیم کرلیں تو اس کے بعد مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اسی وقت یا خلاف شرط تسلیم ہو جانے سے ایک ماہ تک کسی وقت اگر چاہے تو اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کر کے اس نکاح سے الگ ہو جائے۔ اور جب پھر کسی شرط کا خلاف وقوع پذیر ہو ہر بار ایک ماہ کیلئے اختیار حاصل ہوتا رہے گا مگر یہ اختیار ایک ہی نکاح تک محدود رہے اگر کسی طرح طلاق اور علیحدگی کے بعد نکاح کا اعادہ ہو تو اس نکاح کے بعد یہ اختیار و شرائط نہیں بلکہ اس وقت جو کچھ دوبارہ طے ہو جائے اس کے موافق عمل درآمد ہوگا۔ شرائط یہ ہیں۔

شرطِ اوّل .... شرطِ دوم .... شرطِ سوم .... اس کابین نامہ واقرار نامہ کو میں نے خود پڑھنے / سننے کے بعد خوشی سے منظور کیا۔ اور آج اس پر بتاریخ .... ماہ .... دستخط / نشانی انگشت کرتا ہوں۔ العبد ....

گواہ شد[1]، گواہ شد[2]، گواہ شد[3]، گواہ شد[4]، گواہ شد[5]، گواہ شد[6]، گواہ شد[7]، گواہ شد[8]، گواہ شد، (یہ لوگ گواہ بھی ہوں گے اور پنچ بھی اس لئے سمجھدار ہوں)

فصل سوم

اظہارِ مسرّت

احادیث تقسیم خرما و ولیمہ

[۲۴] بی بی فاطمہ کے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبق خرما لٹایا۔ (الصالحات)

[۲۵] فرمایا۔ ولیمہ کا کھانا پہلے دن (یعنی شبِ زفاف کے بعد) تو حق ہے دوسرے دن کا کھانا بھی میری سنّت ہے لیکن تیسرے دن کا کھانا محض نمود اور دکھاوا ہے اور جو شہرت کی نیت کرے گا اللہ اُسے بدنام اور تشہیر کریگا۔ (ترمذی)

[۲۶] فرمایا بدترین دعوت وہ ہے جس میں امیر اور دولت مند تو بلائے جائیں اور غریب و محتاج چھوڑ دیئے جائیں۔ (جمع الفوائد)

[۲۷] فرمایا ان دو آدمیوں کی دعوت قبول نہ کیجائے۔ اور ان کا کھانا نہ کھایا جائے جو باہم ضیافت میں (مہمانوں یا کھانوں کی کثرت پر) لاگ ڈاٹ کریں۔ (جمع الفوائد)

[۲۸] فرمایا۔ بدکاروں اور فاسقوں کی دعوت قبول نہ کی جائے۔ (جمع الفوائد)

[۲۹] فرمایا جو شخص دعوت میں بُلایا جائے اور نہ جائے اس نے اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف کیا لیکن جو شخص بے بُلائے جائے وہ جاتے وقت چور ہے اور آتے وقت ڈاکو۔ (جمع الفوائد)

[۳۰] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بی بی صفیہ سے نکاح کر کے کھجور اور ستّو کا ولیمہ کیا۔ (ترمذی)

[۳۱] ابو شعیب انصاری رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بہت عمدہ گوشت پکاتا تھا۔ اُنہوں نے غلام سے کہا پانچ آدمیوں کیلئے، کھانا پکاؤ۔ شاید میں پانچواں مہمان خود نبیِ اکرم

صلے اللہ علیہ وسلم کو بُلاؤں تو اُس نے تھوڑا سا کھانا (پانچ آدمیوں کی بقدر) پکایا اس کے بعد ابو شعیب رضی اللہ عنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بُلانے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے تو آپ کے ساتھ ایک آدمی اور ہولیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو شعیب یہ ایک شخص ہمارے ساتھ ہولیا ہے۔ اگر تم چاہو تو اس کو بھی (آنے اور کھانے کی) اجازت دو۔ اور اگر چاہو تو ان کو جانے دو۔ انہوں نے کہا میں ان کو بھی اجازت دیتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی ایک ایرانی تھا تو اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا پکایا۔ پھر وہ آپ کو بُلانے چلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اور یہ بھی چلیں (بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کیا) اس نے کہا نہیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ پھر میں بھی نہیں جاتا۔ وہ چلا گیا مگر پھر آپ کو بلانے لوٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کیا ان (عائشہ رض) کی بھی دعوت ہے تو اُس نے کہا نہیں تیسری بار اُس نے آکر کہا بہت اچھا ان کی بھی دعوت ہے تو آپ اور بی بی عائشہ رض اُس کے گھر کی طرف جانے لگے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ولیمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے آئے ہوئے دودھ کو تقسیم کیا۔ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ولیمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی صحابہ کے پاس سے کھانا منگوا کر سب کو ساتھ کھلایا۔ (بہشتی زیور جلد ۲)

آداب و احکام

(۱) نکاح کی خوشی میں مسرت کا اظہار۔ ایک تو محفلِ نکاح میں کھجور یا بادام و مصری تقسیم کرنا ہے۔

کھجور کا تقسیم کرنا اور بکھیرنا دونوں ہی طریقے "معمول اکابر رہے ہیں" مقام نکاح اور حاضرین نکاح کو دیکھتے ہوئے کہیں بکھیرنا بھی قابل عمل ہوسکے گا وہاں

بکھیر سکتا ہے ورنہ عام طور پر تقسیم کرنا ہی بہتر ہے بالخصوص ایسی صورت میں کہ محفلِ نکاح مسجد میں منعقد ہو رہی ہو۔

(۲) مسرتِ نکاح کا دوسرا اظہار دعوت ولیمہ ہے۔ ولیمہ کی حیثیت اور درجہ عام دعوت کی طرح ہے۔ شرع نے ولیمہ کو کوئی زیادہ مرتبہ نہیں دیا ہے۔

پس دعوت کرنے والے کو پورا اختیار ہے کہ جس جس کو چاہے بُلائے اور جس جس کو چاہے نہ بُلائے اور کسی دوسرے کو ذرا بھی حق نہیں کہ اس پر اعتراض کرے یا اپنے نہ بلائے جانے کی شکایت کرے یہ بہت اچھی بات ہے۔

(۳) زفاف یعنی زن و شوہر کی یکجائی کے بعد اگلی صبح کو دعوت کرنے کا اصلی وقت ہے اور اس کے دوسرے دن تک بھی سنّت ہے لیکن تیسرے دن یا اس کے بعد دعوت کرنا محض شہرت اور ریاکاری کے لئے ہے۔ اس میں شرکت نہ چاہئے۔ دیکھو حدیث ۲۸

اس دیر کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ شخص فضولیات کا یا شہرت کے لئے بڑی دعوت کا انتظام کر رہا ہے۔

(۴) ولیمہ میں ایک بار حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف حلوا یا حریرہ کھلایا ایک بار کھجوریں بانٹیں اور ستّو پلایا۔ ایک بار دودھ کا ایک ایک پیالہ چند آدمیوں کو پلوا دیا۔ (آجکل کے عرف میں چائے، لسّی، شربت پلانا بھی اسی میں داخل ہے)

ایک بار سب صحابیوں کے گھروں سے اُن کے کھانے منگوا کر اپنے گھر اپنا کھانا بھی ساتھ رکھکر سب نے ساتھ کھایا۔ یہی ولیمہ تھا۔ ایک بار صرف گوشت روٹی کھلادی جس کو بڑی دعوت شمار کیا گیا۔

غرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کو روز کی معمولی غذا سے زیادہ مرتبہ نہیں دیا۔ اب اس کو زیادہ مرتبہ دے دینا اور پھر برابر اسی کی پابندی کرنا

تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

(۵) دلیمہ میں جو بلایا گیا ہو وہ ضرور جائے پھر چاہے کسی عذر سے کھانا نہ کھائے صرف بیٹھا رہے لیکن جو بلایا نہ گیا ہو وہ ہرگز نہ جائے نہ اُس کی شکایت کرے۔

(۶) ہر دعوت کو قبول کرنا ہی سنت نہیں ہے۔ بلکہ اکثر دعوتوں کو رد کر دینا بھی سنت ہے۔ فاسق و بدکار کی دعوت۔ لاگ ڈانٹ والے کی دعوت۔ شہرت کی دعوت جس میں پانچ اور سات کھانے کی پابندی کی گئی ہو۔ جہاں خلافِ شرع دیگر رسوم ہونے والے ہوں۔

(۷) حدیث ۳۱، ۳۲ کو غور سے سنو اور دیکھو۔ میزبان پر دباؤ ڈالنا۔ اس کو ذلیل اور پریشان کرنا۔ اس کی بغیر مرضی اس کا کھانا کھانا حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک اجازت نہیں لے لی۔ تب تک ایک زائد آدمی بھی آپ اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ ۸ نکاح میں مسرت کا اظہار اور دعوت صرف لڑکے والوں پر ہے۔ لڑکی والوں پر نہ دعوت ہے نہ اظہارِ مسرت۔ پس وہ اہلِ بستی کی دعوت نہ کریں۔

فصل چہارم

وداع - جہیز

احادیث فرمایا[۳۳] جب کوئی مرد ثیبہ (دواہی عورت) پر کنواری کو بیا ہے تو اُس کے پاس سات دن مسلسل رہے، اس کے بعد اپنی بیبیوں میں باری باندھے اور جب کسی ثیبہ سے نکاح کرے تو اُس کے پاس تین دن مسلسل رہے، پھر باری باندھے۔ (جمع الفوائد)

"حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بعض دوسری روایات کی بناپر فرماتے ہیں کہ تقاضائے عدل یہ ہے کہ اگر کنواری کے پاس سات دن رہے تو دوسری بیویوں کے پاس بھی ایک ایک بار سات سات دن رہنا ہوگا۔"

فرمایا[۳۵] جب کوئی عورت اپنے میکے آکر سسرال کی شکایت یا برائی کرتی ہے تو مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے۔ (جمع الفوائد)

فرمایا[۳۶] علی رضی اللہ عنہ گھر کے باہر کا کام کرلیا کریں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے اندر۔ (الصالحات)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ چیزیں جہیز میں دیں۔ سر یر (پلنگ یا تخت)، مشکیزہ، پانی کا گھڑا، چکی، پیالہ، تکیہ، کمبلی، وشک کے گدے، سوسی کی چادر۔ چاندی کا باز وبند۔ (الصالحات وغیرہ)

اور نسائی میں ہے کہ تکیہ، مشکیزہ، کمبل دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، پانی منگا کر اپنی کُلّی اُس میں ڈالی۔ پھر بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر اور سینہ پر کچھ پانی چھڑکا اور دُعا کی کہ الٰہی انکی اولاد کو شیطان سے بچا پھر پُشت کی طرف دونوں شانوں کے درمیان پانی چھڑکا

اور دُعا کی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانی منگا کر اس میں اپنی کُلّی ڈالی اور اُن کے بھی پُشت سینے پر پانی چھڑک کر دہی دُعا کی۔ (حصنِ حصین)

فرمایا[۳] جب مرد شادی کرے تو بیوی کے ماتھے کے بال کو ہاتھ میں لیکر یہ دُعا مانگے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ۔ (جمع الفوائد)

ترجمہ:- یا اللہ! میں آپ سے اس کی خوبی اور اس کی فطرت وجبلّت کی خوبی مانگتا ہوں۔ اور آپ کی پناہ میں آنا چاہتا ہوں اس کی برائیوں سے اور اس کی فطرت وجبلّت کی خرابیوں سے۔

فرمایا[۳] :- جب تم (مسلمانوں) میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جانا چاہے، تو یہ دُعا مانگے " بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔ (بخاری) **ترجمہ:**- یا اللہ ہم کو شیطان سے اور شیطان کو ہماری اولاد سے دُور رکھ)

آداب و احکام

(۱) وداع اور رخصتی ہندوستان میں ہزاروں رنجشوں اور لڑائیوں کی جڑ ہے۔ مسلمانوں نے طریقۂ رسول سے منہ موڑا اور غیر مسلموں کا طریقہ اختیار کیا۔ تو اللہ نے اپنی عنایت اور حفاظت اُن پر سے اٹھالی۔ اسلئے پریشانیاں، لڑائیاں سبھی کچھ بھگتنا پڑ رہا ہے۔

وداع میں جھگڑے دو سبب سے ہوتے ہیں اوّل لڑکی کے والدین کا اندھی محبّت میں یہ چاہنا کہ لڑکی پہلے کی طرح بعد نکاح بھی ہمارے پاس رہے دوسرے لڑکی جب سُسرال سے آتی ہے تو میکے والے کھود کرید کر سُسرال کے حالات پوچھتے ہیں اور لڑکی ناسمجھی میں شکایات بیان کرتی ہے۔ اُس کو لڑکی کے والدین اُسی طرح صحیح مان کر سمدھی سے جواب طلبی کرتے اور لڑنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ (۲) پہلی بات کا عقلی اور شرعی فیصلہ یہ ہے کہ لڑکی نکاح کے بعد اللہ اور

رسول کے حکم سے ماں باپ کے اختیار سے بالکل نکل جاتی ہے اور شوہر کے اختیار میں آجاتی ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ ماں باپ ہفتہ میں ایک بار ایک دن کے لئے لڑکی کو دیکھنے آسکتے ہیں۔ یا اسی طرح شوہر کی اجازت سے ہفتہ میں ایک بار ایک دن کیلئے لڑکی بھی ماں باپ کے یہاں جاسکتی ہے۔ اسلئے ماں باپ کا یہ اصرار کہ لڑکی ہمارے یہاں زیادہ رہے پھر یہ طریقہ کہ جب شوہر خود یا کسی کے ذریعہ بیوی کو بلانا چاہے تو اُسں کو خالی واپس کردیں اور لڑکی کو روک لیں۔ یہ خیال شوہر کے دل میں غصّہ اور ضد پیدا کرتا ہے۔ وہ اس کو اپنے حق میں مداخلت اور اپنی توہین سمجھتا ہے لڑکی والوں کا یہ فعل لڑکی کے حق میں دشمنی ہے۔

ان کو چاہیئے کہ داماد کی مخالفت نہ کریں۔ چوتھی چالے ہندو قوم کے رسوم ہیں۔ جن کے یہاں بیٹی کے بیاہ کے معنیٰ ہیں اُس کی موت اور ہمیشہ کی جدائی کے کہ نہ وہاں جاسکیں نہ کھا سکیں۔ مسلمان ماں باپ تو ہر ہفتہ بیٹی کے یہاں جاسکتے اور کھا سکتے اور اپنے یہاں بُلا سکتے ہیں۔ اس لئے ان کو یہ رسوم ترک کرنے لازم ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول میں سے کسی کے حالات میں وداع کے چالے یا رُخصتی پر جھگڑے کہیں نظر نہیں آتے۔

(۳) دوسری بات کے لئے مسلمان مرد و عورت کو لازم ہے کہ نکاح کے وقت لڑکی سے نرمی اور شفقت سے سمجھا کر کہدیں کہ بیٹی! اللہ تمہیں سُسرال میں ہر دلعزیز بنائے رکھے مگر ہم کبھی تم سے وہاں والوں کی کوئی شکایت نہیں سُننا چاہتے اور اگر کچھ کہوگی تو ہم صاف بتائے دیتے ہیں کہ ہم کچھ مدد نہیں کرسکتے اپنی قسمت پر راضی وشاکر رہنا وہاں کی ناگوار بات کو برداشت کرنا کسی کو ناخوش کرنے کا قول یا فعل خود نہ کرنا۔ اللہ کو یاد رکھنا۔

(۴) لڑکی کو جو کچھ سامان ملتا ہے وہ دراصل لڑکی کی ملکیت ہے۔ شوہر کو اس کے استعمال کا حق تو ہے مگر نہ اُن چیزوں کو وہ خود بیچ سکتا ہے نہ رہن کر سکتا ہے نہ کسی کو دے سکتا ہے۔ لڑکی اُن کی مالک ہے۔

(۵) لڑکی کا باپ جو کچھ سامان دے تو واضح طور پر بتا دے کہ میں فلاں فلاں چیز لڑکی کو دیتا ہوں اور فلاں چیز داماد کو۔ پس جو چیز داماد کو دے ان کا وہ مالک ہے لڑکی اپنے مال اور زیور اور اشیاء کا حساب اور خیال خود رکھے۔ اگر زیادہ مال ہو تو پھر اس پر زکوٰۃ صدقہ، فطر، قربانی وغیرہ خود ادا کرے یا شوہر سے ادا کرنے کو کہدے۔ بہر حال خود خیال اور اہتمام رکھے اور اپنے خرچ کے لئے شوہر سے اپنے جیب خاص کے نام سے روپیہ دو روپیہ یا جیسی حیثیت و حالت ہو ماہ بماہ لیا کرے اور جمع رکھے۔ اور زکوٰۃ وغیرہ کے موقع پر خرچ کرے۔

(۶) جہیز کا مسئلہ مسلمانان ہند کی تباہی کا باعث بنا ہوا ہے اس لئے اسکی حقیقت اور اس کا درجہ اور جہیز فاطمی کی حقیقت یہاں ذرا وضاحت سے لکھی جاتی ہے (الف) جہیز دینا محض تبرّع اور سنتِ غیر مؤکدہ ہے (ب) جہیز کا مقصد یہ ہے کہ اور تھا کہ لڑکی جس گھر میں جارہی ہو وہاں سامان نہ ہو تو لڑکی، داماد کو تکلیف ہوگی اسلئے ضروری گرہستی کا سامان دیا جائے۔ (ج) غیر ضروری جہیز اگر دیا جائے تو اُس کا معیار یہ ہونا چاہیئے کہ باپ کے پاس اُس وقت جتنا اسباب یا نقد ہے وہ اگر اس کے شرعی ورثار (لڑکا لڑکی بیوی وغیرہ) پر تقسیم کیا جائے تو وہ حصہ رسدی میں ایک لڑکی کو جتنا مل سکتا ہو اتنا دیا جائے۔ (د) جہیز فاطمی کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پالا تھا۔ مدینہ میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ جب آپؐ نے اُن کو بیٹی بیاہی اُس وقت آپ

ہی لڑکی والے بھی تھے اور آپ ہی لڑکے والے بھی تھے۔ چنانچہ آپؐ نے بی بی فاطمہؓ کے نکاح میں اکثر کام بیٹے والے بن کر کیے ہیں۔ اوّل رخصتی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کوئی مکان الگ ٹھیک کرو۔ (الصالحات)

چنانچہ انہوں نے ایک مکان کرائے پر لیا۔ یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے والا بن کر کیا ورنہ جب ان کے گھر نہیں تھا تو آپ اُن کے نکاح میں بیٹی نہ دیتے۔ اس لئے کہ آپ ہی حکم دے چکے تھے کہ جس کے پاس نان نفقہ سکنیٰ کی حیثیت ہو وہ نکاح کرے۔ دوم آپ نے اپنی دو بیبیوں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ "فاطمہ کے نئے مکان (حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا مکان) کو تم جا کر درست کرو اور اُنہوں نے جا کر اُسے لیپا۔ (جمع الفوائد)

یہ کام بھی آپ نے لڑکے والا بن کر کیا۔ ورنہ بیٹی والا یہ نہیں کیا کرتا کہ دولھا کا مکان لیپے اور درست کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کرایہ کے مکان میں کچھ دن رہے پھر حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا مکان رہنے کو دیا۔ (الصالحات)

سوم شام کو آپ نے بی بی ام ایمن رضی اللہ عنہا کو بلایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اُن کے گھر لے جاؤ۔ (جمع الفوائد)

یہ کام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے والا بن کر کیا ورنہ کوئی لڑکی والا اپنی بیٹی اپنے اہتمام سے دولہا کے گھر نہیں بھیجتا۔ بس اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس الگ رہنے کا کچھ سامان تو ہے ہی نہیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑکے والا بن کر تخت، مشکیزہ، گدا، کمبلی، چکی وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نئے گھر بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تھا۔ پس سوا بازو بند اور سوسی کی چادر کے کہ یہ چیزیں تو واقعی بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا

کی تھیں جو اُن کے ساتھ کردیں۔ باقی سب چیزیں وہ تھیں جن کا مہیّا کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر واجب تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ان کی پرورش کی تھی اس لئے کچھ ضروری سامان اپنے گھر میں سے نکال کر ان کو دیا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بیٹیوں کے مال میں جہیز کے ان سامانوں کا کہیں ذکر و اشارہ بھی غالبًا اسی لئے نہیں ملتا کہ ان کو جس گھر میں جانا تھا وہاں یہ سامان موجود تھا۔ بی بی زینب رضی اللہ عنہا کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا زیور دیدیا اور بس!

پس اگر جہیز کو سُنّت سمجھ کر کوئی دے تو اُسے چاہیئے کہ اسی لڑکی کو دے جس کی شادی بالکل نادار لڑکے سے ہو اور گھر کے موجود سامان ہی میں سے دے اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جہیز تو اُنھیں شرائط کے ساتھ تھا۔ فوری ضرورت کا سامان دے نہ یہ کہ چار کاسٹ اور پیدا ہونے بچہ کے لئے کاجل دانی۔ دولہا کے دوستوں کے لئے کرسیاں وغیرہ، اسی طرح جیسے پہلی فصل میں گزرچکا۔

دیگچی، پتیلی، پیالے، رکابی، پلنگ، لحاف، توشک پردہ یہ سب لڑکے والا... درست کرے۔ آج اگر کوئی لڑکی والا پلنگ، بستر، برتن وغیرہ دینا چاہے تو دے گناہ نہیں مگر سمجھ کر دے کہ یہ سب لڑکے والے پر ضرور تھا۔ اور یہ میرا جہیز دینا سنّت نہیں محض تفریح ہے یا یہ کہ یہ داماد کو دے رہا ہوں اس کی مالک میری بیٹی نہیں ہے۔ تاکہ جدائی کی صورت میں ان چیزوں کی واپسی کا جھگڑا نہ اُٹھے۔

(۷) زن و شوہر میں جُدائی ہونے کی صورت میں مرد کا یا عورت کا یا ان کے رشتہ داروں کا یہ فعل کہ سامان غائب کرنے لگیں چُرانے اور غصب کرنے لگیں بہت خفیف الحرکاتی ظلم، حق تلفی اور گناہ ہے۔ سب پر لازم ہے کہ تمام چیزیں ساری برادری کے علم میں لاکر کسی ایمان دار کے پاس جمع کردیں اور جلد سے جلد تین دن

کے اندر شریعت کے موافق اس کی تقسیم کرکے اس کے مالکوں کو پہنچا دے۔

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے اندر کے کام بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرما کر گویا تمام اُمت کی عورتوں کے لیے پیسنا، پکانا، سینا، گھر کی صفائی، سامان کا انتظام، بچوں کی پرورش وغیرہ کو عرف و دستور بنا دیا۔

لیکن مردوں کو اس معاملہ میں انصاف، رحم اور انسانیت سے کام لینا چاہیے۔ عورت کے ذمہ مرد کے دوستوں کی روزانہ خدمت نہیں ہے اور نہ مرد کے تمام رشتہ داروں کا کھانا پکانا۔ اُن کی سخت سُست باتیں سُننا، اُن کی ناز برداری کرنا اُس کے ذمہ ہے۔ اُس کے ذمہ تو صرف شوہر کی خدمت و فرمانبرداری ہے باقی شوہر کے والدین کی خدمت و اطاعت۔ تو یہ اُس کے فرائض میں سے نہیں ہے ہاں احتراماً کر سکتی ہے۔ بچوں کی بعض پرورش اور گھر کے بعض کام خود مرد بھی کر کے اس کا ہاتھ بٹائے۔

فصل پنجم

معاشرتِ نبوی

آیات واحادیث قرآن میں ہے۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ الخ ترجمہ۔ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی گزران اور نباہ کرو۔ اگر تم کو اُن کی کچھ بات ناگوار بھی گزرے تو ممکن ہے کہ جس بات کو تم پسند نہیں کرتے اللہ تعالیٰ اُس کے اندر بہت سی خوبیاں اور بھلائیاں بھی بنادے۔ (النساء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۱۳۹] جس مرد نے اپنی بی بی کی کج خلقی پر صبر کیا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو اتنا اجر دے گا جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے امتحان پر دیا تھا۔ اور جس عورت نے اپنے شوہر کی بدمزاجی پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو آسیہ بی بی رضی اللہ عنہا کا سا ثواب دے گا۔ (زرین العلم)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے کچھ کام (بیبیوں کے ہاتھ بٹانے کیلئے) خود بھی کرلیا کرتے تھے۔ جھاڑو دے لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے۔ ( )

فرمایا[۱۴۰]:۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ زیادہ اچھا ہو۔ اور میں تم سب سے زیادہ بہتر سلوک اپنی بیبیوں کے ساتھ کرتا ہوں۔ (ترمذی)

فرمایا[۱۴۱]:۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بُرا شخص وہ ہے کہ اُس نے خلوت میں بی بی سے کچھ کہا یا بیوی نے کچھ کہا۔ پھر یہ شخص عورت کا راز ظاہر کرتا پھرے۔ (مسلم)

فرمایا[۱۴۲]:۔ جب کسی کو کوئی اجنبی عورت اچھی معلوم ہو تو اُسے فوراً اپنی بیوی کے پاس جانا (اور اُس سے فراغت کرنا) چاہیئے کیونکہ عورت ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ (دارمی)

فرمایا۴۵:۔ جب بیوی کے پاس جاؤ تو لباس پہنے رہو۔ جانور کی طرح ننگے نہ ہو جاؤ
(جمع الفوائد)

فرمایا۴۶:۔ جو حیض میں بیوی کے پاس جائے اور حمل رہ جائے پھر بچہ کوڑھ ہو جائے تو وہ خود اپنے آپ کو الزام دے۔ (جمع الفوائد)

حضور۴۷ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباشرت کے بعد (بدن ٹھنڈا ہونے پر) اکثر تو اُسی وقت غسل یا وضو کر لیا پھر سو رہے اور صبح کو نہائے۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ ویسے ہی سو رہے صبح کو نہائے۔ اگر ایک بار کے بعد پھر ارادہ ہوا تو درمیان میں غسل یا کم سے کم وضو ضرور فرما لیتے۔ (سفر السعادۃ)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو کبھی کہانی سُنائی اور کبھی اُن سے کہانی سُنی۔ (جمع الفوائد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں میں غسل فرما کر گرم ہونے کیلئے بی بی کے پاس لحاف میں لیٹ رہتے۔ (ترمذی)

حضور۵۱ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں کے حیض کی حالت میں پاس بیٹھتے ساتھ کھاتے، ان کو چھوتے، بوسہ لیتے، اختلاط کی باتیں کر لیتے مگر صحبت نہ فرماتے،
(جمع الفوائد)

فرمایا۵۲:۔ اپنی بی بی کو کوئی بے دردی سے نہ مارے۔ شاید شب میں پھر اس کے پاس جانا چاہے تو پھر آنکھیں کیسے ملیں گی۔ (بخاری)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ آؤ عائشہ دوڑیں۔ دوڑ ہوئی۔ بی بی عائشہ آگے نکل گئیں۔ چند سال بعد آپ صلعم نے پھر فرمایا آؤ عائشہ دوڑیں۔ دوڑ ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے اور فرمایا۔ عائشہ! یہ اس پہلی دوڑ کا بدلہ ہے۔ (جمع الفوائد)

۵۳ فرمایا:۔ اگر مرد بیوی کو بستر پر بُلائے تو وہ انکار نہ کرے۔ شوہر ناخوش ہوگا تو خدا بھی ناخوش ہوگا۔ (جمع الفوائد)

آداب واحکام

(۱) بی بی کو لونڈی، ماما نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ برادری میں مرد کے برابر شریف اور ہمسر ہے گو عُمر میں کچھ چھوٹی۔ پس اس کے ساتھ سلوک گزران کرنے میں، کھلانے پلانے میں، یا معاملہ، گفتگو میں، یا کسی کام کو کہنے وغیرہ میں اس کو دوست اور محبوب سمجھ کر سلوک کرنا چاہیے۔

(۲) عورت ایک خدائی حکم سے مَرد کے یہاں آتی اور اپنے والدین، سہیلی مکان اور ہر محبوب چیز کو چھوڑ کر آتی ہے۔ مَرد کا گھر اُس کے لئے نئی جگہ ہے۔ اسلئے انسانیت یہ ہے کہ اس کی دل جوئی کا زیادہ خیال رکھا جائے۔ اُس کی بعض کوتاہیوں سے درگزر کیا جائے۔ اور اس طرح اس کے ساتھ رہے کہ اس کو ماں باپ، بہن بھائی، وطن سب کچھ بھول جائے۔

(۳) عورت کو اس کا احساس زیادہ اور برابر رہتا ہے کہ مَرد میرا محتاج ہے اسلئے اس کے اندر ایک طرح کا انکار، پندار، استغنار۔ ناز اس کی فطرت ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور شاید حدیث "عورت پسلی کی ہڈی کی طرح ٹیڑھی ہے" اپنی معنوی وسعتوں کے لحاظ سے اس کی اس فطرت پر بھی روشنی ڈالتی ہو) پس اس کا ٹیڑھ تو نکل نہیں سکتا۔

مرد ہی کو چاہیے کہ اس کے ٹیڑھ کی گنجائش اپنے دل میں نکال لے، وہ حوّا کی بیٹی ہے۔ وہ ہوّا بنے تو بنے مرد کو ہوّا بننے کا کوئی موقع نہیں۔ بڑے کی بڑائی تو اسی میں ہے کہ اس میں حلم وتحمّل زیادہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے۔ اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی خیال سے اپنی ازواج مطہرات میں ہنستے بولتے

رہتے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جن کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت بھی ۱۸ سال سے زائد نہیں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوڑ حالانکہ آپ کی عمر ۵۳ اور ۶۳ سال کے بیچ میں تھی۔ ان کی دل جوئی ہی کے خیال سے تھی۔ نیز اس لئے تھی کہ عورتیں اپاہج نہ ہونے پائیں۔

اسی طرح آپ کی ازواج میں باہم مذاق تفریح اور جائز رقابت کی باتیں آپ کے سامنے ہوتیں۔ آپ اس سے لطف اُٹھاتے دیکھتے رہتے۔ اگر کوئی قابلِ اصلاح بات ہوتی تو فوراً تعلیم و اصلاح فرماتے۔

(۵) عورت کی بد مزاجی اور سرکشی ہو تو مرد کو چاہیے کہ اوّل تحمل کرے پھر عورت کو خود نرمی سے سمجھا دے۔ اگر نہ مانے (تو اپنے دینی مصلح سے عرض حال کر کے حسب ہدایت عمل کرے)

(۶) بدمزاجی نہ چھوڑے تو دھمکائے اور غصّہ کا اظہار کرے۔ اس پر بھی نہ مانے تو تین دن تک یا دس دن تک بستر الگ کر دے مگر گھر میں رہے باہر نہ جائے۔ پھر بھی سزا و سختی کی ضرورت ہو تو مارے مگر چہرہ پر نہ مارے نہ اتنا مارے کہ ہڈی ٹوٹ جائے۔ یا زخم ہو کر خون نکل آئے۔

اگر بدچلنی دیکھے تو جلدی نہ کرے پوری تحقیق کر کے تب طلاق دے۔ مگر اس میں جلدی نہ کرے۔

(۷) اگر دونوں میں جھگڑا ہو تو طرفین کے دو دو پنچ جمع ہو کر صلح کرا دیں۔ اگر وہ دونوں صفائی کر لینا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ موافقت کرا دے گا۔

(۸) مرد پر لازم ہے کہ اس کو دین سکھائے، نیک تمیز سکھائے، بُری اور ناگوار باتوں کو شروع ہی سے روکے۔

(۹) عورت کو خرچ دیکر صاف بتا دے کہ یہ رقم تم کو ہبہ ہے یا گھر کے خرچ

کے لئے ہے جو زائد بچے وہ میرا ہے امانت رکھا جائے۔ اسی طرح زیور یا قیمتی کپڑے بنوائے۔ تو صراحت کر دے کہ تم کو دے ڈالتا ہوں تم مالک ہو یا میری امانت ہے ابھی استعمال کرو پھر لے لوں گا۔ مالک میں ہوں۔

(۱۰) مرد کو لازم ہے کہ جماع میں اعتدال ملحوظ رکھے اس کی زیادتی سے عقل خراب ہو جاتی ہے۔ رعشہ اور مرگی وغیرہ بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حیض میں جماع سے بچے۔ اس وقت فاسد مادہ اُس کے بدن سے نکلتا ہے وہ مرد کو مضر بھی ہے اور از روئے شرع اس وقت جماع حرام بھی ہے۔

اجنبی عورت پر نگاہ پڑنے اور پسند آنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج بتایا ہے کہ مادہ کا اسی وقت نکل جانا بہتر ہے۔ پس بیوی سے خلوت کر لے۔ مباشرت کے کچھ دیر بعد پیشاب کر لینا۔ پھر غسل یا کم سے کم وضو کر لینا۔ مباشرت کے وقت منہ بند رکھنا۔ غسل کے بعد کچھ میٹھا کھا لینا طب میں مفید ہے۔

(۱۱) عورت کو مرد کے حکم کے خلاف کبھی نہ کرنا چاہیئے۔ اس کی خوشی میں خدا کی بھی خوشی ہے۔ اگر چولھے پر کچھ پکا رہی ہو۔ اور مرد بلائے تو ہانڈی چھوڑ کر اس کے پاس چلی جائے۔

(۱۲) بچوں کے لئے جو سامان بنائے ان کا مالک اُن کو نہ بنائے۔

فصل ششم

پردہ، طلاق، بیوی اور والدین کے حقوق

احادیث پردہ

۵۴ فرمایا:- بتاؤ عورت کے لئے سب سے بہتر چیز کیا ہے؟ صحابہ چُپ رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گھر آکر بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے وُہی سوال کیا تو بی بی فاطمہ نے فرمایا عورت کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ اُس کو دوسرے مَرد نہ دیکھنے پائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جاکر بیان کیا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے (خوش ہوکر) فرمایا ہاں! کیوں نہ ہو فاطمہ میرے ہی کلیجے کا تو ٹکڑا ہے (وہ ٹھیک سمجھی) (جمع الفوائد)

قرآن میں ہے اے عورتو! اپنے گھروں کے اندر رہو۔ (احزاب)

آداب و احکام

(۱) پردہ دراصل زنا کاری سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ پردہ سے عورت میں حیا اور اطاعت کا مادہ زیادہ رہتا ہے اور بزرگوں نے لکھا ہے کہ پردہ اور اطاعت اور حیا کی ہی صورت میں عورت اپنی اصل غرض پیدائش نسل کے کام آسکتی ہے۔

بے پردگی اور بے حیائی سے وہ اپنی غرض پوری نہیں کرسکتی۔ پردہ کا رواج رہے تو زنا نہیں پھیل سکتا۔ جہاں بھی زنا پھیلا ہوگا۔ وہاں پردہ ہی سے کم یا زیادہ غفلت برتنے کی وجہ سے پھیلا۔

(۲) عورت کے معنیٰ ہی ہیں ڈھانکنے چھپانے کی چیز۔ اوپر قرآن کی آیت اور حدیث ۵۴ سے اس کی تاکید اور حکم معلوم ہوتا ہے۔ پس عورت کو سر سے پیر تک خاص کر اُس کو اپنے بال اور گردن سے لے کر ٹخنہ تک جسم بڑے اہتمام سے

شوہر اور محرم مردوں کے علاوہ سب سے چھپانا چاہیئے" نیز آواز میں تیزی اور بلندی نہ چاہیئے دھیمی اور پست آواز میں بولنا چاہیئے۔ لہجہ سادہ ہونا چاہیئے۔ شوہر کے سوا کسی سے شوخی یا تبسم کے ساتھ بات نہیں کرنی چاہیئے۔

(٦) عورت کے محرم (یہاں محرم سے وہ مرد مراد ہیں جن سے پردہ نہیں ہوتا) یہ لوگ ہیں۔ حقیقی باپ۔ رضاعی باپ، سسر، بیٹا، شوہر، سوتیلا بیٹا، سگا بھائی، ماں شریکے بھائی۔ باپ شریکے بھائی، ان تینوں قسم کے بھائیوں کے بیٹے، ان تینوں قسم کی بہنوں کے بیٹے، ماموں، چچا، مسلمان عورتیں، مسلمان مامائیں یا نوکرانیاں، پاگل اور بے عقل، نابالغ لڑکے، نابالغ دھوبی نوکر وغیرہ،

عورت ان قسم کے لوگوں کے سامنے ہوسکتی ہے اور یہ لوگ عورت کے سامنے آسکتے ہیں۔ یعنی شوہر تو عورت کا سارا بدن اور یہ لوگ اس کا چہرہ، سر کے بال، گردن، پنڈلیاں، بازو، کہنی تک ہاتھ، ہتھیلی دونوں پاؤں کو دیکھ سکتے ہیں۔ ان اعضاء پر ان لوگوں کی نظر پڑنے میں گناہ نہیں۔

(۴) عورت کے لیئے نامحرم لوگ یہ ہیں۔ تمام اجنبی مرد مسلم ہوں یا کافر۔ کافر عورتیں، بالغ نوکر یا دھوبی وغیرہ، چچیرے، ممیرے، پھوپھیرے، خلیرے بھائی، دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی، پھوپھا، خالو، ان تیرہ قسم کے لوگوں کے سامنے نہیں ہوسکتی۔ یعنی یہ لوگ عورت کے دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں تو دیکھ سکتے ہیں مگر چہرہ، گردن، سر کے بال، پنڈلیاں، کلائیاں نہیں دیکھ سکتے،

یہ مطلب نہیں کہ بلا ضرورت ہر جگہ بے پردہ صورت دکھاتی پھرے۔

(۵) مرد کیلیئے تمام اجنبی عورتیں، بھاوج، چچی، ممانی، سالی، سلہج، چچیری، ممیری، خلیری، پھوپھیری بہنیں نامحرم ہیں اُن سے اُسے پردہ کرنا چاہیئے اور نابالغ لڑکیاں بھتیجی، ماں، خالہ، پھوپھی، بیوی، ساس، بیٹی، سوتیلی بیٹی، بہن، ماں شریک بہن، باپ

شریک بہن، بھانجی مَرد کی محرم ہیں۔

(۶) عورت کو نامحرم مردوں سے خصوصًا دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی سے چہرے کا، لباس وزیور کا پورا پردہ کرنا چاہیئے۔ لیکن چونکہ بعض گھرانوں میں ایسے قریبی رشتہ داروں سے پورا پردہ کرنے میں سخت تنگی پیش آتی ہے۔ ایسی مجبوری کی حالت میں عورت کو چاہیئے کہ (الف) ان لوگوں کے ساتھ تنہائی ہرگز نہ ہونے پائے۔ (ب) ہنسی، مذاق، شوخی سے گفتگو نہ کرے۔ فحش باتیں، مباشرت کے کنائے نہ خود کہے نہ کسی مرد کو ایسی باتیں کرنے کا موقع دے۔ (ج) اُن سے نظر نہ ملائے۔ بال خوب ڈھانکے ہوئے رہے۔ (د) سر جھکائے ہُوئے اپنے کام میں لگی رہے (ہ) پانی، کھانا، اپنے ہاتھ سے نہ دے کسی سے بھجوادے اس کے بعد اگر ان لوگوں کی نظر عورت کے چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں پر پڑ جائے تو گناہ نہیں۔ قصدًا نہ دیکھے۔

(۷) گھونگرو دار زیور، کپڑے۔ چھڑے جو گڑے سے بجیں صرف شوہر کے سامنے پہنے جائیں اور اگر پہنے رہے تو چلنے میں پاؤں زمین پر زور سے نہ رکھے۔

(۸) مجبوری کے وقت عورت غیروں سے ضروری باتیں بھی کر سکتی ہے مگر جیسا قرآن میں ہے کھُرّے لب ولہجہ میں ہو روکھے پن اور تیز آواز سے ہو۔ لوچدار آواز سے نہ ہو۔ یہ روکھاپن بداخلاقی نہیں بلکہ عورت کی عصمت کا محافظ ہے۔

(۹) عورت کے لئے تفریح اور سیر کو جانا مناسب نہیں۔ شوہر ساتھ ہو تو حرج نہیں۔ مگر اس کی عادت اچھی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ رضؓ کے ساتھ دوڑ لگائی تھی۔

مگر آجکل کا سینما، تھیٹر دیکھنا حرام ہے۔ عورت کو صحت قائم رکھنے کے لئے روزہ نماز اور گھر کا جھاڑو، برتن، چکی پیسنا، پکانا، سینا دھونا وغیرہ بہت کافی ہے۔

(۱۰) سفر میں محرم مَرد کو لے کر ساتھ جائے۔

(۱۱) خون کے رشتہ سے جس طرح محرم اور نامحرم ہوتے ہیں۔ اسی طرح دودھ کے رشتہ سے بھی محرم اور نامحرم ہوتے ہیں اور دونوں محرموں سے پردہ نہیں ہے نامحرموں سے پردہ ہے لیکن آج کل خدا کا خوف کم اور فتنے زیادہ ہو رہے ہیں اسلئے بہتر یہی ہے کہ دودھ کے رشتے کے محرم مردوں سے بلکہ محرم چچا اور بھائی وغیرہ اگر فاسق و ناقابلِ اعتماد ہوں تو ان سے بھی پردہ کرے نیز اپنے سسر سے بھی دور رہنا تقاضائے احتیاط ہے سفر میں صرف ان لوگوں کے ساتھ کبھی نہ جائے نہ کہیں تنہائی ہونے پائے۔"

احادیث طلاق

فرمایا:- اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے بُری چیز طلاق ہے۔ (ابوداؤد)

فرمایا- تین چیزیں ہیں جن میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے ایک نکاح، ایک طلاق، ایک رجوع کرنا (طلاق رجعی میں) (ترمذی)

آداب و احکام

(۱) نکاح وہ قانون ہے جو ۲ دو کو ملائے اور طلاق وہ قانون ہے جو ۲ دو کو چھڑائے۔ اس میں عورت کی ہتک واہانت اور دل شکنی ہے اسی وجہ سے اللہ کو بہت ناپسند ہے۔ مگر شریعت میں صرف اس وقت کے لئے رکھا گیا ہے جب مرد و عورت میں کسی طرح موافقت نہ ہو سکے تو بجائے اس کے کہ گھر دوزخ بنا رہے خدا تعالیٰ نے یہ سہولت پیدا کر دی ہے کہ علیحدگی ہو جائے اور قصہ ختم ہو۔ لہٰذا اس کا استعمال بہت ہی مجبوری میں مگر بہت ہی سوچ سمجھ کر انسانیت اور شرافت سے کرنا چاہیئے۔

اور ایسی صورت صرف ایک ہی ہے یعنی طلاق رجعی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

(۲) اگر عاقل بالغ مرد نے طلاق دی ہے تو چاہے غصہ میں دی ہو چاہے

نشہ میں چاہے ہنسی مذاق میں (یہانتک کہ اگر اسے طلاقن کہہ کر پکارا) جب بھی اور اپنی خوشی سے ہو یا دوسرے کے دباؤ سے ہو ہر حالت میں طلاق پڑ جاتی ہے۔

(۳) طلاق دینا خود بُرا ہے۔ اس کے بعد ندامت ہونے پر ایچ پیچ لگانا۔ کہ میں نے یوں نہیں یوں کہا تھا۔ یا میں نے غصہ میں پاگل ہو کر کہہ دیا تھا۔ یا مجھ پر دباؤ ڈالا تھا۔ یا تین بار طلاق دے کر بعد میں یہ کہنا کہ میں نے ایک ہی بار دی تھی۔ یہ سب بہت گناہ ہے۔

(۴) رجعی طلاق کی صورت یہ ہے کہ عورت جب ماہواری سے پاک ہو جائے اس وقت ایک طلاق دے اور بس۔ ۲۹ دن تک عورت اور مرد کو سوچنے غور کرنے رائے بدلنے کا اختیار اور موقع ہے۔

عورت کو چاہیئے کہ خوب بناؤ سنگار کر کے رہا کرے شاید مرد کا دل مائل ہو جائے اُس وقت عورت کو اکڑ اور ضد نہ کرنی چاہیئے۔ مرد کی نیت اور رائے اگر اس کو راضی ہو کر بی بی بنا لینے کی ہے تو لوگوں کے سامنے کہدے کہ میں اس کو پھر بی بی بنائے لیتا ہوں یا عورت ہی سے کہدے یا عورت سے بوس و کنار کرے نکاح دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں ایک رجعی طلاق سے نکاح نوٹتا نہیں۔ اور اگر ۲۹ دن (ایک ماہ) تک مرد راضی نہیں ہوا اور نہ اُس کو رکھنے کی نیت ہے تو دوسرے حیض کے بعد پھر ایک طلاق دیدے۔ اب اس کے بعد پھر ۲۹ دن (ایک ماہ تک) مرد کو الفاظ واپس لینے کا اور عورت کو روک لینے کا اختیار ہے اب دو ماہ پورے گزر گئے اور دو بار طلاق ہو گئی۔ اب تک تو رجعی طلاق تھی مگر اب اگر وہ بعد حیض کے تیسری طلاق دیتا ہے تب تو طلاق مغلّظ ہو گئی اور جب تک عدّت طلاق گذار کر کسی دوسرے شخص سے شادی و ہمبستری نہ کر لے اور پھر وہ اپنی خوشی سے اُسے طلاق نہ دیدے اور اس کی عدّت نہ گزر جائے تب تک پہلے

شوہر کے ساتھ اُس کا نکاح کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

اور اگر بعد حیض تیسری طلاق نہیں دی اور چُپ رہا تو پھر دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ عدّت گذر جانے کے بعد وہی طلاق رجعی بائن بن جائیگی اور بیوی نکاح سے خارج ہو جائیگی۔ دوسری صورت یہ کہ عدّت گذرنے کے اندر اندر مرد اگر اُس کو نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو رکھ سکتا ہے نکاح نہیں ٹوٹا البتہ پہلی صورت میں کہ عدّت گزر جانیکی وجہ سے طلاق رجعی طلاق بائن میں تبدیل ہو گئی تھی اب اگر مرد اُسے اپنے ساتھ رکھنا چاہے تو تجدید نکاح کے بعد رکھ سکتا ہے۔

(۵) اگر صاف طلاق کا لفظ نہ کہا بلکہ گول مول کہا۔ جیسے یوں کہا کہ میں نے تجھے نکال دیا۔ یا میرے گھر سے نکل یا میرا تیرا نباہ اب بالکل نہیں ہو سکتا۔ یا جا اپنے باپ کے گھر وہیں رہ وغیرہ تو مَرد سے پوچھا جائے گا۔ اس کی نیّت اگر طلاق دینے ہی کی تھی تب تو طلاق بائن پڑ گئی یعنی نکاح ٹوٹ گیا۔

(نوٹ):۔ طلاق کے مسائل پیچیدہ ہیں اس لئے اگر خدانخواستہ کبھی کوئی صورت پیش آجائے تو صحیح صحیح صورت کسی مفتی عالم سے بیان کر کے حکم پوچھا جائے اور جو وہ بتائیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔

یہاں چند مسائل نمونے کے طور پر اس لئے بتا دیئے ہیں کہ مرد کو معلوم رہے کہ طلاق کا لفظ منہ سے نکال دینا گویا بھری بندوق کا گھوڑا دبا دینا ہے اب لاکھ چاہے کہ اس سے کچھ نہ ہو یہ ہو نہیں سکتا۔ گولی لگ کر رہے گی۔ اور طلاق پڑ کر رہے گی۔

اَحَادیث حقوق

فرمایا:۔ عورت کا حق مَرد پر یہ ہے کہ جب تم خود کھاؤ تو اُسے بھی کھلاؤ اور جب تم کپڑے پہنو تو اُسے بھی پہناؤ اور عورت کے چہرہ پر مت مارو اور اُسے یہ نہ کہو کہ اللہ تیرا ناس کرے اور یہ کہ اُس کے پاس لیٹنا چھوڑ دو۔ تب بھی گھر میں رہو۔ (ابوداؤد)

ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: میرے پاس مال بچے بھی ہیں اور (ان کے خرچ سے زائد) مال بھی ہے اور میرا باپ بھی ہے جو محتاج ہے تو فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کی ملک ہے اور سنو تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے تو تم اپنے اپنے اولادوں کی کمائی سے کھایا کرو۔ (ابوداؤد)

آداب و احکام (۱) بعض گھروں میں شادی کے بعد لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کے سبب عموماً تین ہیں (۱) بیٹے بہو کو اپنے ساتھ گھر میں رکھنا۔ (۲) بیٹے کی آمدنی بہو کو نہ ملنا بلکہ ماں باپ کا اُسے اپنے قبضہ میں رکھنا، (۳) بہو کے معاملات میں ساس سسر کا حاکمانہ دخل دینا ان تینوں کے بارے میں شرعی اور عقلی اصول لکھے جاتے ہیں تاکہ لوگ ان پر عمل کریں اور گھر نمونۂ دوزخ نہ بننے پائے ـــــ پہلا سبب تو اُس کے متعلق آچکا ہے کہ مرد کے ذمّہ واجب ہے کہ عورت کو ایک مکان دے یعنی وہ ایسی جگہ ہونی چاہیے کہ عورت مرد سے بلا تکلّف مِل سکے اور اگر وہ مرد کے رشتہ داروں سے الگ ہو کر رہنا چاہے تو رَہ سکے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو پالا اور ساتھ رکھا۔ پھر اُن سے اپنی بیٹی بھی بیاہی مگر نکاح کے ساتھ ہی اُن کو حکم دیا کہ دوسرا مکان لیکر الگ رہو۔ لوگ اس پر عمل کریں تو بہت سے جھگڑے تو الگ رہنے سے کم ہو جائیں گے۔

(۲) دوسرا سبب ! ماں باپ جو بچّے کی پرورش کرتے ہیں تو خدا کی لگائی ہوئی مامتا کے سبب سے کرتے ہیں اور اس کی تکلیفوں کا عوض اللہ میاں سے انھیں ملے گا۔ اس لیے ان کو اس کے عوض اپنے بیٹے کی کمائی سے کا شوق نہ ہو تو بہتر ہے۔ اگر وہ اس کا عوض بیٹے کی کمائی سے لینا

چاہتے ہیں۔ تو خدا کے یہاں سے پھر ان کو ثواب نہ ملے گا۔ مرد کی کمائی دراصل بیوی کو ملنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کی اور اس کے بچوں ہی کی قسمت کا وہ روپیہ ہے جو مرد کو ملتا ہے۔ بیوی کو اس کا ناز، خوشی ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے۔

اگر مرد کی کمائی اس کے والدین کے ہاتھ میں رہے گی تو عموماً عورتیں اس کو اپنے حق میں دست اندازی سمجھ کر بُرا مانتی ہیں۔ اور ماں باپ بھی لڑکے کی کمائی پا کر اپنے کو اس کا پورا مالک سمجھتے ہیں اور اس کی کمائی لیکر اپنے تمام بچوں پر اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ بہو کو بھی سب کے برابر حصہ رسدی ملتا ہے۔

اکثر ماں باپ۔ بہو کو اپنا پورا محتاج بنائے رکھنا چاہتے ہیں اسکے نتائج خراب نکلتے ہیں۔ پس اس کے احکام یہ ہیں۔

۱۔ مرد کے ذمہ اس کی بیوی بچوں کا خرچ واجب و فرض ہے اس میں کمی کر کے ان کو تکلیف میں رکھے گا تو گنہ گار ہو گا۔ زائد کچھ بچے تو بلا تعینؔ والدینؔ کی خدمت میں پیش کرے۔

۲۔ مرد کے ذمہ اس کے والدین کا یا اُن میں جو موجود ہو اس کا خرچ صرف اس صورت میں فرض ہے کہ ان کا کوئی دوسرا ذریعہ نہ ہو اور وہ محتاج ہوں ورنہ ان کا خرچ مستحب ہے۔

۳۔ اگر والدین محتاج نہیں تو مرد کو لازم ہے کہ کمائی بیوی کو لا کر دے گو والدین بُرا مانیں۔ ہاں اگر بیوی نیک بخت ہے تو وہ یہی مشورہ دے کہ ماں باپ کو کل یا جُز دے جا کر دو۔

۴۔ اگر والدین محتاج ہیں تو اُن پر بھی خرچ کرے گو بیوی بُرا مانے

اگر ماں باپ کے ہاتھ میں لڑکے کی کمائی آئے تو مصلحت یہی ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے بقدر لیکر بقیہ آمدنی بیٹے، بہو ہی کو لوٹادیں۔

(۵) مگر ہر حال میں ماں باپ کا حق محبت اور باپ کا حق عظمت نہ بھولے ان کی خدمت میں برابر حاضر ہوتا رہے۔ ان کا حکم مانے ان کے کام کردیا کرے اُن کو اُلٹ کر جواب نہ دے۔ ان کو سخت بات نہ کہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی اولاد کو اس کا مطیع اور خادم بنادیں گے۔ بیوی اس میں رکاوٹ ڈالے تو اس کو نصیحت کرے۔

(۶) اگر بالفرض بیوی بدمزاج ہے اور وہ شوہر کو نہ والدین کی خدمت میں روپیہ پیش کرنے دیتی ہے نہ ان کے پاس جانے دیتی ہے۔ اور نصیحت بھی کافی نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں اگر والدین مطالبہ کریں کہ بیوی کو طلاق دیدو اور چھوڑنا ممکن بھی ہو تو مرد پر واجب ہے کہ عورت کو چھوڑ دے۔ ورنہ ہر صورت میں صبر کرے۔

تتمہ

ایک خط کی نقل سادی شادی کے متعلق

(لڑکے والے کی طرف سے لڑکی والے کو)

برادرم۔ السّلام علیکم .... مجھے بحمداللہ کسی مُسلمان کے کسی فعل پر بشرطیکہ وہ ایذا کے قصد سے نہ ہو۔ نہ ناگواری ہوتی ہے نہ شکایت۔

لڑکی والوں کو عموماً بہت سی باتیں محض اس مجبوری سے کرنی پڑتی ہیں کہ کہیں برات والوں کو تکلیف، شکایت اور اعتراض نہ ہو اس لیے وہ ان کی ضیافت ہی میں بہت زیرِ بار ہو جاتے ہیں۔ میں برات میں صرف دو آدمی لا رہا ہوں۔ لہٰذا میری بارات والوں کی طرف سے کسی قسم کا وہم اپنے دل میں نہ لائیے اور اپنے اہلِ خانہ کو بھی اس معاملہ میں مطمئن کر دیجیے۔

میں چاہتا ہوں کہ اس نکاح کا دستور العمل حسبِ ذیل ہو۔ ہم دونوں اس کے پابند رہیں ــــ تاریخ کا تقدم و تاخر آپ مقرّر کر کے اطلاع دیں۔ مہر کا مرحلہ بھی پہلے سے باہم طے ہو جائے۔ مہر یقیناً عورت کا حق ہے اور اس کی تعیین بھی آپ کریں لیکن دو اہم نکتوں کا برابر لحاظ رکھنا اشد ضروری ہے (الف) خود مردِ ناکح کی حیثیت موجودہ یا متوقّعہ (ب) رقم ایسی ہو کہ ایک فریق لازماً وہ رقم ادا کرے اور کر سکے اور دوسرا فریق لازماً اسے وصول کرے مہر کا عورت کو ملنا منشائے شریعت ہے۔ اس کو رواج نام و نمود فخر و غرور پر قربان نہ کرنا چاہیئے۔ نکاح کے وقت لڑکی اپنے گھر کا کپڑا پہنے رہے اور لڑکا اپنے گھر کا۔ البتہ جب لڑکی یہاں آجائیگی تو اُس کے ناپ سے کپڑے بنتے رہیں گے۔ پس نہ تو میرے پاس ڈال بری اور نمائش کے کپڑے اور زیور

ہوں گے اور نہ میں ابھی سے لڑکی کی چوڑی اور جوتا کا ناپ منگوانا چاہتا ہوں، نہ آپ لڑکے کے لیئے ٹوپی۔ جوتا کپڑے کے جوڑے کا انتظام کریں۔ اکثر یہ ناپ کی چیزیں ٹھیک نہیں آتیں۔ میں اپنے ساتھ خوشبو ضرور لاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خوشبو منگوائی تھی۔ مگر عورت کو خوشبو لگا کر راستہ چلنا یا سفر کرنا منع ہے اس لیئے وہاں سفر کے دن استعمال نہ کی جائے۔ میں عرصہ سے لڑکی والوں کے یہاں نکاح کی دعوت کا کھانا نہیں کھاتا وہ ثابت بھی نہیں۔ اور ریا کے سبب واجب الترک بھی ہے اگر آپ دعوت عام کریں گے تو میں شرکت سے معذور ہوں۔ البتہ دور کی برات کو عرفاً کھانا کھلایا جاسکتا ہے مگر صرف بارات کو اور صرف معمول کا کھانا بلا تکلف۔

ورنہ اصل یہ ہے کہ لڑکے والوں کو دُلہن کی بستی میں جاکر خواہ سرائے میں خواہ کسی دوست کے یہاں خواہ کہیں اور ٹھہرنا اور کھانا چاہیئے۔ اس کے بعد صرف نکاح کے لیئے دُلہن کے گھر یا قریب کی مسجد میں آنا چاہیئے۔

حسبِ ارشاد نبوی نکاح مسجد میں ہو اور کسی نماز کے بعد تو زیادہ بہتر ہے۔ قاضی اور وکیل نکاح حسبِ عمل نبوی خود آپ ہوں ورنہ پھر آپ ہی کسی کا انتخاب کریں۔ نکاح کے لیئے صرف چھوہارے لاؤں گا۔ چینی کا لانا غیر معقول ہے اور غیر منقول بھی۔ سنہرا سہرا نہ دولہا پہنے گا نہ دولہن۔ پھولوں کے ہار میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس میں راز یہ ہے کہ مسلمان ایک قوم ہے ہندو عیسائی سے الگ۔

پس ان کے قومی کام بھی سب سے الگ خود مسلمانوں کے طریقہ سے ہونے چاہئیں اور سنہرا سہرا ہندوؤں کا طریقہ ہے مسلمانوں کا نہیں۔ گالی نہیں

گائی جائے گی۔ دولہا دوارہ نہیں لگے گا۔ دولہا کا جوتا نہیں چُرایا جائے گا۔ دولہا یا سمدھی کے سامنے تھال نہیں لگایا جائے گا۔ آرسی مصحف کی رسم نہ ہوگی۔ سلام کرائی کی رسم نہیں ہوگی۔ اور نہ وہ رقم ہی میں میرا لڑکا چھوئے گا۔ اسی طرح دُلہن کے ساتھ آکھت کے نام سے چوکرٹ چاول چلتے ہیں وہ بھی ہمیں نہیں چاہئیں۔

یہ دراصل ہندوؤں کی رسم گونا کی یادگار ہے جس میں وہ گون اور بورے بھر کر اناج دے کر لڑکی کو عمر بھر کے لئے رخصت کرتے ہیں۔ جہیز باپ کا تبرع محض ہے نہ فرض نہ سنتِ مؤکدہ۔ بہرحال جہیز کچھ بھی نہ ہوگا تو مطلق شکایت نہ ہوگی۔ اور اگر ہوگا تو وہ سامان پہلی رخصتی میں نہ دیا جائے گا اور جب دیا جائے تو بالکل مخفی بکس میں بند کر کے نمائش کر کے نہیں بلکہ تنہائی میں میرے لڑکے کو سپرد کیا جائے اس کی فہرست دولہن کے پاس رہے وہی اس کی مالک رہیں گی۔ وہ انھیں کے گھر میں استعمال ہوگا۔ میں اس کو ہرگز استعمال نہ کروں گا۔ چوتھی چالے کی رسم مشرکوں کی ہے لڑکی کی رخصتی ہی اکثر خاندانوں میں رنجش کا سبب بنتی ہے۔ اس کے متعلق میرے نزدیک اسلامی تعلیم یہ ہے کہ پہلی بار کنواری منکوحہ کے ساتھ مرد ۱۰ دس دن مسلسل رہے اور بیوہ سے نکاح میں تین دن مسلسل رہے اور مرد ہی کے گھر رہے اس کے بعد مناسب یہ ہے کہ اس بارہ میں طرفین کے سرپرست نہ بولیں۔ مرد ناکح کی مرضی پر اس کو رکھا جائے۔ کیونکہ لڑکی کو اسی کے ساتھ زندگی گزارنا ہے۔

مرد کی طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ اگر وہ انسانیت والا ہے تو اپنے خُسر اور خوشدامن کو رنجیدہ نہ ہونے دیگا۔ اور اگر وہ سخت دِل خود غرض ہے تو وہ کسی کی ناخوشی کی پرواہ نہ کرے گا۔ اس میں طرفین کے سرپرست نہ بولیں اور لڑکی کے والدین صبر ہی سے کام لیں۔ اور اگر وہ ضد اور اصرار کریں تو

مردنا کہ جو سنگدل ہو وہ بھی ضد کرنے لگتا ہے اسطرح جنگ چھڑ جاتی ہے۔
پہلی بار رخصتی پر وہاں سے چوتھی لینے کے لئے کسی کے آنیکی ضرورت نہیں میرا لڑکا خود جاکر پہنچا آئے گا۔ مگر آئندہ کے لئے اس کا لحاظ رکھیے کہ معاملہ دُور کا ہے اس لئے جلد جلد بلانے اور بھیجنے میں نہ خود زیر بار ہوجیے اور نہ مجھے زیر بار کیجیے کوئی بیونتہ کسی مرحلہ پر نہ ہوگا۔ دولہا کے ساتھ صرف دو آدمی ہوں گے تاکہ گواہوں کی کم سے کم شرعی تعداد دولہا والوں کی بھی ہو۔ سمدھیوں اور سمدھنوں کا باہم مذاق اور گالی کبھی نہ ہوگی۔ جاہلیت میں لڑکی کو حقیر سمجھتے تھے۔ لڑکی والوں کو گالی دینا۔ ان کو ذلیل سمجھنا بھی اسی کی منحوس یادگار ہے۔ رخصتی کے وقت آپ کے گھر سے اسٹیشن تک سواری کا انتخاب میں کروں گا۔ خرچ میں دونگا آپ اس میں دخل نہ دیں۔ البتہ آپ اس کے انتظام میں مدد کریں۔ زفاف کے بعد اگلی صبح کو میں ولیمہ کی دعوت کر رہا ہوں آپ ضرور آئیے ورنہ اپنے کسی لڑکے کو بھیج کر ممنون کیجیے۔
(والسلام)

چند مشورے نوجوانوں کو

ملک اور قوم کی پکّی عمر والے لوگ تو اپنے حالات خیالات اور عادات میں بھی پختہ ہیں اور اب کچھ ہی دن کے مہمان بھی ہیں۔ ان سے بظاہر کسی اصلاح کے قبول کرنے کی توقع نہیں۔ البتہ قوم کے نوجوانوں کے سامنے ذیل کے چند مشورے پیش کئے جاتے ہیں اور

؎ یہ اگر راہ پہ آجائیں تو پھر کیا کہنا

پھر انشاء اللہ قوم کی کایا چند ہی دنوں میں پلٹ جائے گی۔ یاد رکھو "اللہ تعالیٰ بھی صرف اسی قوم کی حالت بدلتا ہے جسے خود بھی اپنی خراب حالت بدلنے کا خیال ہو"

ہونہار قوموں نے اپنی قوم کو اُبھارنے اور سدھارنے کے لئے "دہ سالہ

پروگرام "پنج سالہ پروگرام" جاری کیے اور افراد قوم نے ان پر عمل کرکے اجتماعی عمل کرکے فوائد و برکات حاصل کیے۔ مسلمان کئی سو سال تک اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کی بنا پر اور اللہ کی رضا کے لئے اپنی قومی اُبھار اور سدھار کے نبوی پروگرام پر عمل کرتے رہے جس سے دنیا میں سربلند و خوشحال بھی رہے اور آخرت میں جنت الفردوس کے وارث بھی یقیناً بنیں گے۔ آج بھی اگر اللہ تعالیٰ کی خاطر یہ سب کام کیے جائیں تو کیا کہنا ورنہ کم سے کم قومی بہبود کی خاطر صرف دس سال کیلئے ہر مسلم یہ ٹھان لے کہ:۔

(۱) اس کا نکاح مسجد میں ہوگا اگر دولہن والے کہیں گھر پر محفل نکاح کرنا بھی چاہیں گے تو فوراً انکار کردے گا۔ تاکہ محفل نکاح میں فضول خرچی نہ ہونے پائے اور ساتھ ہی ساتھ مسجدوں کی حالت بھی سُدھرتی رہے۔

(۲) وہ یا تو اپنی کمائی سے یا باپ سے لیکر چارپائی، بستر، کھانے پکانے کے ضروری برتن کا انتظام خود کرے گا۔ اور کسی حالت یہ سامان لڑکی والوں سے کبھی نہ لیگا تاکہ قوم کے افراد پر لڑکی بار نہ ہوا کرے۔

(۳) وہ بارات لے جانے میں ڈیڑھ چار آدمی سے زیادہ نہ لیجائے گا۔ اور لڑکی والوں سے زیادہ ضیافت کا متوقع نہ ہوگا۔ اور ان کو ذلیل کرنے یا زیر بار کرنے سے احتراز کریگا۔ اور اگر لڑکی والے زیادہ بارات کیلئے اصرار بھی کریں گے تو صاف انکار کردے گا۔

(۴) وہ نکاح کرکے عورت کا قرض یعنی مہر ضرور ادا کرے گا اور مہر نہ ادا کرنیکو اپنے دامنِ شرافت پر بڑا دھبہ سمجھے گا۔ بلکہ عورت اگر رسم کے باعث یا بیوقوفی کے سبب یا عالی ہمتی کیوجہ سے معاف بھی کردے یا نہ کرنا چاہے تب بھی مرد اپنی عالی ظرفی کے سبب اور عورت پر رحم و شفقت کی بنا پر مہر کے روپے عورت کو ضرور

دے گا۔ تاکہ عورت مفلس نہ رہنے پائے۔

(۵) چونکہ اُسے مہر ضروری ادا کرنا ہے۔ اسلئے کہ نبوی مہر کم ہی تھا وہ نکاح کا مہر کم ہی بندھوائے گا۔ اگر دولہن والے زیادہ مہر کہیں گے تو نکاح سے صاف انکار کر دیگا۔ صفائی معاملہ میں دنیا دی شرم کو حماقت سمجھے گا۔

(۶) وہ بموجب حدیث لڑکی کا چہرہ بے ایک نظر دیکھے یا دکھلائے نکاح نہ کریگا (اور ہر والدین یہ طے کرلیں کہ لڑکے پر اس کے خلاف دباؤ نہ ڈالیں گے، عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ لڑکے کو دیکھے۔ البتہ وہ خبر سن کر اگر انکار کرے تو اس پر بھی دباؤ نہ ڈالیں گے۔)

(۷) اس کے نکاح میں بیس[۲۰] یا پچیس[۲۵] [عہ] روپیہ سے زیادہ ہرگز خرچ نہ ہونے پائیں گے۔ اور وہ کم خرچ کرنے کیلیے والدین پر زور ڈالے گا اور اگر اس کے والدین زیادہ خرچ کرنا چاہیں گے تو انکار کر دے گا۔ کہ قوم میں فضول خرچی سے بچنے کی ایک راہ نکل آئے۔ اور اگر والدین ٹھان چکے ہوں کہ چار ہزار خرچ کریں گے تو وہ ان سے کہے گا کہ نکاح میں تو خرچ کیجیے وہی بیس یا پچیس اور بقیہ رقم سے میرے ہی نکاح کی یادگار میں آپ قوم میں کوئی صنعتی ادارہ کھول دیجیے۔ کسی کا قرض ادا کر دیجیے کسی کو کوئی دکان کھلوا دیجیے۔

(۸) چونکہ مسلمان ایک مستقل قوم ہے۔ ہندو نصرانی سے الگ اسلئے اس کے نکاح میں کوئی غیر اسلامی رسم نہ ہونے پائے گی۔

(۹) وہ نکاح سے نئی زندگی شروع ہوتے ہی کفایت شعاری کی زندگی بسر کریگا۔ موٹا کھائے گا، موٹا پہنے گا۔ محنت کا عادی بنے گا۔ گھر کے کام خود اور اس کی بیوی کرلیا کریں گے۔ چائے۔ سگریٹ، پان، سینما، تفریح کو زہر کی طرح مضر سمجھیں گے۔ اور بچہ کی پیدائش، عقیقہ، ختنہ، کن چھیدن، موت کسی

عہ آئندہ صفحہ پر

موقع پر بیس[۲۰] روپے سے زیادہ خرچ کرنیکو خدائی گناہ کے ساتھ قومی جُرم جانے گا۔
کیا؟ مسلمان باہمت نوجوانوں سے دس[۱۰] سال تک کے لئے
اس قومی اور اصلاحی پروگرام پر عمل کرنا ممکن نہیں۔

ے اوپر نمبر ۷ میں شادی کے اخراجات کے لئے بیس پچیس روپے کی مقدار تصنیف کتاب کے وقت تو بجا ہو سکتی تھی اب تو یہ رقم ایک آدمی کے دو وقت کھانے کیلئے بھی شاید کافی نہ ہو۔ ۱۲ رومی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالۂ وبال المعاصی ؒ چہل حدیث

ذیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ایسی چالیس حدیثیں (بحذف کسر) نقل کی جاتی ہیں جن میں بعض گناہوں کی دنیوی سزاؤں کی اور بعض میں خدا کی رحمت سے دُوری اور محرومی کی اطلاع دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مُسلمان اس کو پڑھیں سمجھیں اور اس کے مطابق عمل کریں اور اپنی بدعملیوں کو ترک کر کے ان سے توبہ کرلیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا ط

(الف) بعض گناہ اور اُن کا وبال (پندرہ احادیث)

حضرت سیّدِ عالم رحمتِ مجسم احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ:-

(۱) جو قوم زکوٰۃ نہ دیگی اللہ تعالیٰ اُسے "قحط اور کم پیداواری" میں مبتلا کریگا۔
(شفاء الاقسام ص۸۲ ج ۲)

(۲) جس سودے میں جھوٹی قسم کھائی جائیگی تو وہ سودا تو چل جائیگا مگر پھر مِیٹ بھی دیا جائیگا۔ (شفاء الاقسام ص۹۲ ج ۲)

(۳) اپنے بڑوں کی عزت اور ادب کرو تو تمہاری اولاد بھی تمہارا ادب کریگی۔ یعنی ادب نہ کرو گے تو ذلت ملے گی۔ (ص۹۴)

(۴) تم دوسروں کی عورتوں سے دامن پاک رکھو تو تمہارے گھر کی عورتیں بھی پاک دامن رہ سکیں گی۔ (ص۹۴)

(۵) جو مسلمانوں سے غلّہ کو گراں فروشی کی نیت سے روکے گا اللہ تعالیٰ

اُس پر "جذام اور افلاس" مسلّط کریگا۔ (شفاء الاقسام ص۱۱۶)

(۶) جو کسی ظالم کا ساتھ دیگا تو وہی ظالم اُس پر مسلّط کردیا جائیگا۔ (ص۱۱۷)

(۷) زنا کاری سے "افلاس" پھیلتا ہے۔ (ص۱۲۳)

(۸) جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کو ظلم سے نہ روکیں تو جلدی ہی اللہ تعالیٰ اُن پر عام عذاب نازل کرے گا۔ (ص۱۲۶)

(۹) گناہ اختیار کرنے سے رزق سے محرومی ہونے لگتی ہے (مسند احمد جزء الاعمال)

(۱۰) علم والے مسلمان اگر بے علم مسلمانوں کو تبلیغ نہ کریں گے تو میں اُن کو دنیا میں خدا تعالیٰ سے عذاب دِلواؤں گا۔

(۱۱) جب کسی قوم میں بے حیائی کے کام کھلّم کھلّا ہونے لگیں تو وہ طاعون میں اور ایسی بیماریوں میں گرفتار ہو گی جو اُن کے بڑوں میں کبھی نہیں ہوئی ہوں گی۔

(ابن ماجہ جزء الاعمال)

(۱۲) جب کوئی قوم عہد شکنی کرنے لگے گی تو اللہ تعالیٰ غیر قوم کے دشمن کو مسلّط کریگا جو اُن سے مال جبراً لے گا۔ (ابن ماجہ)

(۱۳) جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کریگی تو قحط، تنگی اور ظالم حاکموں کی مصیبت میں مبتلا ہو گی۔ (ابن ماجہ)

(۱۴) جب لوگ بیباکی سے زنا کریں۔ کثرت سے شراب پئیں۔ باجے گاجے کا رواج زیادہ کریں تو خدا کو غیرت آتی ہے اور وہ زمین کو حکم دیتا ہے کہ ان کو جھنجھوڑ دے (زلزلے آتے ہیں) (ابن ابی الدنیا جزء الاعمال)

(۱۵) جب اللہ تعالیٰ بندوں سے گناہوں کا بدلہ لینا چاہتے ہیں تو بچے بکثرت ہوتے ہوتے عورتیں بانجھ ہونے لگتی ہیں۔ (ابن ابی الدنیا جزء الاعمال)

....

(ب) بعض گناہ اور اُن پر رحمتِ حق سے محرومی (۲۵ احادیث از جزاء الاعمال)

حضرت سرورِ عالم رحمت مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

(۱۶) لعنت ہے اُس عورت پر جو گودنا گودے یا گودا وے اور اُس پر جو دھوکا دینے کیلئے دوسروں کے بال ملا کر اپنے بال لمبے کرے یا کرائے ۔

(۱۷) لعنت ہے اس پر جو کسی جاندار کی تصویر بنائے ۔ (شفاء الاقسام صفحہ ۹۸)

(۱۸) لعنت ہے سود لینے والے پر، سود دینے والے پر، اس کے گواہ پر، اس کے لکھنے والے پر،

(۱۹) لعنت ہے عورت کو دوسرے کے لیئے حلالہ کرنے والے پر اور اُس پر جس کیلیئے ایسا کیا جبکہ نکاح میں اس کی شرط کیجائے ۔

(۲۰) لعنت ہے شراب پینے والے پر، پلانے والے پر، بنانے اور نچوڑنے والے پر، بنوانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، اس کا دام کھانے والے پر، اُسے لانے والے پر، اور اُس پر جس کے لیئے لائی گئی ۔

(۲۱) لعنت ہے اُس مرد پر جو عورت کے مشابہ بننا چاہے اور اس عورت پر جو مرد بننا چاہے ۔

(۲۲) لعنت ہے اُس پر جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے ۔

(۲۳) لعنت ہے اُس پر جو قومِ لوط کا سا عمل کرے ۔

(۲۴) لعنت ہے اُس پر جو کسی جانور سے بدفعلی کرے ۔

(۲۵) لعنت ہے اُس پر جو عورت کے پیچھے کے مقام سے صحبت کرے ۔

(۲۶) لعنت ہے اُس پر جو کسی جانور کے چہرے پر داغ لگائے ۔

(۲۷) لعنت ہے اُس پر جو کسی مسلمان کیساتھ فریب کرے یا اسکو نقصان پہنچائے ۔

(۲۸) لعنت ہے اُس عورت پر جو قبروں پر جائے اور اُن لوگوں پر جو قبروں پر سجدہ کریں۔

(۲۹) لعنت ہے اُس پر جو کسی عورت کو اُس کے شوہر سے یا کسی غلام کو اسکے آقا سے توڑنا اور بہکا کر چھڑانا چاہے۔

(۳۰) لعنت ہے اُس پر جو اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور سے اپنا نسب جوڑے۔

(۳۱) لعنت ہے اُس پر جو رشوت دے جو رشوت لے یا جو بیچ میں پڑے۔

(۳۲) لعنت ہے اُس پر جو اپنے والد پر لعنت کرے۔

(۳۳) لعنت ہے اُس پر جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو بُرا کہے۔

(۳۴) لعنت ہے اُس پر جو تنگی کے زمانہ میں زیادہ گراں بیچنے کے انتظار میں غلہ روک لے۔

(۳۵) لعنت کرتے ہیں فرشتے اُس عورت پر جو اپنے شوہر سے خفا ہو کر رات بھر اُس سے الگ رہے۔

(۳۶) لعنت کرتے ہیں فرشتے اُس مسلمان پر جو اپنے مسلمان بھائی کیطرف لوہے سے اشارہ کرے۔

(۳۷) لعنت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس شخص پر جو مُلک میں فساد مچائے شورش پھیلائے۔

(۳۸) لعنت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر جو (بلا وجہ شرعی) رشتہ ناطہ توڑے۔

(۳۹) لعنت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر جو ایماندار بے گناہ اور بے خبر عورتوں کو زنا کی تہمت لگائے۔

(۴۰) لعنت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر جو مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کو صحیح طریقہ پر سمجھے۔

معمولاتِ نبویؐ

حصّہ چہارم

موت کے متعلق چہل حدیث

مقدّمہ الحمد للہ وصلے اللہ علیٰ سیّدنا ومولانا محمّد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ وبارک وسلم ۔ اس مختصر رسالہ میں فرزندانِ عزیز مولوی محمّد عبدالرحمٰن جامی (مظاہری) سلمہٗ اور مولوی حافظ عبدالقدوس رومی (مظاہری) سلمہٗ نے موت سے متعلق پچاس احادیث مع حوالہ اور آداب واحکام حسبِ ذیل فصلوں پر جمع ومرتّب کردی ہیں ۔

فصل اوّل مرض وعیادت ۔ فصل دوم متفرق انتظامات وغسل ۔
فصل سوم کفن، نمازِ جنازہ ۔ فصلِ چہارم قبر، دفن، تلقین ۔
فصلِ پنجم ایصالِ ثواب وتعزیت ۔

اب مسلمان بھائیوں سے درخواست ہے کہ جب کہیں کسی کی موت، کفن، دفن، میں شرکت ہو تو کوئی صاحبِ ہمّت دیندار اس رسالہ کو (کُل یا جُزو) پڑھ کر حاضرین کو سُنادیں۔ یہ طریقہ مسنون بھی ہے اور تبلیغ کا بے نہایت ثواب حاصل کریں۔ اور اس کا ثواب بھی اُس مُردے کو پہنچادیں۔

سُننے والوں سے درخواست ہے کہ پھر وہ بھی ہمّت کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے کُل غیر اسلامی اور خلافِ سنّت طریقے ایک ایک کر کے کم کرتے کرتے چھوڑدیں۔

انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام غیر اسلامی طریقے چھوٹ جائینگے۔

اے اللہ! ہم کو اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کا ذوق وشوق دے اور غیر اسلامی اور خلافِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رواجوں اور طریقوں سے جو زیادہ خرچ کا اور قومی تباہی کا سبب بھی ہیں۔ ہم سب کو دلی نفرت دِلا۔ (آمین)

(احقر محمد سراج الحق عفرلہٗ)

فصل اوّل

مرض ۔ عیادت ۔ جان کنی

حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان جب بیمار پڑتا ہے اور اُسے بیماری لگ بھی جاتی ہے کہ وہ اُسی میں مَر جاتا ہے تو یہ مرض اس کے پچھلے گناہوں کا کفّارہ بن جاتا ہے ۔ لیکن اگر وہ اس مرض سے اچھّا ہو جاتا ہے تو وہ مرض اُس کے پچھلے گناہوں کا کفّارہ اور اُس کے مستقبل کے لئے نصیحت کرنے والا بن جاتا ہے لیکن منافق (اور اسی طرح کافر) جب بیمار پڑتا ہے تو اگر وہ اچھا ہو جاتا ہے تو اُس کی مِثال ایک اونٹ کی سی ہے جسے اُس کے مالکوں نے پہلے باندھ دیا ہو پھر چھوڑ دیا ہو ۔ مگر اُس جانور کی سمجھ میں یہ نہ آئے کہ اُنھوں نے اُسے کیوں باندھا تھا اور اب کیوں چھوڑ دیا (جمع الفوائد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جب مسلمان بندہ بیمار پڑتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں وہ تمام اعمال اور اوراد (باوجود ناغہ کے بھی) لکھ لیئے جاتے ہیں جن کو وہ قیام یا صحت کے زمانہ میں کیا کرتا تھا ۔ (جمع الفوائد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ شہید یہ پانچ ہیں ۔ جو طاعون میں مَرا ہو ۔ جو پیٹ کی بیماری میں مرا ہو ۔ جو پانی میں ڈوب کر مرا ہو ۔ جو مکان وغیرہ سے دب کر مَرا ہو ۔ جس نے اللہ کے کام میں جان دی ہو ۔ (جمع الفوائد)

حدیث میں ہے جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت اور بیمار پُرسی کرتا ہے تو وہ اگر سات بار یوں کہے "اسأل اللہ العظیم ۔ ربّ العرش العظیم ان یشفیک" تو اُسے شفا ہو جاتی ہے ہاں اگر اسکی موت ہی آئی ہو تو دوسری بات ہے ۔ (جمع الفوائد)

ابن عبّاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ عیادت کو آنے والا تھوڑی دیر بیٹھے اور مریض کے پاس چیخے چلّائے نہیں جب خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عیادت کو لوگ آئے اور زور زور سے بولنے اور اختلاف کرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ (جمع الفوائد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی بیمار کی پوری بیمار پُرسی یہ ہے کہ جب اُس کے پاس جاؤ تو اُس کے ماتھے پر اپنا ہاتھ رکھو اور پوچھو "کہو کیسے ہو"؟ (جمع الفوائد)

حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مریض سے اپنے لئے دعا کراؤ کیونکہ اُس کی دُعا فرشتوں کی دُعا کی طرح ہے۔ (جمع الفوائد)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بیمار کو دیکھو اور تمہارا دل اُس بیماری سے بچنا چاہے تو دل (میں یوں) کہا کرو "الحمد للہ الّذی عافانی ممّا ابتلاک بہ وفضّلنی علیٰ کثیر ممّن خلق تفضیلا"

(ترجمہ) اللہ کی تعریف اور اس کا احسان ہے کہ اس نے مجھے بچائے رکھا اس مرض سے جس میں اُس نے تجھے مبتلا کیا ہے۔ اور یہ بھی اسکا احسان ہے کہ اُس نے اپنی اکثر مخلوق سے مجھے برتری دی۔

احکام و آداب (۱) مسلمان کو سمجھنا چاہیئے کہ بیماری سے جسمانی دُکھ تو ضرور ہے مگر روحانی اور اُخروی بڑا فائدہ بھی ہے۔ نیز بیماری کو موت کا پیش خیمہ سمجھ کر اپنی موت کو یاد رکھنے کی کوشش کرے (۲) عیادت کو جائے تو مریض کی دلدہی اور ہمدردی کی باتیں کرے اور دل سے وہ دُعا خدا سے کرے جو حدیث ۴ میں ہے۔ ترجمہ یہ ہے "کہ میں عظمت والے اللہ سے جو عرشِ عظیم کا مالک ہے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفا دے"۔ اگر

مشیّتِ خداہی اس کے خلاف نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ مریض کو اس سچی خیر خواہی اور دلی سفارش کی بدولت اچھا کردے گا۔ (۳) مریض کے پاس دیر تک نہ بیٹھے اور اس کے سامنے اپنے یا خاندان کے یا دنیا بھر کے قصّے قضیے نہ لے بیٹھے۔ پس یہ رواج کہ مریضوں کے پاس عورتیں عیادت کو آتی ہیں۔ اور دیر تک بیٹھتی ہیں کہ ۔۔۔ تیمارداروں کو شرما حضوری میں اُن کے ناشتہ پانی کا بار الگ اٹھانا پڑتا ہے۔ آنے کا کرایہ الگ دینا پڑتا ہے سراسر ظلم اور خلافِ عقل و سنّت ہے۔ پھر عیادت تو بالائے طاق رہتی ہے۔ دنیا بھر کے بکھیڑے چھیڑ کر وقت ضائع کرتی ہیں یہ چیز قابلِ ترک ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ عورتوں کا عیادت کو جانا بند کیا جائے اور اگر جائیں تو اس شرط سے کہ دونوں طرف کا کرایہ خود جانے والی ادا کریں اور تھوڑی دیر بیٹھیں پھر جلد واپس ہوں۔ ناشتہ پانی کا موقع ہی نہ دیں۔

(۴) عیادت کے آداب یہ بھی ہیں کہ صاف کپڑے پہن کر عیادت کو جائے خندہ پیشانی سے گفتگو کرے۔ مریض کے سر کیطرف نہ بیٹھے سامنے بیٹھے۔

(۵) داہنا ہاتھ اُس کی پیشانی، سر یا ہاتھ پر رکھ کر حال پوچھے۔

(۶) اُس کی خوشی اور فائدہ کی باتیں کرے۔ اس کو زیادتی عمر اور جلد صحتیابی کا مژدہ دے۔

(۷) خدا کی رحمت کا۔ بیماری کے کفّارۂ گناہ بن جانے کا۔ جنّت کا ذکر کرے۔

(۸) عیادت ایک روز ناغہ دیکر کرے۔ پہلی بار عیادت مسنون ہے اس کے بعد نفل۔

(۹) آشوب چشم، پھنسی پھوڑے، ڈاڑھ کے درد اور خارش کے مریضوں کی عیادت نہ کی جائے۔ (جمع الفوائد و زین العلم مترجمہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رح) البتہ اگر آنکھ میں کوئی اور تکلیف ہو تو عیادت کی جا سکتی ہے چنانچہ خود رسول

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں درد ہونے پر ان کی عیادت فرمائی ہے۔

(۱۰) مسلمان کی کوئی رات ایسی نہ گزرنی چاہیئے کہ اُس کا وصیت نامہ لکھا تیار نہ ہو موت کو یاد کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔

نزع حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو۔ (جمع الفوائد)

نیز فرمایا۔ مرنے والوں کے سامنے سورۂ یاسین پڑھا کرو۔ (جمع الفوائد)

نیز فرمایا نیک مسلمان مرتا ہے تو اُس کے ماتھے پر پسینہ ہوتا ہے۔ (جمع الفوائد)

فرمایا۔ جس کی آخری گفتگو لا الٰہ الا اللہ ہو گی تو اُسے جنت ملے گی۔

حدیث میں ہے جب آنکھیں اُوپر کو اُٹھ جائیں۔ سانس اُکھڑ کر جلدی جلدی چلنے لگے۔ اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور ہاتھ پاؤں کی انگلیاں اینٹھنے لگیں تو وہ وقت موت کا ہے۔ (جمع الفوائد)

ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نیک[۱۴] مردہ کی روح جب نکلنے لگتی ہے اُس وقت پہلے تو کچھ خوش رُو فرشتے جنت کا کفن، خوشبو لیکر آتے اور مریض سے حدنظر کے فاصلہ پر بیٹھتے ہیں کہ اتنے میں ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اور اس کے سرہانے نرمی اور دلجوئی سے روح کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں روح خوشی سے فوراً نکل کر اُن کے ہاتھ میں آتی ہے۔ اب وہ دُور والے فرشتے لپک کر اُن سے وہ روح لیتے اور عمدہ خوشبودار کفن میں رکھ کر آسمان میں لے جاتے ہیں۔ ہر جگہ کے فرشتے کہتے ہیں "آہاہا کیسی اچھی روح ہے یہ کون ہے؟" وہ کہتے ہیں" یہ فلاں بن فلاں ہے" اور اُس کی تعریف کرتے ہیں۔ پھر ہر جگہ کے فرشتے ساتھ ہوتے ہوئے

اُسے ساتویں آسمان پر خدا کے حضور لے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "میرے اس بندہ کو علیین میں رکھو اور اسے پھر زمین میں لیجاؤ تو وہ روح کو (عالم قبر میں جسم برزخی میں داخل کرنے کے لئے) واپس لاتے ہیں۔ لیکن بُرے آدمی کے لئے سیاہ فام فرشتے کمبل لے کر آتے ہیں، روح مشکل سے نکلتی ہے۔ اس میں بدبو بہت ہوتی ہے۔ ہر جگہ کے فرشتے اُسے بُرا کہتے ہیں۔ آسمانوں کا دروازہ اُس کیلئے نہیں کھولا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ اس کو سجین میں رکھو اور وہ پھینک دی جاتی ہے تو (عالم قبر میں جسم برزخی سے ملنے کے لئے) وہ واپس لائی جاتی ہے۔ (جمع الفوائد)

آداب و احکام

(۱) جب کوئی مرنے لگے تو اُس کو قبلہ رُخ لٹا دو یا تو اُس کے پاؤں قبلہ کی طرف کر کے چت لٹا دو کہ سر ذرا اونچا رہے اور یا اُتر دکھن لٹا کر داہنی کروٹ کر دو۔ (جوہرہ)

(۲) اُس کے پاس بیٹھے والے ذرا آواز سے کلمہ پڑھنے لگیں کہ وہ بھی پڑھنے لگے۔ (جوہرہ)

(۳) اُس سے کلمہ پڑھنے کو نہ کہا جائے ایسا نہ ہو کہ اس سخت وقت کی تکلیف میں وہ انکار کر دے اس وقت عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔ (جوہرہ)

(۴) جب وہ ایک بار کلمہ پڑھ دے تو چُپ ہو جاؤ۔ ہاں اگر وہ پھر دنیا کی گفتگو کرے تو پھر سب لوگ کلمہ پڑھنے لگو۔ غرض مطلب یہ ہے کہ اُس کی سب سے آخری بات کلمہ ہو۔ (جوہرہ)

(۵) مرنے کی چند علامات یہ ہیں۔ آنکھیں پھٹی پھٹی ہوں۔ ٹکٹکی سی بندھی ہو۔ غرغرہ لگ جائے۔ جبڑے پھیل کر ہلکی آئے۔ بدن سرد پڑنے لگے۔ نتھنوں سے سانس کا آنا بند ہو۔ (جوہرہ)

(۶) مرتے وقت کوئی عیب دیکھو یا خدانخواستہ بُرا کلمہ یہاں تک کہ کفر کا کلمہ بھی اُس کے منہ سے سُنو تو اُس کا چرچا نہ کرو۔ اور یاد رکھو کہ اُس کو یہ سب معاف ہے اُس کی عقل اس وقت درست نہیں رہتی۔ (البحرالرائق)

(۷) مرنے کے بعد اُس کے رشتہ دار یا غیر آواز سے ہرگز ہرگز نہ روئیں۔ بیان (بین) ہرگز نہ کریں۔ صرف آنسو بہائیں اور "اناللہ" پڑھیں (مشکوٰۃ)

(۸) پھر فوراً اُس کے دونوں ہاتھ پھیلا کر پہلو میں رکھ دو۔ سینہ پر نیت باندھنے کی طرح ہرگز نہ رکھو۔ اُس کا منہ بند کردو اور ایک دھجّی لے کر اُس کی ٹھوڑی کے نیچے سے لیجا کر سر پر گرہ دیدو اُس کی آنکھیں سہلا کر بند کردو۔ اُس کے دونوں پاؤں پھیلا کر دونوں انگوٹھے ملا کر باندھ دو اور کپڑے اُتار کر اُسکو چادر اُڑھا دو۔ (عالمگیری)

(۹) پھر اُس کے نہلانے، کفنانے، اور دفنانے کے انتظامات میں جلدی کرو۔ (نورالایضاح)

یاد رکھو کسی کے آنے کے انتظار میں دیر کرنا مناسب نہیں۔ بلا کسی سخت مجبوری کے اس کی لاش کو دوسرے شہر میں نہ لے جانا چاہیئے۔ البتہ دوسری بستی میں جس کا فاصلہ دو۲ میل سے زائد نہ ہو لیجانا جائز ہے۔ (نورالایضاح)

(۱۰) مُردہ کے پاس عود، لوبان وغیرہ سُلگا دینا چاہیئے۔ (بحرالرائق)

(۱۱) ناپاک مرد یا عورت جسے نہانے کی حاجت ہو مُردہ کے پاس نہ رہے۔

(۱۲) جب تک مُردہ کو نہلا یا نہ جائے اُس وقت تک اس کے پاس قرآن نہ پڑھنا چاہیئے۔ ہاں اُس سے دُور دوسرے حصۂ مکان میں قرآن پڑھنا جائز ہے۔

(۱۳) جو لوگ جمع ہوتے جائیں اُن کو مُردہ کی ہمدردی میں لازم ہے کہ

وہ بجائے دنیوی تذکروں کے کلمہ، درود، استغفار، یا سبحان اللہ والحمد للہ اللہ اکبر یا قرآن کی کم وبیش تلاوت کرتے رہیں۔ اور خدا سے دعا کریں کہ ہمارے اِس پڑھنے کا ثواب اس مُردہ کو پہنچا دے۔

آنکھیں بند کرتے وقت آنکھیں بند کرنے والا یہ دُعا پڑھے ۔ ۔ ۔

بسم اللہ وعلیٰ ملّۃ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم یسّر علیہ وسہّل علیہ مابعدہٗ واسعدہٗ بلقاءک واجعل ماخرج الیہ خیرًا ممّا خرج عنہ۔

فصلِ دوم
متفرق انتظامات و غسل

ضروری انتظامات موت ہو جانے پر فوراً حسب ذیل متفرق انتظامات کرو۔
(۱) مُردے کی لمبائی کے برابر قبر کھُدوانے کا جلد انتظام کرو۔ (۲) کفن کے کپڑوں کا جلد انتظام کرو۔ مرد کیلئے چودہ گز۔ عورت کے لئے چوبیس ۲۴ گز۔ تفصیل آگے آتی ہے (۳) کفن سینے والا بُلواؤ۔۔۔

(۴) حسبِ ذیل چیزیں بازار سے خریدو۔
لوبان، روئی، خطمی اور ملتانی مٹی، کافور، عطر ایک شیشی۔

تنبیہ:۔ (۱) گھڑا لوٹا منگانا بیکار اور فضول خرچی ہے گھر کے گھڑے بالٹی اور لوٹے کام میں آسکتے ہیں۔ ہاں اگر گھڑے لوٹے کسی کے یہاں نہ ہوں تو گھڑے اور لوٹے مٹی کے منگالے۔

(۲) تختہ اگر گھر میں ہو تو غسل کے لئے وہی کافی ہے۔

(۳) نعش کیلئے تابوت یا گہوارے کی ضرورت بھی گھر کی ہلکی چارپائی سے پوری ہو سکتی ہے۔ تختہ اور چارپائی بھی گھر میں نہ ہو تو البتہ اسکا انتظام بھی کرو۔

(۴) عطر مَرد کے لئے بے رنگ ہو اور عورت کے لئے بے خوشبو۔

(۵) کیوڑہ گلاب یا پھولوں کا ہار قبر کیلئے منگانا فضول خرچی بھی ہے طریقۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور زائد بھی ہے۔

غسل:۔ حدیث:۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے پانی اور بیر (کی پتی) کے پانی سے غسل دیا۔ اور ان کو کفن دیا اور ان کی (قبر میں) لحد بنائی اور اُن کو دفن کیا۔ اور فرشتوں نے کہا۔ اے آدم علیہ السلام کے بیٹو!

مُردوں کے بارے میں تمہارا یہ طریقہ ہے"   (جمع الفوائد)

حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کے غسل کے لیے حکم دیا کہ تین بار یا پانچ بار نہلاؤ اور پانچویں (آخری) بار کافور کا پانی ڈالو۔   (جمع الفوائد)

حدیث میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مُردے کو نہلائے اور اس کے عیب کو ظاہر نہ ہونے دے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس بڑے چھوٹے گناہ معاف کر دیگا۔   (جمع الفوائد)

احکام وآداب

(۱) میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ ایک مرد غسل دیدے تو سب پر سے فرض اُتر جائیگا۔ اور کوئی نہ دے تو سب گنہگار ہوں گے۔   (عالمگیری)

(۲) غسل دینے کے لئے گھر کے لوگ ہوں تو مسنون ہے ورنہ ایسا آدمی بلایا جائے جو غسل دینے کے مسنون طریقہ سے واقف ہو۔   (شامی)

(۳) پانچ قسم کے مُردوں کو نہ نہلاؤ۔ مرتد[۱]، باغی[۲]۔ ڈاکو[۳]۔ ان تینوں کو ان کے اعمال سے نفرت ظاہر کرنے کے لئے۔ شہید[۴] کو اور اُس ضائع شدہ[۵] بچہ کو جس کے اعضا نہ بنے ہوں اُن کے احترام کی نیت سے (کبیری دُرِّ مختار)

(۴) مُردے کو نہلانا منحوس نہ سمجھو نہ اُس سے جھجکو اور نہ اُس سے ڈرو۔ یہ دن سب کو آنا ہے۔

(۵) حمل گر[۱] گئے اور اعضاء بن گئے ہوں پھر چاہے مُردہ پیدا ہُوا ہو یا زندہ اُسے نہلاؤ۔ پانی[۲] سے نکالی ہوئی لاش کو نکالنے کے بعد بھی نہلاؤ۔

(عالمگیری)

(۶) نہلانے کی جگہ نالی ہو تو بہتر ہے پانی بہہ جائے گا۔ کیچڑ اور گندگی

نہ ہوگی اور اگر نالی نہ ہو تو محض کیچڑ سے احتیاط کے لئے تختہ کے نیچے اتر دکھن لمبا گڑھا کھود لو تو بہتر ہے ورنہ کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۷) بیر کی پتیاں ہوں تو دو مٹھی ڈال کر ایک گھڑا پانی گرم کر لو۔ ورنہ بغیر پتی کے ایک گھڑا گرم پانی لے لو اور اس میں ٹھنڈا پانی ملا کر سہتا پانی ہلکا گرم دو گھڑے بنالو۔

(۸) اس کے علاوہ تین لوٹا پانی ٹھنڈا کافور ملا کر بھی رکھ لو۔ (نورالایضاح)

(۹) غسل کے لئے عموماً یہی ڈھائی تین گھڑے پانی کافی ہے زیادہ پانی گرانا فضول خرچی اور منع ہے۔

(۱۰) اس کے بعد غسل کا تختہ اُتر دکھن بچھاؤ اور اسے کروٹ کھڑا کر کے تین بار لوبان کی دھونی دے لو۔

(۱۱) مردے کو تختہ پر چت لٹا دو اور اوپر کے بدن سے کرتہ وغیرہ پھاڑ کر یا کُتر کر بدن سے اُتار لو۔

(۱۲) نیچے کے بدن سے پاجامہ یا تہبند اس طرح اُتارو کہ پہلے رنگین تہبند یا چادر ستر پر ڈال دو۔ (یہ تہبند سفید نہ ہو تو بہتر ہے سفید سے بے پردگی ہوتی ہے) اور اس تہبند کے نیچے نیچے سے پاجامہ وغیرہ اُتار دو۔

(۱۳) پھر آہستہ آہستہ اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرو۔

(۱۴) بائیں ہاتھ میں کوئی کپڑا باندھ لو یا دستانہ پہن لو۔

(۱۵) مردہ کے بدن سے کوئی نجاست خارج ہو یا نہ ہو تہبند کے نیچے نیچے تین یا پانچ ڈھیلوں سے مُردہ کی شرمگاہ آگے اور پیچھے پونچھ پونچھ کر ڈھیلے الگ کنارے رکھتے جاؤ۔ مردہ کی ران یا شرمگاہ کو نہ دیکھو۔ نہ ننگا ہاتھ اس کے جسم میں لگاؤ۔ (۱۶) اس کے بعد پانی سے بھی اسی طرح بائیں ہاتھ

سے دستانہ پہنے پہنے طہارت دِلادو۔

(۱۷) اس کے بعد مُردے کو اسطرح وضو کراؤ کہ پہلے[۱] دونوں ہاتھ بارادہ وُضو پہنچوں (گٹوں) تک تین بار دھودو۔ پھر[۲] اگر وہ ناپاک محتاجِ غسل مرا ہے تب تو فرض ہے (ورنہ سُنّت ہے) کہ کپڑا یا روئی تر کرکے اس کے ہونٹوں اور دانتوں اور ناک کے نتھنوں میں نرم حصّہ تک پانی پہنچادو۔ پھر[۳] منہ اور ناک میں خشک روئی ٹھونس دو تاکہ پانی اندر نہ جاسکے۔ اس کے بعد[۴] تین بار اپنے ہاتھ میں پانی لے کر اس کے چہرہ پر ڈالو۔ اور وضو کی طرح ہاتھ سے اس کے سر کے بالوں سے لیکر ٹھوڑی تک اور ایک کان سے لے کر دوسرے کان تک پانی پہنچادو۔ پھر[۵] دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دُھلادو۔ پھر[۶] ایک بار سر اور کان کا مسح کرادو۔ پھر[۷] دونوں پاؤں ٹخنے تک تین بار دھودو۔

(۱۸) وضو کے بعد گل خیرو یا خطمی یا صابن یا مُلتانی مٹی یا کالی مٹی یا بیسن یا کھلی سے اس کے سر اور داڑھی کو خوب دھودو تاکہ بالوں میں گندگی نہ رہ جائے۔

(۱۹) اس کے بعد مُردے کو بائیں کروٹ لِٹادو اور پہلے داہنے بازو پر سے گرم پانی تین بار سر سے لیکر پیر تک ڈال کر بہادو اتنا کہ تختہ سے ملے ہوئے بائیں پہلو تک پانی خوب پہنچ جائے۔

(۲۰) پھر اس کو داہنی کروٹ لٹادو اور اس کے بائیں پہلو پر سے پیر تک تین بار گرم پانی ڈال کر اسطرح بہادو کہ تختہ سے مِلے ہوئے داہنے پہلو تک پانی خوب پہنچ جائے۔

(۲۱) پھر مُردے کو سہارا دیکر بٹھاؤ اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملو اور دباؤ۔ اگر کچھ نجاست نکلے تو دوسرا دستانہ پہن کر اس کو پونچھ دو۔ خوب یاد رکھو اس نجاست کے نکلنے سے مُردے کے وضو یا غسل میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

اس لیئے اس کو دوبارہ وضو یا غسل نہ کراؤ۔

(۲۲) پھر اس کو ایک بار اور بائیں کروٹ لٹا کر کافور ملا ٹھنڈا پانی سر سے پیر تک ڈال دو۔ یاد رکھو دوبار گرم پانی ڈال چکے اب ایک بار یہ ٹھنڈا پانی ڈالنے سے سنّت پوری ہو جاتی ہے اس لیئے کافور کا پانی داہنی کروٹ لٹا کر بائیں پہلو پر سے بہانا ضروری نہیں۔ ہاں اگر پانچ بار نہلانا ہو تو خیر، لیکن اگر صرف ایک بار بھی سارے بدن کو خوب دھو دیا تو فرض ادا ہو گیا۔

(۲۳) مرد کو نہلانے والا کوئی مرد نہ ملے تو صرف اس کی بیوی اُسے نہلا سکتی ہے۔

(۲۴) اگر صرف اجنبی عورت ہو تو وہ مرد مُردے کو صرف تیمّم کرا دے، غسل نہ دے۔

(۲۵) عورت مر جائے اور نہلانے والی نہ ملے تو اُسکا شوہر اسکو ہرگز نہ نہلائے۔

(۲۶) مرد اپنی مُردہ بیوی کا چہرہ اور عورت اپنے مُردہ شوہر کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں کپڑے کے اوپر سے ہاتھ بھی لگا سکتے ہیں۔

پس یہ جو مشہور ہے کہ مرنے پر میاں بیوی ایک دوسرے کے ایسے نامحرم ہو جاتے ہیں کہ ایک دوسرے کا چہرہ بھی نہ دیکھیں۔ صحیح نہیں۔

(۲۷) ناپاک مرد و عورت نہ کسی مُردے کو نہلائیں نہ اُس کے پاس جائیں۔

(۲۸) نہلانے میں اگر مُردہ کا چہرہ خدانخواستہ کالا یا بگڑا ہوا دیکھے تو کسی سے نہ کہے البتہ اگر وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو تو عبرت کے لیئے کہدے

(۲۹) مردہ کے ناخن کاٹنا، بال مونڈنا یا بالوں میں کنگھی کرنا نہ چاہیئے۔ (نورالایضاح)

البتہ اُنگلیوں سے بالوں میں خلال کا مضائقہ نہیں۔

(۳۰) مُردے کی ساری خدمتیں یعنی نہلانا، کفن سینا وغیرہ پر اُجرت لینا جائز

تو ہے مگر سوا بیحد غریب آدمی کے جس کی بسر اوقات کی کوئی دوسری سبیل نہ ہو کسی کو اُجرت لینا بہتر نہیں۔

(۳۱) مُردے کی خدمتیں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے بلا عوض کرنا چاہیئے۔ اُجرت کی نیت نہ ہو گی تو ثواب ملے گا۔ اور اگر اجرت لے لیگا تو ثواب نہ ملیگا۔

فصلِ سوم

کفن، نماز، جنازہ لے چلنا

کفن

حدیث ۱۸: سفید کپڑے پہنا کرو۔ سفید کپڑا سب سے بہتر ہے اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفن دو۔ (جمع الفوائد)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہنگا کفن نہ دو کیونکہ آخر وہ تو پُرانا ہو جاتا ہے۔ (″ ″)

حدیث ۱۹: حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو ایک چادر کا کفن دیا گیا۔ (″ ″)

احکام و آداب

(۱) کفن دینا فرض ہے اور مرد کو تین کپڑے اور عورت کو پانچ کپڑے دینا مسنون ہے (تفصیل آتی ہے)

(۲) کفن سفید افضل ہے رنگین بھی جائز ہے۔ (۳) کفن قیمتی نہ ہونا چاہیے۔ مرد کی اوسط حیثیت کا ہو۔ (۴) کفن میں نیا کپڑا یا دُھلا ہُوا صاف کپڑا سب درست ہے۔ (۵) کفن کا جائز اور ضروری خرچ میّت کے مال سے لینا چاہیے۔ ہاں اگر وہ محتاج ہے تو دوسرے مسلمان اس کو کفن دیں۔ (۶) کفن مسنون کی تفصیل یہ ہے کہ مرد کے لئے گہوارہ کی اوپری چادر ضروری نہیں۔

(الف اوسط مرد کے لئے)

(۱) قمیص یا کفنی ۲½ گز لمبی (گز بھر عرض ایک پاٹ ۲½ گز کپڑا) کندھے سے نصف پنڈلی تک دو برابر حصّے کا کپڑا جس کا چاک کھول کر گلے میں ڈال دیتے ہیں۔

(۲) اِزار۔ ڈھائی گز لمبی (گز بھر عرض ڈیڑھ پاٹ) ایک چادر سر سے پاؤں تک مُردہ کو اس میں لپیٹ دیتے ہیں (پونے چار گز کپڑا)

(۳) لفافہ۔ پونے تین گز لمبا (گز بھر عرض) ازار سے کچھ بڑا سر سے پاؤں تک

[illegible]

یہ بھی ڈیڑھ پاٹ کا ہوگا ۔ (۴ گز کپڑا)

(۴) لنگی اور دستانے (۳ گز کپڑا)

(ب) عورت کے لئے :-

(۱) قمیص[۱] یا کفنی ۔ ازار[۲] ۔ لفافہ[۳] ۔ مرد کی طرح (۱۰ ½ گز کپڑا)
(۲) سینہ بند ۔ دو گز لمبی چادر بغل سے پنڈلی تک (۲ گز کپڑا)
(۳) سربند ۔ ڈیڑھ گز لمبا (۱½ گز)
(۴) اوپر کی چادر ۔ ۳ گز لمبی ۲ پاٹ (۶ گز کپڑا)
(۵) لُنگی اور دستانے (۳ گز کپڑا)

میزان ۲۳ گز

عورت کے سر کے بال کے دو[۲] حصّے کر کے دائیں بائیں جانب سینے پر رکھے جاتے ہیں اُس پر سربند صرف ڈال دیا جاتا ہے باندھا یا لپیٹا نہیں جاتا ۔

(۷) تنگی میں مرد کو بجائے تین کپڑوں کے دو[۲] (صرف ازار اور لفافہ) دیدینا اور عورت کو بجائے پانچ کے تین کپڑے (صرف ازار ۔ لفافہ ۔ سربند) دیدینا بھی درست ہے ۔

(۸) اس سے کم کفن دینا مکروہ اور بُرا ہے لیکن اگر سخت تنگی اور مجبوری ہو تو مرد کو ایک اور عورت کو دو کپڑے دینا بھی جائز ہے مکروہ نہیں جیسا حدیث[۱۹] میں ہے ۔

(۹) کفن کے متعلقات میں چند کپڑے اور بھی لازمی ہیں ۔ دو تہبند[۱] نہلانے کیلئے سوا سوا گز کے رنگین ہوں تو بہتر ہے تا کہ ستر پوشی اچھی طرح ہو سکے یہ دونوں تہبند اور اسی طرح گہوارہ کی چادر گھر میں سے مِل سکے تو وہی کافی ہے نئی بنانا فضول خرچی ہے " تین تھیلی یا[۲] دستانے ۔ صرف عورت کیلئے گہوارے کی ایک بڑی[۳] چادر ساڑھے تین گز لمبی اور دو[۲] گز چوڑی ۔

(۱۰) کفن میں عطر ہرگز نہ ملو نہ کافور ملو بلکہ صرف لوبان کی دھونی تین یا پانچ بار دے لو۔

(۱۱) کفنانے کا طریقہ یہ ہے۔ لفافہ بچھا دو پھر اس پر ازار بچھا دو پھر اس پر کفنی اس طرح بچھاؤ کہ اس کے صرف اوپر کا پلہ لپیٹ کر سرہانے کر دو۔ پھر مُردے کو اس کفن پر لٹا دو۔ پھر سر پر (اور مرد ہو تو اس کی داڑھی پر بھی) عطر مل دو۔ پھر سجدے کے سات اعضاء (ماتھا۔ ناک، دو ہتھیلیاں، دو گھٹنے۔ دو پاؤں کے پنجے) پر کافور لگا دو۔ پھر پہلے کُرتہ پہناؤ یعنی لپٹی ہوئی کفنی کا چاک سر میں ڈال کر پنڈلی تک پھیلا دو۔ پھر مرد کو تو ازار لپیٹ دو لیکن عورت کو ازار لپیٹنے سے قبل سر کے بالوں کے دو حصے کر کے دائیں بائیں جانب سینہ پر ڈال دو۔ اس کے بعد سربند کو سر پر اور بالوں پر صرف ڈال دو اس کو نہ باندھو نہ لپیٹو۔ پھر ازار لپیٹ دو۔ اس طرح کہ پہلے بائیں طرف کا حصّہ جسم پر لوٹ دو۔ پھر دائیں طرف کا حصّہ لوٹ دو۔ پھر عورت کو سینہ بند لپیٹ دو اس طرح کہ لمبان کا ایک کنارہ ایک بغل سے اور ایک کنارہ دوسری بغل سے نکالو۔ کہ اس کا عرض میّت کے سینہ سے ران تک رہے۔ پھر چادر اس طرح لپیٹو کہ پہلے بائیں طرف کا حصّہ جسم پر لوٹو پھر دائیں طرف کا حصّہ الٹ دو۔ پھر کسی دھجّی سے پیر اور سر کی طرف اور کمر کے پاس کفن کو باندھ دو تاکہ راستہ میں کفن کھُل نہ جائے۔

خوب یاد رکھو کہ یہ دھجیاں کفن سے زائد ہیں لاش کو قبر میں رکھنے کے بعد یہ دھجیاں نکال لینی چاہئیں۔

(۱۲) بعض کپڑے بالکل زائد ہیں مگر رسم میں ان کو ضروری سمجھا جاتا ہے ان کو چھوڑنا چاہیئے۔ جانماز۔ لاش کو قبر میں اُتارنے کیلئے پٹکا۔ مُردہ کے جنازے پر اوپر کی بڑی چادر۔ ان کپڑوں کو میّت کے روپیہ پیسہ سے (جو

اُب وارثوں کا حق بن گیا ہے، خریدنا گناہ ہے۔

نماز جنازہ حدیث[۲۱]:۔ جو شخص اللہ پر ایمان لائے ہوئے ثواب لینے کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ چلے اور اس کے ساتھ رہے یہانتک کہ اس پر نماز بھی پڑھے اور اس کے دفن سے بھی فارغ ہو تو وہ اُحد پہاڑ کے برابر دو دو قیراط ثواب لے کر واپس آتا ہے اور جو اس پر نماز پڑھے پھر قبل دفن ہی پلٹ آئے تو وہ ایک ہی قیراط ثواب لیکر لوٹتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

احکام حدیث[۲۲]:۔ جس مسلمان کے جنازہ میں چالیس مسلمان ایسے نماز کو کھڑے ہوں جو شرک نہ کرتے ہوں (اور بروایت دیگر جس مسلمان پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ جنّت لازم کر دیگا۔ (مشکوٰۃ)

احکام و آداب (۱) جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے (۲) یہ نماز دراصل میت کے لئے دُعائے مغفرت ہے۔ دُعار کے قاعدہ کے مطابق یعنی پہلے اللہ کی تعریف، پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود، پھر دُعار۔ (۳) اس نماز میں صرف دو چیزیں فرض ہیں اول کھڑا ہونا۔ دوسرے چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔

پس خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر دُعائے جنازہ یاد نہ ہو تو کم سے کم فرض تو ہر شخص ادا کر سکتا ہے۔ اس لئے دُعا یاد نہ ہونے کی فکر میں نماز جنازہ نہ پڑھنا سخت غلطی ہے۔ (۴) نماز جنازہ میں کیونکہ رکوع اور سجدہ نہیں ہے اس لئے قبرستان میں جہاں اور قبریں بھی سامنے ہوں نماز پڑھنا جائز ہے۔ (۵) حدیث[۲۰] کا مطلب یہ ہے کہ جنازہ میں شرکت جو ہو تو دکھانے کے لئے اور کسی کو خوش کرنے کیلئے نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ ثواب لینے کیلئے ہونا چاہیئے۔ (۶) مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

جنازہ حدیث[۲۳]:۔ جو شخص جنازہ کے ساتھ چلے تو اُسے چاہیئے کہ چارپائی کے

ہر طرف سے اُسے اٹھائے۔ یہی طریقہ رسول ہے۔ (جمع الفوائد)

حدیث ۲۴:۔ جنازہ کے ساتھ نہ تو شور اور آواز کرو نہ آگ لے کر چلو اور نہ اس کے آگے آگے چلو۔ (جمع الفوائد)

حدیث ۲۵:۔ جنازہ کو لے کر تیز چلو اگر وہ نیک ہے تو تم ایک نیک چیز کو اس کی جگہ پہنچا رہے ہو۔ اور اگر دوسری صورت ہے تو ایک بُری چیز ہے جس کو تم اپنی گردنوں پر سے اُتار کر پھینک رہے ہو۔

حدیث ۲۶:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تو ہم کو جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانے کا حکم فرمایا کرتے تھے لیکن پھر آخر میں خود بھی بیٹھے رہتے اور ہمیں بھی بیٹھے رہنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث ۲۷:۔ جو شخص جنازہ کو چالیس قدم اُٹھائے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس گناہ مٹا دیتے ہیں۔ (مراقی الفلاح)

حدیث ۲۸:۔ جنازہ کے ہمراہ کثرت سے لا الٰہ الا اللہ پڑھو۔ (جمع الفوائد)

احکام و آداب

(۱) جنازہ اُٹھانے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ کم سے کم چالیس قدم اس طرح چلے کہ اس کا اگلا داہنا پایہ داہنے کندھے پر لیکر دس قدم چلے۔ اس کے بعد اس کا پچھلا داہنا پایہ داہنے کندھے پر لیکر دس قدم چلے۔ پھر بایاں اگلا پایہ بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے۔ پھر بایاں پچھلا پایہ بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے۔

(۲) جنازہ کو تیز قدم لے چلنا مسنون ہے (دیکھو حدیث ۲۵) مگر اتنا تیز بھی نہیں کہ لاش اُچھلنے لگے۔ اور عام طور پر ساتھی لوگوں کو تکلیف ہو۔

(۳) جنازے کے ساتھ آگ دھواں ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ (دیکھو حدیث ۲۴) لوبان، اگربتی لے چلنا طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریحًا خلاف ہے۔

(۴) جنازہ کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل بیٹھے رہنا ہی ہے اس لئے اب جنازہ کو دیکھ کر کھڑا نہ ہونا چاہیئے۔ ہاں اگر کسی کو کندھا دینا اور دفن میں شریک ہونا ہے تو ضرور اُٹھ کر ساتھ ہو جائے۔

(۵) جنازہ کے ہمراہ کلمہ پڑھنا چاہیئے اس لئے کہ سنّت ہے مگر زور دشور سے نہ پڑھنا چاہیئے اس لئے کہ اس کیلئے ممانعت ہے نماز جنازہ کا طریقہ اور اس کی دعا ر آخر میں درج ہے۔

فصل چہارم

قبر، دفن، تلقین

قبر

حدیث[۲۹] :- قبر یا تو جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو گی یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ (جمع الفوائد)

حدیث[۳۰] :- صحابہ رضی اللہ عنہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کے ساتھ چلے اور قبر کی جگہ تک پہنچے ابھی لحد نہیں کُھدی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم سب بھی چُپ بیٹھ گئے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی اُس سے آپ (محویت کے باعث) زمین کُرید رہے تھے پھر آپ نے سر اُٹھا کر دو یا تین بار فرمایا اللہ کی پناہ مانگا کرو۔ قبر کے عذاب سے۔ پھر فرمایا جب مسلمان مرتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم (مثالی) میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے (عالمِ قبر) میں بٹھا کر چار باتیں پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ وہ پوچھتے ہیں تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ وہ پوچھتے ہیں ـــ یہ شخص کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے آپ (جناب محمدؐ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں۔ یہ تمہیں کیسے معلوم ہُوا؟ وہ کہتا ہے میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی تھی، اس پر ایمان لایا، اُس کو سچّا جانا تھا تو اس کے لئے عالمِ قبر بہت کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ اور کافر ہر سوال پر کہتا ہے۔ افسوس میں نہیں جانتا۔ تو اُس کیلئے عالمِ قبر تنگ کر دیا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ ملخصًا)

حدیث ۳۱ :- لحد ہمارے لئے ہے اور شگاف دوسروں کے لئے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث ۳۲ :- اپنے مُردوں کو نیک لوگوں کے درمیان دفن کیا کرو اسلئے کہ مُردہ بُرے پڑوسیوں کی وجہ سے اسی طرح اذیت پاتا ہے جس طرح زندہ شخص بُرے پڑوسی کیوجہ سے۔ (مشکوٰۃ)

احکام و آداب (۱) یوں تو ہر جگہ قبر میں بغلی (لحد) اور درمیان میں گڑھا (شق) دونوں جائز ہیں البتہ بغلی افضل تر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ طے پایا تھا کہ اگر بغلی (لحد) کھودنے والے پہلے آگئے تو بغلی کھدے گی ورنہ شق (درمیان میں گڑھا)، پس اگر درمیان کا گڑھا (شق) بنانا ناجائز ومکروہ ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس کا ذکر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہ کرتے۔ پس نرم زمین میں شق اور سخت میں بغلی افضل ہے اور اس کے خلاف بھی درست ہے۔ (۲) قبر کی گہرائی مع بغلی ولحد کی گہرائی کے میّت کے جسم کے برابر ہو تو بہتر ہے ورنہ اس کے سینہ تک اور کم سے کم اس کی کمر تک (۳) قبر کی چوڑان میّت کے نصف جسم کے برابر ہونا چاہیئے۔ (۴) لحد ہو یا بغلی ۱½ بالشت سے زیادہ گہری نہ ہونا چاہیئے .... کیونکہ اتنی گہرائی میں انسانی جسم چھُپ سکتا ہے کہ اگر اس پر اینٹیں یا لکڑی پاٹ جائیں تو جسم کو صدمہ نہ پہنچے گا۔ اور انسانی جسم کا یہی احترام ہی ملحوظ تھا جو قبر کے اندر بھی لحد یا بغلی کا حکم دیا گیا تاکہ انسانی جسم پر مٹّی نہ پڑنے پائے۔

(۵) یہی ڈیڑھ بالشت گہرائی کی مٹّی قبر درست کرنے کے بعد زمین کی سطح سے اونچی کرنے کیلئے بچے گی۔ زمین سے قبر ڈیڑھ بالشت ہی اونچی رہے زیادہ اونچی خلافِ سنّت ہے۔

(۶) قبر کو اونٹ کی کوہان کے نمونہ کا ہونا چاہیئے۔ بیچ میں بلند ادھر اُدھر ڈھلوان۔

دفن و تلقین حدیث ۳۵ :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے قبروں کو پختہ بنانے سے۔ اس پر روضہ و عمارت بنانے سے۔ اس پر بیٹھنے سے اس پر کچھ لکھنے سے اور اس کو روندنے سے۔ (جمع الفوائد)

حدیث ۳۶ :- جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میّت کو قبر میں رکھتے تو فرماتے "بسم اللہ و باللہ علیٰ ملّۃ رسول اللہ" (ترمذی) **ترجمہ** :- اللہ کی مدد سے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق۔

حدیث ۳۷ :- فرمایا جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی مرے۔ اور تم اس پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں سے ایک مرد اس کے سرہانے کھڑا ہو اور یہ کہے" اے فلانی عورت کے بیٹے فلاں"، تو وہ اُسے سُنتا ہے مگر جواب نہیں دے سکتا۔ پھر کہو "اے فلانی کے بیٹے فلاں" تو وہ اچھی طرح (عالمِ برزخ میں بیٹھ جاتا ہے۔ پھر کہو "اے فلانی کے بیٹے فلاں" تو وہ کہتا ہے" ہاں! ہمیں کچھ عقل سکھاؤ۔ اللہ تم پر رحم کرے" (مگر تم اسے سُن نہیں سکتے) پھر یہ کہنا چاہیئے۔

جس حال میں تم دنیا سے گئے ہو اسے یاد رکھنا یعنی لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت۔ یہ کہ تم اللہ کے رب ہونے پر راضی تھے۔ اور اسلام کے دین ہونے پر۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی و رسول ہونے پر۔ قرآن کے نصب العین ہونے پر تم راضی تھے۔ (جمع الفوائد)

حدیث ۳۸ :- جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میّت کو دفن کر کے فارغ ہوتے تو ٹھہرے رہتے اور فرماتے۔ اپنے اس بھائی کے لئے بخشائش کی دعا کرو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اسکو (تعلیم کلمہ پر) جمنا نصیب فرمائے کیونکہ بس اب جلد ہی اس سے سوالات کیے جائیں گے۔ (جمع الفوائد)

حدیث ۳۹ :- فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اس کو روکا نہ کرو۔ بلکہ

اس کو جلد اس کی قبر تک پہنچاؤ۔ اور یہ چاہیئے کہ (دفن کے بعد) اس کے سرہانے سورۂ بقر کی ابتدائی آیات پڑھی جائیں اور اس کے پائنتی سورۂ بقر کا خاتمہ (آمنَ) (جمع الفوائد)

حدیث ۴۰: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیمؓ کی قبر پر پانی چھڑکا۔ (جمع الفوائد)

حدیث ۴۱: جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا اور دفن ہو گئے، تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا کہ ایک پتھر اُٹھالاؤ وہ اُٹھا نہ سکا تو آپ نے آستینیں چڑھائیں اور اُسے اُٹھا لائے اور اُسے ان کے سرہانے رکھ دیا اور کہا اس سے میں اپنے بھائی کی قبر پہچان لیا کروں گا۔ اور اپنے خاندان والوں کو اُنھیں کے پاس دفن کیا کروں گا۔ (جمع الفوائد)

احکام و آداب (۱) قبر میں مُردے کو پچھم طرف سے اُتارنا چاہیئے اور پہلے سر کی طرف سے اُتارنا اور داہنی کروٹ لٹانا چاہیئے۔

(۲) قبر میں میّت کے قریبی رشتہ دار چار آدمی اُتریں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے بھی چار آدمی حضرات علی، فضل، قثم اور شقران رضی اللہ عنہم اُترے تھے۔

(۳) میّت کو اُتارتے وقت بسم اللہ و باللہ علیٰ ملّۃ رسول اللہ کہتے رہنا چاہیئے۔ (۴) لحد یا بغلی کو کچی اینٹوں سے پاٹنا مسنون ہے کچّا گھڑا بھی اسی قسم کی چیز ہے۔ ورنہ پھر پکا گھڑا، کھپرا، بانس، لکڑی سب سے پاٹنا درست ہے۔

(۵) قبر کو سوا بالشت بلند کرنے کے بعد اس پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے سر کی طرف سے ڈالنا شروع ہو کہ پیر پر ختم ہو۔

(۶) قبر پر اگر بتی، لوبان، آگ وغیرہ کی ممانعت اوپر گذر چکی ہے۔

(۷) قبر میں کیوڑا چھڑکنا منع ہے یہ تبذیر ہے اور تبذیر والوں کو قرآن میں شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔

(۸) قبر پر چادر کپڑے کی اُڑھانا یا پھول کی چادر ڈالنا منع ہے اس لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔

(۹) دفن کے بعد اتنی دیر میں کہ لوگ چالیس قدم جاسکیں مُردہ سے نکیرین سوال و جواب کرنا شروع کردیتے ہیں۔ تو اس کیلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو تدبیریں بتائی ہیں۔ پہلی یہ کہ مُردے کے لئے استغفار کیا جائے۔ دوسری یہ کہ اس کو حدیث ۳۷ کے مطابق پانچ باتوں کو یاد دلانا چاہیئے۔ یا سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی تین آیات اور پائنتی سورۂ بقر کی آخری تین آیات پڑھی جائیں۔

(۱۰) قبر کے سرہانے علامت کے لئے پتھر لگانا اور مُردہ کے اُنس کیلئے سبز ٹہنی مستحب ہے۔

(۱۱) عالمِ قبر میں مُردہ کی سماعت و بصارت سب بہت قوی ہو جاتی ہے مگر صحیح مسلک یہ ہے کہ (۱) مُردہ کا جسم نہیں سُنتا روح سنتی ہے (ب) مُردہ صرف قریب کی چیز (آنیوالے کے پیر کی چاپ انکا سلام) سنتا ہے (ج) چونکہ قبر دار العمل نہیں ہے اس لئے مُردہ سُنکر اُس پر عمل نہیں کرسکتا۔ (د) حدیث میں جو ہے کہ "مُردہ ثواب بخشنے والے کیلئے دُعائے مغفرت کرتا ہے" تو اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف ثواب بخشنے کے موقع پر صرف دُعائے مغفرت کرتا ہے یہ نہیں کہ اس سے جو بھی کہا جائے وہ اس کی دُعا کرے۔

فصل پنجم

نوحہ و بکا، تعزیت و ہمدردی، ایصال ثواب

نوحہ و بکا و تعزیت

حدیث ۴۲ :- فرمایا جو شخص (غم میں) منہ پر طمانچے مارے اور کپڑے پھاڑے اور جاہلیت کی پکار پکارے وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث ۴۳ :- زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو عورتیں رونے لگیں تو عمر رضی اللہ عنہ اُن کو کوڑے سے مارنے لگے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو پیچھے ہٹایا۔ اور کہا اے عمر! انہیں چھوڑ دو۔ پھر عورتوں سے فرمایا دیکھو شیطان کی طرح چیخنے سے بچتی رہو۔ پھر فرمایا آنکھ اور دل سے جو کچھ (غم) ہو تو وہ اللہ عزّوجل کی طرف سے ہے۔ اور محبت و رحم کی وجہ سے ہے۔ لیکن جو (غم) ہاتھ اور زبان کے ساتھ ہو تو وہ شیطان (کے بہکانے) سے ہے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث ۴۴ :- فرمایا جو شخص کسی بچّہ پر رونے والی کو تسلّی دے اُسے جنّت میں ایک عمدہ چادر پہنائی جائے گی۔ (مشکوٰۃ)

حدیث ۴۵ :- جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر آئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا پکاؤ (اور بھیجو) کیونکہ اُن پر ایسا رنج آپڑا ہے جو انہیں (کھانا پکانے وغیرہ) سے روکے ہوئے ہے۔ (مشکوٰۃ)

.....

احکام وآداب (۱) کسی کے مرنے پر غم سے آنسو بہانا جائز اور فطری ہے مگر بالاختیار آواز سے رونا۔ مُردے کا بیان کر کر کے رونا مُنہ پر طمانچے مارنا۔ کپڑے پھاڑنا۔ سر پٹکنا۔ پچھاڑیں کھانا۔ سب شیطانی فعل اور سخت منع ہیں۔

(۲) مرتے ہوئے شخص کو گھر والوں کے رونے سے تکلیف ہوتی ہے اور مُردہ کافر کو اور اس مسلمان مُردہ کو جو نوحہ دُبکا کی وصیّت کر جائے یا نوحہ دُبکا کو منع نہ کر جائے تو لوگوں کے بیان کر کر کے رونے سے سزا دی جاتی ہے۔

فرشتے ہر بیان پر مُردہ کے سینے میں کھُوکے دے دے کے کہتے ہیں "کیوں تو ایسا ہی تھا۔ جیسا یہ کہہ رہے ہیں"۔ پس ہندوستانی مسلمانوں کے گھروں کا یہ طریقہ کہ جو عورتیں میّت کے گھر تعزیت کو آتی ہیں وہ خود آواز سے روتی اور گھر والیوں کو اور رُلاتی ہیں بالکل غیر اسلامی اور قابلِ ترک ہے۔

(۳) رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ میّت کے گھر والوں کے لئے دو وقت کھانا خدا کی خوشنودی کے لئے نہ کہ ادلے بدلے کیلئے ان کے گھر بھیجیں۔ کیونکہ عموماً رنج کی ایسی شدّت کہ میّت کے گھر والے کھانا نہ کھا سکیں۔ صرف ایک ہی دن رہتی ہے۔

کچھ فقہار کی رائے یہ بھی ہے کہ نہیں تین دن تک کھانا اُن کے گھر بھیجا جائے۔ کیونکہ غم کی قدرتی مدّت صرف تین دن ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ تو غم بُھلانا چاہتے ہیں۔ بے وقوف انسان خود یاد کر کر کے اور بے صبری دکھا دکھا کر رونے لگے۔ یا دوسرے لوگ رسمی طور پر آ کر اُسے یاد دلا کر رُلائیں اُس کا تو علاج ہی نہیں۔

(۴) بھاتی کے کھانے میں غیر لوگوں میں سے صرف وہ لوگ بھی شریک

ہوسکتے ہیں جو میت کی تجہیز و تکفین وغیرہ میں پھنسے رہے ہیں۔

(۵) بھاتی لانے والوں کو چاہیئے کہ اصرار کر کے میت کے گھر والوں کو کھانا کھلائیں

(۶) ہندی مسلمانوں کی یہ رسم نہایت افسوسناک اور قابلِ ترک ہے کہ میت کے گھر دُور کے مقامات سے رشتہ دار عورتوں کے آنے کا تانتا جو پہلے ہی دن سے بندھنا شروع ہوتا ہے تو سال بھر جاری رہتا ہے اور وہ مہمان بنکر چند دن میت کے گھر رہتی ہیں اور میت کے گھر والے ایک تو مُردہ کے صدمے میں پریشان رہتے ہیں۔ دوسرے ان ناخواندہ مہمانوں کے کھلانے۔ سُلانے۔ ٹھہرنے پان، حقہ، کا خرچ ان کو سہنا پڑتا ہے۔ دوسری بستی سے اگر تعزیت کو رشتہ دار آئیں تو بہتر یہ ہے کہ صرف مرد آئیں وہ بھی صرف ایک وقت کے لیئے۔ پھر بہتر یہ ہے کہ وہ مرد بھی کھانا اور کہیں کھائیں۔ میت کے گھر ٹھہرنے کی رسم خالص ہندوانہ ہے۔ اور ساری مسلم سوسائٹی اس رسم کے خرچ سے آج تباہ ہے۔ کیا ہے مسلمانوں میں کچھ انسانی ہمدردی اور اسلامی حمیت کہ انسانیت اور اخلاق کے نام پر دین اسلام کے نام پر اس ظالمانہ، بے رحمانہ رسم کو یک لخت ترک کر دیں ؟

ایصالِ ثواب

حدیث[۴۶]:۔ فرمایا قبر میں مُردہ ڈوبنے والے دُہائی دینے والے کی طرح ہوتا ہے اور ماں باپ بھائی دوست کی دُعا پانیکا منتظر رہتا ہے۔ جب اُس کو دعائیں پہنچتی ہیں تو یہ اُس کے لیئے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ دُنیا والوں کی دُعاؤں سے قبر والوں کے پاس (رحمت و بخشائش کے) پہاڑ کے پہاڑ بھیجتا ہے۔ اور سنو! زندوں کا تحفہ مُردوں کے لیئے استغفار ہے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث[۴۷]:۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم کو پہلے قبروں پر جانے سے روکا تھا۔ اچھا تو اب قبروں پر جایا کرو۔ کیونکہ قبریں دنیا سے رُوگرداں کرتی ہیں

اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (مشکوٰۃ)

حدیث ۴۸:۔ نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مدینے کی کچھ قبروں پر سے گزرے تو آپ نے اُن مُردوں کی طرف رُخ کیا اور فرمایا " السّلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللّٰہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر۔ (مشکوٰۃ)

حدیث ۴۹:۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن عورتوں پر لعنت کی جو قبروں پر بار بار آئیں جائیں۔ (مشکوٰۃ)

حدیث ۵۰:۔ فرمایا جو ہر جمعہ کو والدین کی یا والد یا والدہ کی قبر کی زیارت کرے تو اُس کی مغفرت کی جائے گی۔ اور وہ والدین کا خدمت گزار لکھ دیا جائیگا (مشکوٰۃ)

حدیث ۵۱:۔ جو شخص قبرستان میں جائے اور سورۂ الحمد اور قل ہو اللہ احد اور سورۂ الہاکم التکاثر پڑھے اور کہے الٰہی میں نے اس پڑھنے کا ثواب اس قبرستان کے مسلمان مرد عورتوں کو بخشا تو وہ سب مُردے روزِ جزا اس کی شفاعت کریں گے۔ (نور الصُّدور)

حدیث ۵۲:۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! کیا میرے والدین کے انتقال کے بعد کوئی صورت اُن کی خدمت کی اب بھی ممکن ہے؟ فرمایا ہاں! اُن کے لئے نماز جنازہ پڑھنا۔ اُن کیلئے مغفرت کی دعائیں مانگنا۔ اُن کے عہدوں کو اُن کے بعد پورا کرنا۔ اُن رشتہ داروں کا خیال رکھنا جن سے ان کا واسطہ ہو۔ (یا جو اُنہیں تک ختم ہو) اور اُن کے دوستوں کی عزت کرنا۔

(جمع الفوائد)

احکام وآداب

(۱) قبر پر جا کر قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو تاکہ میّت کیطرف منہ ہو۔ (۲) قبر پر ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ نہ پڑھے۔ اس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ قبر والے ہی سے کچھ مانگ رہا ہے جو بُرا ہے۔

(۳) خواہ قبر کسی کی ہو اُس کا طواف اُس کا بوسہ سب منع ہے (۴) مُردوں کو سلام کرنیکا حکم رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور فرمایا کہ مُردہ اپنے رشتہ دار شناسا کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے گو سلام کرنے والا اُس کو سُن نہیں سکتا۔ (۵) عوام کی قبروں پر بھی جائے اور صلحار کی قبروں پر بھی۔ قبروں پر جاکر موت کو یاد کرے۔ دنیا کے فانی ہونے کا یقین تازہ کرتا رہے۔ جن قبروں پر نقش و نگار و آرائش و رنگینی زیادہ ہو وہاں بجائے موت کو یاد کرنے کے سیر و تفریح کا جذبہ زیادہ رہتا ہے اسی لئے وہاں کم جائے۔

(۶) قبروں پر جاکر مُردوں کی مغفرت کی دُعا۔ اُن کو ثواب پہنچانے کے لئے تلاوتِ قرآن یا ذکر ضرور کرے۔ عوام کو تو اس سے گناہوں کی بخشائش اور عذابِ قبر میں کمی کا فائدہ ہوتا ہے۔ اور اولیار اللہ کو یا معصوم بچوں کو اس سے خداوند تعالیٰ کے یہاں قُرب کے درجات میں ترقی ہوتی ہے۔

(۷) مُردے زیادہ قابلِ رحم ہوتے ہیں اور اُن کو کہیں سے مدد اور راحت ملنے کا زیادہ انتظار رہتا ہے۔ اس لئے فاتحہ اور ایصالِ ثواب کا آسان اور مخلصانہ طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد یا ہر روز تین بار قُلْ هُوَ اللّٰه پڑھ کر خدا سے دُعا کرے کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے اور اُن کی تکلیف میں کمی کر۔

(۸) زبان کے عمل کا بھی ثواب پہنچتا ہے اور مال کے خیرات کرنے کا ثواب پہنچتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب عمل نیک ادا ہو جائے۔ تب خود اس کرنے والے کو ثواب ملتا ہے اس کے بعد جب وہ خدا سے یہ کہہ دے کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے تب دوسرے کو ملتا ہے۔

مثلاً جب صحیح نیت سے نفل روزہ یا نماز یا زبان سے قرآن کلمہ وغیرہ پڑھ چکو یا پیسہ، کپڑا، کھانا غریب محتاجوں کو دے چکو تم کو ثواب ملے گا ورنہ عمل نیک سے قبل خود اپنے ہی کو ثواب نہیں ملتا۔

(۱) بعض اکابر نے ثواب کو قابلِ تقسیم بھی کہا ہے لیکن بعض بزرگانِ دین نے ثواب کو ناقابلِ تقسیم چیز بتایا ہے اور لکھا ہے کہ ثواب کی مثال روشنی، ہوا، اور خوشبو کی سی ہے۔ جس طرح یہ چیزیں جتنے لوگ سامنے ہوں گے اُن سب کو پہنچتی ہیں اور برابر پہنچتی ہیں۔ اُن میں تقسیم اور حصّہ نہیں ہوتا اسی طرح ثواب بھی جتنوں کو پہنچانا چاہو گے سب کو پورا پورا اور برابر ثواب ملے گا۔ یعنی تین بار "قل ہو اللہ" کا ثواب جو ایک پورے قرآن کے برابر ہے اُسے ایک شخص کو بھیجو تو اُس ایک ہی کو پورے قرآن کا ثواب ملے گا۔

اور اگر دس یا دس ہزار آدمیوں کو پہنچاؤ گے تو بھی پورے پورے قرآن کا ثواب ہر ایک کو ملیگا اور برابر ملے گا اور پڑھنے والے کو بھی پورے قرآن ہی کا ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ کمی ہے نہ بخل۔ لہٰذا ایصالِ ثواب کے وقت یوں دُعا کرنا زیادہ مناسب ہے کہ "اے اللہ! میرے فلاں نیک عمل کا ثواب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تمام اہلِ بیت رسول ؐ، تمام اہل عبا رضؓ۔ تمام تابعین رحؒ، تمام تبع تابعین رحؒ۔ تمام امتِ محمدی جو گزر چکے ہیں۔ تمام امتِ محمدی ؐ جو اس وقت زندہ ہیں۔ اور تمام وہ امّتِ محمدیہ مرد و عورت جو آئندہ قیامت تک پیدا ہونے والے ہیں سب کو اسکا ثواب پہنچا دے، آمین! کیونکہ جب اللہ تعالیٰ بخشش اور رحمت عام کریں تو ہم بخل کیوں کریں۔ چنانچہ اسی دُعا پر ہم یہ رسالہ ختم کرتے ہیں۔

یا اللہ! اس چہل حدیث کی تبلیغ کا ثواب تمام انبیاء علیہم السلام کو اور خصوصًا ہمارے پیشوائے دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے تمام صحابہ اور خصوصًا حضرات ابو بکر و عمر و عثمان و علی و حسنین رضی اللہ عنہم کو اور تمام اہل بیتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم خصوصًا بی بی خدیجۃ الکبریٰ بی بی عائشہ بی بی حفصہ رضی اللہ عنہن کو اور تمام اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خصوصًا بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اور تمام تابعین اور خصوصًا امام ابوحنیفہؒ اور قاری امام حفص رحؒ و عاصم رحؒ کو اور تمام تبع تابعین اور تمام فقہاء و محدثین و صوفیاء اُمّت کو اور بقیہ تمام مسلمان مرد اور عورتوں کو جو گزر چکے ہیں جو زندہ ہیں اور جو آئندہ قیامت تک پیدا ہوں گے ان سب کو پہنچا دے اور اپنے جملہ انبیاء و صدیقین کے واسطہ سے گنہگاروں کے گناہوں کو معاف کر دے۔ گزرے ہوؤں کو بخش دے۔ موجودہ اور آئندہ مسلمانوں کا ایمان پر خاتمہ فرما۔ اور سب کو شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ سے کامیاب فرما۔ آمین۔ بجاہ وجہک الکریم و بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم۔

خاتمہ

عالمِ قبر و برزخ

قرآن "ایک آگ ہے جس کے سامنے وہ لوگ (فرعون والے) صبح وشام لائے جاتے ہیں۔ اور جس روز قیامت قائم ہوگی تو (یہ حکم ہوگا کہ) فرعون والوں (اور خود فرعون) کو اس سخت عذاب میں داخل کرو" (مومن)

حدیث (۱) شہیدوں اور مومنوں کی روحیں سبز پرندوں کے شکم میں رہتی ہیں اُن کے لئے عرش میں لٹکی ہوئی قندیل (پنجرے) ہوتی ہیں۔ وہ جنت کے پھلوں سے کھاتے اور نہروں سے پانی پیتے ہیں۔ پھر اُن قندیلوں میں آجاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

حدیث (۲) غرور کرنے والے لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کے مثل مگر آدمیوں کی شکل میں اُٹھائے جائیں گے کہ ہر طرف سے ذلیل ہو رہے ہونگے۔ (مشکوٰۃ)

احکام و آداب (۱) عالمِ قبر اور اس کا عذاب و ثواب برحق ہے چنانچہ قرآن کی آیت سے قبر میں عذاب اور حدیث سے قبر میں ثواب ثابت ہے اس کا انکار درست نہیں۔

(۲) انسانی روح کو ایک سفر درپیش ہے اسکے چار منازل ہیں جن سے ان کو گزرنا ہے مگر اس کا سفر ایک منزل سے آگے ہی کی منزل کو ہوتا ہے وہ کسی منزل سے آگے جاکر پھر پہلی منزل کو واپس نہیں آتی اور نہ آسکتی ہے وہ منازل یہ ہیں۔ اوّل منزل عالمِ ارواح۔ جہاں روحیں پہلے تھیں۔ حدیث میں ہے کہ روحیں (اپنے عالم میں جھُنڈ کی جھُنڈ تھیں) ان میں سے

جو روحیں عالمِ ارواح میں دوست (اور آمنے سامنے) تھیں وہ تو (دنیا میں آکر بھی) دوست بن گئیں اور جو وہاں دوست نہ تھیں ان میں یہاں بھی اختلاف اور مخالفت رہے گی۔ منزلِ دوم عالمِ اجسام و عناصر۔ یہ موجودہ دنیا جسے عالمِ ناسوت اور عالمِ آب و گِل بھی کہتے ہیں۔ منزل سوم عالمِ قبر و برزخ جسے عالمِ مثال بھی کہتے ہیں وہ جگہ جہاں مرنے کے بعد انسان رہے گا۔ منزل چہارم۔ عالمِ حشر و آخرت وہ آخری منزل جہاں انسان کو پہنچنا ہے جہاں نیک اعمال کی جزا اور بُرے اعمال کی سزا رتی رتی حساب کے بعد انسان کو ملے گی۔ کسی کا خوب اور عجیب شعر ہے۔

روزِ ازل کو دیکھ یہ میدانِ حشر دیکھ ٭ آیا کہاں سے ہوں میں کہاں ڈھونڈتا ہوا۔

(۳) قبر زمین کے گڑھے کو نہیں کہتے۔ قبر دراصل ایک وسیع عالم ہے جو اس دُنیا سے کئی گُنا بڑا ہے۔ اور جو عالمِ اجسام اور عالمِ حشر کے درمیان ہونے کی وجہ سے برزخ کے نام سے بھی مشہور ہے اور اس وجہ سے کہ اس کی حالت کچھ دو رُخے شیشے اور آئینے جیسی ہے کہ اسکے اندر اس عالمِ اجسام کی چیزوں کی مثالیں اور تمثیلیں بھی ہیں اور عالمِ حشر و آخرت کی چیزوں کی مثالیں اور تمثیلیں بھی ہیں اسی لئے اس کا نام عالمِ مثال ہے جس طرح جنت اور دوزخ پیدا ہو چکے اور یقیناً موجود ہیں۔ گو نظر نہیں آتے اسی طرح وہ عالم بھی یقیناً ہے مگر نظر نہیں آتا وہ عالم زمین کے نیچے سے لیکر اوپر فضا اور آسمان کے اوپر تک پھیلا ہوا ہے۔ (ابریز)

اور وہ اس عالم سے بدرجہا بڑا ہے۔ انسان کے ذہن و دل و دماغ میں دن کے وقت جو خیالات اور خصوصًا مثالیں آتی رہتی ہیں یا رات میں انسان جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے ان سب کا تعلق اسی عالمِ مثال سے ہے۔

(۴) زمین کا گڑھا اور ہر وہ جگہ جہاں سے انسان کا جسم (لاش) لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جاتا ہے (مثلاً شیر، مچھلی وغیرہ کا پیٹ۔ ریل کا پہیہ،

آگ وغیرہ) یہ تمام مقامات گویا عالمِ قبر کے پھاٹک ہیں۔ جو تمام مرنے والے ہندو، مسلمان، عیسائی، موسائی، سب کے لیئے اسی عالم میں پہنچنے کے راستے ہیں۔ (۵) اس عالم میں صرف دو مخلوق کو جانا پڑتا ہے جنّ و انس۔

(۶) عالمِ قبر میں جانے کے بعد وہاں سے عالمِ حشر میں جانا ہوگا۔ قبر سے پھر عالمِ اجسام و ناسوت کو واپس آنا ممکن نہیں۔ تناسخ کا عقیدہ اسی لئے غلط ہے کہ اسکی بنیاد عالمِ حشر اور وہاں کے سزا و جزا سے انکار پر ہے۔ نیز یہ مضحکہ خیز بات بھی اس عقیدہ میں ہے کہ عالمِ قبر سے پھر عالمِ ناسوت و عنصری میں واپس بھی آتے ہیں۔

(۷) مرنے کے بعد یہ جسم عنصری تو اسی عالم عنصری میں کسی نہ کسی شکل میں (یعنی مٹی ہو کر یا کسی جانور کی غذا بن کر) رہ جاتا ہے۔ مگر عالمِ قبر میں انسان کا جسم مثالی جاتا ہے۔ قبر کے سوالات اس جسم عنصری سے اور زمین کے نیچے نہیں کیئے جاتے بلکہ عالم برزخ و مثال میں انسان کے جسم برزخی و مثالی کو بیٹھا کر کیئے جاتے ہیں۔ بعض حضرات دوسری تحقیق بھی رکھتے ہوں گے اس لیئے اختلاف کی گنجائش ہے۔

(۸) زمین کے نیچے عام لوگوں کے تو جسم گل سڑ جاتے ہیں مگر جملہ حضرات انبیاء علیہم السّلام کے جسموں کو زمین بحکمِ خدا نہیں کھا سکتی۔ وہ مبارک اجسام بجنسہٖ زمین میں محفوظ رہتے ہیں۔

(۹) عالمِ قبر میں عام لوگوں کو بھی ایک برزخی و مثالی زندگی عطا ہوتی ہے (جس کے آثار بہت ہی کمزور مثل نہ ہونے کے ہوتے ہیں) اور جملہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حیاتِ برزخی عطا ہوتی ہے مگر حضرات انبیاء کی حیاتِ برزخی اور خصوصًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

حیاتِ برزخی بے حد قوی ہوتی ہے چنانچہ اُس میں حیاتِ عنصری کے آثار اور بہت سے آثار مثلاً نماز، تلاوتِ قرآن، ذکرِ الٰہی، محویتِ جمال وغیرہ کا ہونا حدیثوں سے ثابت ہے۔

(۱۰) عالمِ قبر میں عام لوگوں کو جو جسم ملتا ہے وہ اُن کے کسی نمایاں عمل نیک۔ یا عمل بد کی تمثیل ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۴ میں شہیدوں کی روحوں کو سبز طائر کا تمثیلی جسم ملنا مذکور ہے مراد یہ ہے کہ وہ عالمِ عنصری کی طرح زمین پر قدم رکھ کر چلنے کے محتاج نہیں رہتے یا حدیث نمبر ۳۵ میں مغروروں کی روحوں کو چیونٹیوں کا تمثیلی جسم ملنا بیان ہوا ہے۔

(۱۱) یہ تمثیلی جسم عالمِ قبر میں رہنے کی مدّت ہی بھر کے لیے ہوتا ہے۔ عالمِ حشر میں جاتے وقت پھر انسانی جسم مِل جائیگا۔

(۱۲) جملہ حضرات انبیاء علیہم السّلام کو عالمِ قبر میں بھی جسم انسانی ہی مِلتا ہے۔ کیونکہ جسم انسانی احسن تقویم ہے اور ان کیلئے یہی موزوں ہے۔

(۱۳) عالمِ قبر میں عالمِ اجسام کی تمثیل کا بیان تو ہو چکا اس کا حال سُن لیا اب عالمِ قبر میں عالمِ آخرت کی سزا و جزا کی تمثیل کا حال سنو۔ حدیث ۴۲ میں جنت سے کھانا پینا جو مذکور ہے تو وہ واقعۃً جنّت سے نہ ہوگا۔ بلکہ ایسا ہوگا جیسے کوئی شخص خواب میں اپنے کو کسی باغ کے پھل کھاتے پیتے دیکھے۔ اسیطرح اسوقت کی سزا بھی صرف مزہ چکھنے کے لیے اصلی اور واقعی سزا کا نمونہ ہوگی۔ جیسے کبھی خواب میں کسی طرح کی تکلیف پہنچنا دیکھتا ہے اور اس کی تکلیف بھی محسوس ہو جاتی ہے یا جیسے دنیادی مجرم جیل کی اصلی قید و سزا سے پہلے کوتوالی کی حوالات میں مقدمہ کے فیصلہ سے پہلی ہی

کچھ سزا کا مزہ چکھ لیتا ہے۔

(۱۴) موت، جان کنی، منکر ونکیر، سوال وجواب، قبر کی تنگی وکشادگی کو روز مرّہ کی ایک مثال سے سمجھو۔ ریل اسٹیشن پر آتی ہے تو کچھ مسافر کو لاتی بھی ہے اور لے بھی جاتی ہے۔ ریل کے اسٹیشن پر آنے کی کچھ علامات واصطلاحات مقرر ہیں جو کچھ پہلے سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ تار آتا ہے۔ سگنل گرتا ہے۔ اسٹیشن کے کارندے کام پر مستعد ہو جاتے ہیں۔ گاڑی سے آنے والے مسافر اسٹیشن پر اُتر کر جلد از جلد اپنے اپنے منزل مقصود پر پہنچنا چاہتے ہیں اسٹیشن پر پڑے رہنا نہیں چاہتے۔ اسٹیشن کے پھاٹک پر ٹکٹ کلکٹر موجود رہتا ہے جو ٹکٹ رکھنے والوں کے ٹکٹ جانچنے کے بعد لیتا ہے اور پھر اُس مسافر کو باہر جانے دیتا ہے۔ بے ٹکٹ والے مسافر کو پولیس کے سپرد کر دیتا ہے جو اُسکو حوالات میں ڈال دیتا ہے اور اُس پر سختی کرتا ہے۔

ٹکٹ والا مسافر اسٹیشن سے چل کر منزلِ مقصود پر پہنچتا ہے تو وہاں اعزّا اور شناسا اُس سے حالات پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کیسا ہے؟ فلاں شخص کہاں ہے۔ اسی طرح سمجھو۔ ولادت[1] کی ریل النسانوں کو اس عالمِ عنصری میں لاکر پہنچا جاتی ہے اور وفات[2] کی ریل النسانوں کو اس عالمِ عنصری سے عالمِ قبر (برزخ ومثال) کے اسٹیشن تک لے جاتی ہے۔

موت کے قریب جان کنی کے وقت جو حرکات وسکنات النسانوں سے سرزد ہوتے ہیں مثلاً ہاتھ پاؤں کا اینٹھنا، غرغرہ لگنا، آخری ہچکی وغیرہ یہ سب سگنل وغیرہ کا کام کرتے ہیں اور موت کے فرشتے اپنے اپنے کام پر مستعد ہو جاتے ہیں۔ مرنے[3] پر النسان کو جلد از جلد عالمِ قبر میں پہنچنا چاہیے۔ جس کے لئے ضروری ہے کہ اُسے زمین کے گڑھے میں جلد چھپا دیا جائے۔ (یہی وجہ ہے کہ مُردے کے

نہلانے، کفنانے، دفنانے میں جلدی کرنے کا حکم ہے اور کسی کے انتظار میں ان کاموں میں دیر لگانا ناجائز ہے۔

زمین کے گڑھے میں یا جس جگہ انسان کا جسم انسانوں کی نگاہ سے چھپ جاتا ہے وہی عالم قبر کا پھاٹک ہے۔ وہاں جب جسم برزخی پہنچتا ہے تو منکر نکیر چار سوال کرتے ہیں گویا ٹکٹ دیکھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ یہ جو بزرگ ہدایت کو دنیا میں تشریف لے گئے تھے تم ان کو کس ذریعہ سے جانتے ہو۔ [عالم قبر میں نہ کوئی آڑ اور حجاب ہے اور نہ بینائی میں کمزوری ہوتی ہے۔ بلکہ سارا عالم دکھائی دیتا ہے وہاں ایک نورانی ٹیلے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز، تلاوتِ قرآن، ذکر اور مشاہدۂ الٰہی میں مستغرق اور محو ہیں اور ہر جگہ سے نظر آجاتے ہیں؏، انہیں کی طرف اشارہ کر کے منکر نکیر پوچھتے ہیں] باعمل مسلمان تو ایمان کا ٹکٹ اپنے پاس رکھتا ہے فوراً جواب دیگا۔ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے یہ بزرگ رحمتِ عالم نورِ مجسّم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قرآن کا علم میں رکھتا تھا۔ اس لئے میں آنحضرت کو پہچانتا ہوں یہ ٹکٹ پاکر نکیرین اسکو عالمِ قبر کی کشادگی میں داہنی طرف (علیین میں) جانے کی اجازت دیدیتے ہیں۔

لیکن کافر و منافق ہر سوال پر کہتا ہے میں نہیں جانتا تو نکیرین اس کو عالمِ قبر کے بائیں طرف حوالات (سجین) میں بند کر دیتے ہیں۔ نیک؏ مسلمان جب عالمِ قبر کی کشادگی میں پہنچتا ہے تو اس کے اعزّا اور شناسا اس سے مل کر خوش ہوتے

؏ یہ تفصیل کسی روایت حدیث میں تو نظر سے نہیں گذری ہے لیکن حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ کے ملفوظات میں اس قسم کی تفصیل ملتی ہے، حضرت موصوف مشہور صاحب کشف اُمّی بزرگ تھے ان کے حالات و ملفوظات کا مجموعہ ابریز مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ کے تبریز نامی ترجمہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ۱۲ رومی غفرلہٗ۔

اور اپنے دوسرے اعزا، دوستوں اور شناساؤں کا حال پوچھتے ہیں کہ وہ کیسے ہیں؟ فلانے کا کیا حال ہے؟ اس پر بعضے کو وہ کہتا ہے کہ وہ تو آچکے۔ تو وہ افسوس کرتے ہیں کہ اچھا شاید وہ بلا ٹکٹ تھا۔ یہاں نہیں آسکا۔ شاید وہ بائیں طرف عالم قبر کے حوالات میں پہنچا ہوگا۔

کسی کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ ابھی دنیا میں ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ خیر ابھی وہ دارالعمل میں ہے اور اُسے نیک عمل کرنیکا موقع ہے اسی طرح کافر منافق جب حوالات میں پہنچتا ہے تو وہاں جو لوگ پہلے سے ہیں اُن میں سے اُس کے جاننے والے آکر پہلے تو خود اُس نووارد کو بُرا بھلا کہتے ہیں کہ تو بھی کمبخت یہاں مرنے کو آگیا۔ نیک عمل کیوں نہ کیے۔ کہ یہاں آنے کی نوبت نہ آتی۔ پھر اُس سے دوسرے رشتہ داروں کا حال پوچھتے ہیں تو وہ کسی کے بارے میں تو کہتا ہے۔ کہ ابھی وہ دنیا میں ہے۔ اُس پر وہ کہتے ہیں خیر ابھی وہ دارالعمل میں ہے نیک عمل کا موقعہ ابھی اُسے حاصل ہے لیکن کسی کے بارے میں جب وہ یہ کہتا ہے کہ وہ تو مجھ سے پہلے ہی آچکا ہے تو کہتے ہیں کہ خیر اچھا ہوا وہ شاید داہنی طرف کُشادہ حصّہ میں گیا۔ (تذکرۃ الموتیٰ بحوالہ حدیث طبرانی)

ایک وصیّت نامے کی نقل

(۱) جب میں مرنے لگوں تو مجھے میرے بعض اچھے اعمال یاد دلاؤ تاکہ مجھے اللہ سے حسنِ ظن پیدا ہو نیز کلمہ طیبہ کی تلقین برابر کرتے رہو اور جب مر جاؤں تو پہلے ایک عالم متبع شریعت کو جمع شدہ لوگوں میں سے چُن کر امیر تجہیز بنالیا جائے کہ یہ سنّت ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے چُن لیے گئے پھر باقی کام ہوا۔

امیر تجہیز کے کہنے کے مطابق میرے کفن دفن کے سارے کام ہوں۔ بقیہ حضرات سے بہ ادب درخواست کی جائے۔ کہ اس امیر کی متابعت کریں۔ جنازہ لے چلنے کا راستہ کفن کا سامان۔ جلد یا دیر کرنے کا اختیار۔ تیز یا سُست لے چلنے کا اختیار سب اُس کو رہے گا۔ کوئی دوسرا نہ اُس میں مداخلت کرے نہ اس کی مخالفت۔ جسے کچھ کہنا ہو وہ امیر کو تنہائی میں مشورہ دیدے اور خود امیر کو چاہیے کہ کسی ایک واقف کار سے مشورہ لے کر اپنی رائے قائم کرے۔

(۲) امیر تجہیز اوّل نعش کی ناپ بھیج کر بغلی قبر کھدوانے کا انتظام کرے اور یہ کہلادے کہ لحد کی گہرائی صرف ڈیڑھ بالشت سے زیادہ ہرگز نہ ہو۔

(۳) میں جس بستی میں مروں اُسی بستی میں دفن کیا جاؤں۔ کسی دوسری جگہ نعش نہ لے جائی جائے۔

(۴) دفن میں کسی عزیز یا کسی لڑکے کے آنے کا انتظار ہرگز نہ کیا جائے۔ غسل، فراہمی کفن، تیاری قبر وغیرہ میں جتنی دیر ہو اُس سے تو چارہ نہیں ورنہ مزید دیر ہرگز نہ ہو۔

(۵) جو لوگ جمع ہوں اُن کے سامنے اسی وقت قرآن، پارے، تسبیحیں رکھ کر درخواست کی جائے کہ بجائے دنیوی باتیں کرنے کے اللہ کے لئے کچھ اسی وقت پڑھ کر اس کا ثواب میّت کو پہنچا دیں کیونکہ فاتحہ بجائے تیسرے روز کے آج اور ابھی ہوگا۔

ایصال ثواب کا اصلی وقت یہی ہے۔ جن صاحب کو کوئی کام یا جلدی یا معذوری ہو اُن کو ہماری اور میّت کی طرف سے بخوشی اجازت ہے رسم و برادری کی مجبوری سے شرکت کا نہ کچھ ثواب ہے نہ اُس میں کچھ لطف۔

(۶) غسل دینا، قبر میں اُتارنا میرے لڑکے یا دیندار رشتہ دار کریں،

کیونکہ سُنّت یہی ہے کہ یہ کام رشتہ دار کریں۔ اگر بالفرض ایسا کوئی نہ ہو تو دوسرے دیندار مسلمان کریں۔

(۷) غسل دیتے وقت ستر پر رنگین لُنگی ڈالی جائے سفید لنگی ہرگز نہ ہو۔ اس کے علاوہ نئے گھڑے نہ نئے لوٹے نہ خریدے جائیں۔

(۸) احرام کی چادریں میں نے کفن کیلئے رکھی ہیں۔ میرے کفن کی قمیص اسی سے بنائی جائے۔ بقیہ دو کپڑوں کا انتظام کیا جائے میرے کفن دفن کا خرچ میرے مال سے کیا جائے۔

(۹) جنازہ پر ڈالنے کے لئے چادر کا کپڑا ہرگز نہ خریدا جائے اور نہ جانماز کے لئے۔ اگر ممکن ہو تو جنازہ بے چادر کے لے چلو۔ اس میں عاجزی بھی ٹپکتی ہے اور یہی میری تمنا ہے کہ اپنے مالک کے سامنے عاجز بن کر جاؤں۔ نیز اس سے لوگوں کو ضروری اور غیر ضروری کی حد بھی معلوم ہو سکے گی۔ اور بالفرض اگر جماعت (نہ کہ افراد) سخت اصرار کرے تو گھر کی کوئی صاف چادر ڈال دی جائے۔ مگر بعد دفن واپس لاکر استعمال کی جائے۔ مل سکے تو غلافِ کعبہ کا سفید استر جنازہ پر ڈال کر لے چلو۔ سیاہ غلاف ہو تو لاش کے ساق تک رکھو پیر پر ہرگز نہ رہے۔

(۱۰) جنازہ ذرا تیز قدم لے چلا جائے۔

(۱۱) میری قبر میں نہ کیوڑا گلاب چھڑکا جائے۔ نہ قبر پر چادر اُڑھائی جائے۔ اور نہ پھولوں کی چادر ڈالی جائے۔ نہ آگ نہ لوبان نہ اگربتی سُلگائی جائے۔

(۱۲) نماز جنازہ کسی عالم متبع شریعت سے پڑھوائی جائے اس کی کوشش کی جائے کہ چالیس مسلمان ہو جائیں اور صفیں تین سے کم نہ ہوں۔

(۱۳) مجھے صلحاء اور علماء کی قبروں کے پاس دفن کیا جائے۔

(۱۴) کوئی رشتہ دار یا دوست یا کوئی اور مسلم بھائی بھیجے تو دو وقت

قبول کی جائے - زیادہ نہیں۔

(۱۵) میرے مرنے کے بعد تین دن کے اندر میراث (خواہ کم ہو خواہ زیادہ) سب کا شرعی فیصلہ اور تقسیم مال کر دی جائے۔

(۱۶) میرا ترکہ جو کچھ بھی ہو اس کو حسب حصّہ شرعی لڑکیوں کو بھی ضرور دیا جائے اُن کو محروم نہ کیا جائے۔

(۱۷) میرے مرنے کے بعد خبردار نہ میری بیوی نہ میرے بیٹے کوئی ایسا نہ کرے کہ جو چیز سامنے پڑے اُس کو داب بیٹھے۔ بلکہ چھوٹی بڑی چیز کو سب کی اطلاع میں لائے اور شرعی تقسیم کے بعد لے۔ ورنہ یوں لے لینا غصب، خیانت اور حرام ہوگا۔ اور خدا کے یہاں مواخذہ ہوگا۔

(۱۸) میرا ترکہ تقسیم کرنیکا طریقہ یہ رکھو کہ (الف) نقد جو کچھ ہو اُس کا $\frac{1}{8}$ بیوی کو دیکر بقیہ کی تقسیم کرکے ہر وارث کو نقد دیدیا جائے۔ (ب) اسباب جو کچھ ہو اس کی مکمل فہرست بنے پھر اُس میں سے ہر چیز کی قیمت نیلام سے یا چار آدمی سے پوچھ کر لکھ لی جائے پھر قیمت کی میزان کرلی جائے۔ پھر اُس میزان کا $\frac{1}{8}$ بیوی کو ملے اور بقیہ کو ورثہ کے حصّوں میں تقسیم کرکے دیکھا جائے کہ ایک حصّہ کی قیمت کیا ہے۔ پھر لڑکی کی ایک حصّہ کی قیمت کی چیزیں میرے سامان سے خرید لے اور ہر لڑکا دو حصّہ کی قیمت لے لے جو اپنے حصّہ سے زیادہ کا سامان لے وہ زائد رقم ادا کرے جو کم کا سامان لے وہ بقیہ رقم دوسروں سے وصول کرے۔

(۱۸) ہر چیز کی قیمت اس کی موجودہ حیثیت دیکھ کر لگائی جائے مگر قیمت لگانے میں سخت مزاج تاجر نہ بن جانا چاہیے۔ بلکہ خاندان کے ہر فرد کا لحاظ رکھ کر جہاں تک ہوسکے نرم اور سہل قیمتیں لگائی جائیں تاکہ کم حیثیت وارث بھی ترکہ کا کچھ سامان یادگار کے طور پر خرید سکے ورنہ نیلام کرکے دام لگائے جائیں۔

(۱۹) ترکہ کا سامان خریدنے کا حق سب سے پہلے وارثوں کو ہے جب وہ لے چکیں یا لینے سے انکار کردیں تب غیروں کے ہاتھ بیچا جائے۔

(۲۰) ترکہ خریدتے وقت چیزیں پسند کرنے کا حق پہلے لڑکیوں کو ہوگا۔ اس لئے کہ اُن کا ایک ہی حصّہ ہے ان کے بعد لڑکے پسند کریں۔

(والسّلام)

ترکیب نماز جنازہ

اس میں چار تکبیریں ہیں پہلی تکبیر کے بعد سُبحانکَ اللّٰھُمَّ الخ۔ دوسری تکبیر کے بعد نماز والا درود شریف۔ تیسری تکبیر کے بعد اگر میّت بالغ ہو تو یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔ لڑکا نابالغ ہو تو اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا۔ اگر لڑکی ہو تو وَاجْعَلْھَا اور شَافِعَۃً وَّمُشَفَّعَۃً پڑھے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرے۔

اسلامی پنجتن (عربی)

خَمْسٌ لَنَا نَقْفُو بِھِمْ اٰثَارَ دِیْنٍ تَنْجَلِیْ
احمد، اَبُوْبَکْرٍ، عمر، عثمان منھم وعلی

خَمْسٌ اُخَرُ مِنْ اَھْلِ بَیْتٍ حُبُّھُمْ حُبُّ النَّبِیْ
اَلطَّاھِرَہ وعَائِشَہؓ وَفَاطِمَۃُ وَابْنَا عَلِیْ

اسلامی پنجتن (اردو)

وہ پنجتن کہ ملا جن سے ہم کو روشن دین
نبی ہیں اور ہیں عثمان، علی ہیں اور شیخین

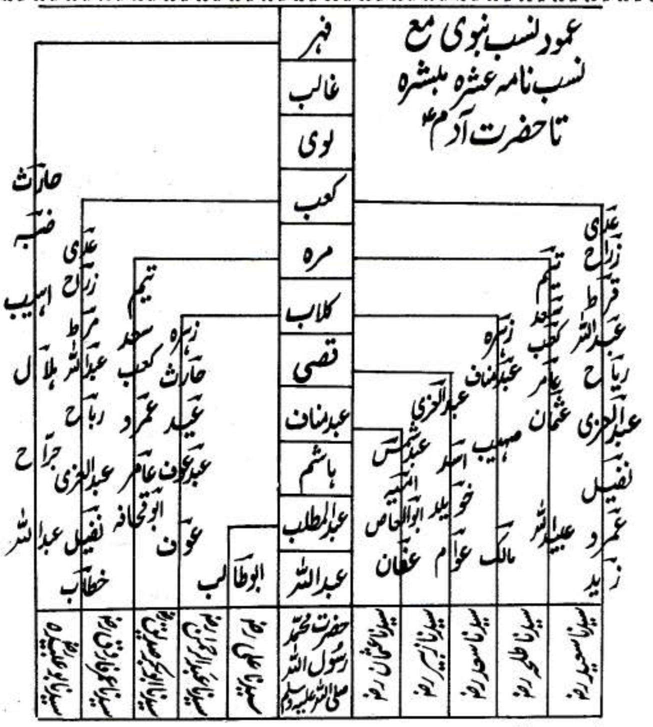
وہ اہل بیت محبت ہے جن کی حُبّ نبی
خدیجہ عائشہ اور فاطمہ ہیں اور حسنین

مُسلمان کی دُعا

رحم اے رحمان کر مجھ پر بجاہِ مصطفےٰ ؐ — وز پئے صدیق ؓ و فاروق ؓ و غنی ؓ و مُرتضےٰ ؓ
وز پئے سعد ؓ و سعید ؓ و عبدالرحمان ؓ و زبیر ؓ — بو عبیدہ ؓ، طلحہ ؓ و بہر حسین ؓ و مجتبےٰ ؓ
سودہ ؓ، میمونہ ؓ، جویریہ ؓ، خدیجہ ؓ زینبیں — رملہ ؓ و حفصہ ؓ، صفیہ ؓ ام سلمہ ؓ، عائشہ ؓ
بہر طیب ؓ طاہر ؓ و قاسم ؓ براہیم ؓ سعید — بہر زینب ؓ ام کلثوم ؓ و رقیہ ؓ فاطمہ ؓ
بہر اہلِ بدر و اہل شجرہ و اہلِ اُحد — بہر انصار و مہاجر پرتوِ شمع حرا

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وبارک وسلم

عمود نسب نبوی مع نسب نامہ عشرہ مبشرہ تا حضرت آدم ع



فہر، مالک، نضر، کنانہ، خزیمہ، مدرکہ، الیاس، مضر، نزار، معد، عدنان، عود، ہمسع، سلان، عوص، بوز، (برد) قموال، ابی، عوام، ناشد، حزا، بلداس، یدلاف، طابخ، جاحم، ناحش، ماخی عیفی، عبقر، عبید، الدعا، حمدان، سبز، یشربی، ملحن، ارعوے، عیضی، دیشان، عبصر اقناد، ایہام، مقصر، ناحوث، زراح۔ سمی، مزی، عوص، عرام، قیذار، اسماعیل، ابراہیم تارح (آزر) نخور، سروج، زدعو، فلج، عیبر، سلح، ارفخشد، سام، نوح، لامک، متوشلح، اخنوع (ادریس)، یارد، ملہل ایل، قینان، انوش، شیث، آدم علیہ السلام۔

معمولات نبوی حصہ پنجم

فصل اوّل

ولادت شریف و دیگر حالات تا آغاز نبوّت

حدیث ۱:- حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ کو (نفل) روزہ رکھنے کی بابت سوال کیا گیا۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ وہ دن ہے کہ میں اس میں پیدا ہوا ہوں اور اسی دن مجھے نبی بنایا گیا اور مجھ پر قرآن نازل ہوا ہے" (مسلم)

حدیث ۲:- "فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسمٰعیل میں سے کنانہ کو چُنا۔ اور کنانہ کے خاندان سے قریش کو پسند کیا، اور قریش میں اولادِ ہاشم کو پسند کیا اور کُل اولادِ ہاشم میں سے میرا انتخاب فرمایا۔" (مسلم)

حدیث ۳:- فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت تک کہ میرے ماں باپ نے مجھے جنا میں برابر نکاح سے پیدا ہوا اور بدکاری میرے آباؤ امّہات میں کبھی نہیں رہی۔ (جمع الفوائد)

احوالِ سعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ جب حضور میرے بطن میں تھے تو مجھے سُستی یا متلی وغیرہ مطلق نہیں معلوم ہوئی۔ نیز ایک بار میں نے ایک روشنی دیکھی جس کے اندر میں نے شام کے محل اور بصریٰ کا شہر اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا۔ ایک بار مجھے خواب میں کسی نے یہ خوشخبری دی کہ جو بچّہ تم سے پیدا ہوگا۔ وہ اِس امّت کا سردار ہے جب وہ پیدا ہوں تو تم خدا سے یہ دُعا مانگنا کہ میں ان کو خدائے واحد کی پناہ اور حفاظت میں دیتی ہوں اور اُن کا نام محمدؐ رکھنا۔ خواجہ عبد المطلب جن کا نام شیبہ تھا۔ منت مان چکے تھے

کہ میں اپنے دس بیٹے جب جوان دیکھ لوں گا تو ایک کو خدا کی راہ میں قربان کرونگا خدا نے یہ آرزو پوری کی۔ قرعہ ڈالا تو خواجہ عبداللہ کا نام نکلا۔ قریش کے رئیسوں نے مشورہ دیا۔ کہ عبداللہ اچھا بچہ ہے اس کو قربان نہ کرو۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ اونٹوں پر قرعہ ڈالتے جاؤ۔ جتنے اونٹوں پر قرعہ نکلے اُن کو قربان کردو۔ چنانچہ سو اونٹ پر جاکر قرعہ نکلا۔ اس طرح خواجہ عبداللہ قربانی ظاہری سے بچ گئے۔ مگر خدا کی راہ میں حقیقی قربانی یقیناً خواجہ عبداللہ کو اس طرح حاصل ہوگئی۔ کہ آپ کے فرزند سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی اور نبی خاتم ہوئے جنہوں نے ساری زندگی اللہ کی اعلیٰ ترین اطاعت میں گزاری۔

اس سے قبل حضرت اسماعیل بھی خدا کی راہ میں ظاہری قربانی سے بچ چکے اور خدا کی اطاعت میں ساری زندگی وقف کرکے حقیقی قربانی دے چکے تھے۔

حضور پُرنُور موسم بہار میں (جب گرمی اور سردی ملی ہوئی اور معتدل تھی) دو(۲)شنبہ ۹ یا ۱۲ ربیع الاوّل (۲۲ اپریل ۵۷۱ء) کو صبح کے وقت (جب رات اور دن ملے ہوئے تھے) مکّہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد وآلہٖ وصحبہٖ وسلم۔ کل تاریخ النسانی کے چھ(۶) دور ہوئے ہیں۔

اوّل پیدائش آدم سے نوح علیہما السّلام تک دو ہزار(۲۰۰۰) ایک سو پچاس سال۔ دوم نوح ؑ سے ابراہیم علیہما السّلام تک ایک سو بیالیس(۱۴۲) سال۔ سوم ابراہیم ؑ سے موسیٰ علیہما السّلام تک پانچسو پینسٹھ(۵۶۵) سال۔ چہارم موسیٰ ؑ سے داؤد علیہما السّلام تک پانچسو انہتر(۵۶۹) سال۔ پنجم داؤد ؑ سے عیسیٰ علیہما السلام تک ایک ہزار تین سو چھپن(۱۳۵۶)۔ ششم عیسیٰ ؑ سے حضرت محمد علیہما السّلام تک پانچسو اکہتر(۵۷۱) سال۔

غرض پیدائش آدم سے چھ ہزار تین سو ترپن(۶۳۵۳) سال بعد حضور کی پیدائش

ہوئی۔ خواجہ عبدالمطلب نے آپؐ کا محمدؐ نام رکھا (صلے اللہ علیہ وسلم) حضورؐ جب والدہ کے شکم میں دو ماہ کے تھے اُس وقت آپؐ کے والد خواجہ عبداللہ کا انتقال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سات دن تو اپنی والدہ اور ثوبیہ کنیز کا دودھ پیا۔ آٹھویں دن آپؐ کی والدہ اور دادا نے آپؐ کو بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا۔ وہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے وطن دیہات چلی گئیں۔ تاکہ کھلی ہوا میں پل کر شجاعت، فصاحت ضیافت ودیگر خصوصیات کے حامل ہوں۔

آپؐ بی بی حلیمہ کی صرف ایک چھاتی کا دودھ پیتے تھے دوسری چھاتی اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پاخانہ کا وقت بی بی حلیمہ جانتی تھیں۔ آپؐ نے بڑے ہوکر بی بی حلیمہ کی بکریاں بھی چرائیں ۲ دو سال پر آپؐ کا دودھ چھڑایا گیا۔ جب آپ چھ برس کے ہوئے تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ آپ کو لیکر مدینہ گئیں۔ واپسی میں آپ کی والدہ کا انتقال راستہ میں ہوگیا۔ مدینہ میں آپ نے تیرنا بھی سیکھا تھا۔

مکہ آنے پر خواجہ عبدالمطلب نے آپ کی پرورش شروع کی۔ جب آپ آٹھ برس کے ہوئے تو خواجہ عبدالمطلب کا انتقال ہوگیا اُس وقت خواجہ ابو طالب نے آپؐ کی کفالت کی۔ خواجہ ابو طالب اور خواجہ عبداللہ دونوں بھائی ایک ہی ماں سے تھے۔ باقی بھائی سوتیلے تھے۔ جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم ۹ نو دس برس کے ہوئے تو آپ نے اپنے دادا کی بکریاں بھی مکہ میں چرائیں۔ اور بکریوں کے چرانے کا کام اکثر پیغمبروں نے کیا ہے کیونکہ یہ دراصل قوم کی نگرانی کی مشق اُمت کی رعایت کا ایک نمونہ ہے۔ جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم ۱۲ بارہ برس کے ہوئے تو خواجہ ابو طالب آپ کو ساتھ لیکر تجارت کیلئے شام کو گئے

عیسائی پادری بحیرا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات سے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ اور ابو طالب کو مشورہ دیا کہ ان کو شام نہ لیجاؤ ورنہ یہودی اگر آپ کو پہچان لیں گے تو آپ کو ایذا پہنچائیں گے۔

اس کے بعد آپ صلے اللہ علیہ وسلم ایک یا دو بار حضرت خدیجہ کا مال لیکر تجارت کو گئے۔ اسی زمانہ میں قریش اور قیس کی خطرناک جنگ "حرب فجار" ہوئی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرکت کی۔ کچھ دنوں بعد "قیام امن" کی ایک کمیٹی ملک میں بنی۔ جس کا نام "حلف الفضول" تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں بہت خوشی سے شرکت فرمائی۔ اس کے اغراض یہ تھے کہ امن قائم ہو۔ مسافروں کی حفاظت ہو۔ غرباء کی مدد کی جائے۔ اور ظالم کا مقابلہ کیا جائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵ سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خواہش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ساتھ نکاح کرلیں۔

خواجہ ابو طالب یہ سُن کر چند رؤسائے قریش کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور پانچسو اشرفی مہر کے عوض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اُن سے کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ سال کی ہوئی تو قریش نے کعبہ کی از سرِ نو تعمیر شروع کی۔ حجر اسود کو اُٹھانے اور اُس کو دیوار میں لگانے کا وقت آیا تو باہم جھگڑنے لگے کہ کون اس شرف کو حاصل کرے۔ آخر یہ طے پایا کہ کل سب لوگ کعبہ میں آکر منتظر رہو۔ ہمارے علاوہ جو شخص پہلے آئے اس کو پنچ بناؤ اور اُس کے فیصلہ پر راضی رہو۔

دوسرے دن ان رؤسائے قریش کے بعد حسنِ اتفاق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں تشریف لائے۔ لوگوں کو بڑی خوشی ہوئی کہ محمد صلعم امین وصادق ہیں ان کا فیصلہ بہترین ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چادر بچھاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اُٹھاکر چادر پر رکھ دیا۔ پھر فرمایا جتنے رؤسا
قریش ہیں سب مِل کر چادر کو کھینچکر اُٹھائیں اور دیوار کے برابر لائیں جب لوگ لے
آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حجرِ اسود کو اُٹھانے میں تم سب نے شرکت
کرلی۔ اب میں تم سب کا وکیل بن کر حجر کو اُٹھاکر دیوار میں لگائے دیتا ہوں۔ سب
اس پر راضی ہو گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر کو دیوار میں نصب فرماکر
سچّے جانشین خلیل علیہ السلام ہونے کا ثبوت دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بچپن کے ہم عمر دوست ابوبکرِ صدیق۔ حکیم بن خرام۔ ضماد اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم
کے چچا حمزہ تھے۔ آپ نے کبھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ کبھی بتوں کے
آگے چڑھاوے کا کھانا نہیں کھایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس ۴۰ سال
کی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو
بھیجا۔ اُنہوں نے سینے سے لگاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی پانچ آیتیں
یاد کرائیں جس میں پڑھنے، سیکھنے اور لکھنے کا ذکر ہے (یعنی سورۂ اقرأ کی اوّل
۵ آیات)، پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کر کے دکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے وضو کیا۔ پھر دو ۲ رکعت نماز اپنے ساتھ پڑھوائی۔ اور آپ نبی یعنی دنیا کے
معلم و رہنما ہوئے۔ صلے اللہ علیہ وسلّم۔

فصلِ دُوم

حُلیہ مبارک

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت سُرخ جوڑا زیبِ تن فرماتے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپؐ کو۔ بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ حسین وجمیل ہیں۔ (ترمذی)

؎ اس رُخ پہ ہی نظر کبھی جامِ شراب میں ٭ آیا کہاں سے نورِ شبِ ماہتاب میں (اصغر)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک دریافت کیا۔ کیونکہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کرتے تھے۔ تاکہ ممکن ہو تو اپنے اندر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ ماموں جان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ آپ خود اپنی ذات والاصفات کے اعتبار سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رُتبہ والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک پورے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک بالکل متوسّط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل۔ لیکن زیادہ لمبے قد والے آدمی سے پست تھا۔ سرِ مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ بال مُبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر سر کے بالوں میں

(اتفاقاً یا بسہولت) مانگ نکل آتی تو نکال لیتے اور اگر کنگھی وغیرہ کی ضرورت پڑتی تو ہر وقت اہتمام نہ فرماتے بلکہ جب کنگھی ہوتی تو مانگ نکال لیتے ورنہ رہنے دیتے۔

جس زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال زیادہ ہوتے تو کان کی لو سے کچھ متجاوز ہو جاتے تھے۔ آپ کا رنگ نہایت چمکدار تھا۔ اور پیشانی کشادہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جُدا جُدا تھے۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصّہ کے وقت اُبھر آتی تھی اور اُس پر ایک چمک اور نور تھا۔

ابتداءً دیکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی ناک سمجھتا۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا کہ حُسن و چمک کی وجہ سے بڑی معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بلند نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مُبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی۔ آنکھ کی پُتلی نہایت سیاہ تھی۔ رُخسار مبارک ہموار ہلکے تھے۔ گوشت لٹکے ہوئے نہیں تھے۔ آپ کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا۔ آپ کے دندان مبارک باریک اور آبدار تھے۔ اور اُن میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسی مجسّمہ کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اعضاء نہایت معتدل اور پُرگوشت تھے اور بدن مبارک گٹھا ہوا تھا۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا۔ لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فصل تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں۔ بدن کا وہ حصّہ جو کپڑوں سے باہر رہتا ہے وہ بھی روشن اور چمکدار تھا۔ (چہ جائیکہ وہ حصّہ جو کپڑوں میں محفوظ ہو) ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی۔ اس لکیر کے علاوہ

دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھے۔ البتہ دونوں بازو اور کندھوں اور سینہ کے بالائی حصّہ پر بال تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پُرگوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے قدرے گہرے تھے اور قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف ستھرا اور چکنے ہونے کی وجہ سے اُن پر ٹھہرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا۔ جب آپ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا آپ نشیب کی جانب اُتر رہے ہیں۔ جب کسی جانب توجّہ فرماتے تو پُورے بدن سے پھر کر توجّہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نیچی رہتی تھی۔ (بجز بعض اوقات کے کہ انتظار وحی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف ملاحظہ فرماتے ورنہ عام اوقات میں عادتِ شریف نیچے نظر رکھنے کی تھی) آپ عموماً گوشۂ چشم سے دیکھتے یعنی غایت شرم وحیا کی وجہ سے پُوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ چلنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے آگے کر دیتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ جاتے۔ جس سے ملتے سلام کرنے میں ابتدار فرماتے۔

دوسری احادیث میں آیا ہے کہ آپ کی آنکھوں کی سفیدی میں سُرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔ ایڑی مبارک پر گوشت بہت کم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک سفید سُرخی مائل تھا۔ آپ جب گفتگو فرماتے تھے تو مُنہ سے ایک نور سا جھڑتا معلوم ہوتا تھا۔ جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوّت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان دیکھا جو سُرخ رسولی جیسی اور کبوتر کے انڈے جیسی تھی۔

الغرض! حُلیہ مبارک میں ہر چیز کمال حسن کو پہنچی ہوئی تھی۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد وآلہٖ

؎ دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار ؎ گلچیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

ازدواج واولاد

(۱) آپ نے ملکی رواج کے موافق مگر دین کو عورتوں میں پھیلانے کے لئے بحکم خدا تیرہ ۱۳ نکاح کئے جن میں نو ۹ بیبیاں بیک وقت آپ کے پاس رہیں۔ ان کے علاوہ آپ کی دو باندیاں ماریہ وریحانہ بھی تھیں آپ کی پہلی بیوی خدیجہ تھیں اور آخری میمونہ رضی اللہ عنہن۔

(۲) آپ نے پہلا نکاح بعمر ۲۵ سال۔ دوسرا نکاح بعمر ۵۰ سال اور آخری نکاح بعمر ۵۹ سال کیا۔

(۳) آپ کی ۷ اولاد تھی۔ قاسمؑ۔ عبداللہؑ (عرف طیب وطاہر) ابراہیمؑ زینبؑ۔ رقیہؑ، امّ کلثوم، فاطمہ، نسل صرف بی بی فاطمہ سے چلی صلے اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم۔

فصل سوم

لباس و وضع

کُرتا حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب کپڑوں میں کُرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اسمارؓ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کُرتے کی آستین پہنچے تک ہوتی تھی۔

کپڑا پہننے کی دُعا حضرتؓ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کپڑا پہنتے تو اظہار مسرت کے طور پر اس کا نام لیتے مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کُرتا مرحمت فرمایا ہے۔ ایسی ہی عمامہ چادر وغیرہ۔ پھر یہ دُعا پڑھتے :- اللّٰھمّ لك الحمد کما کسوتنیہ اسئالك خیرہ وخیر ما صنع لہٗ واعوذ بك من شرہ ومن شرّ ما صنع لہٗ

(ترجمہ) اے اللہ! تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں اور اس کپڑے کے پہنانے پر تیرا ہی شکر ہے۔ یا اللہ! تجھی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں اور ان مقاصد کی بھلائی اور خوبی چاہتا ہوں۔ (حیا وغیرت) جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اور تجھی سے اس کپڑے کی شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ان چیزوں کی شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے۔

چادر حضرتؓ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کو (اوڑھنے کے کپڑوں میں) یمنی منقش چادر زیادہ پسند تھی۔

حضرت برار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سُرخ جوڑے (یعنی سُرخ دھاری دار کپڑے) والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین

نہیں دیکھا۔ اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال (پٹے) مونڈھوں کے قریب تک آ رہے تھے۔ ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دو سبز چادر اوڑھے ہوئے دیکھا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سفید کپڑوں کو اختیار کرو کہ یہ بہترین لباس ہے۔ سفید ہی کپڑا زندگی میں پہننا چاہیے (کیونکہ وہ زیادہ صاف و پاک رہتا ہے) اور سفید ہی کپڑوں میں مُردوں کو دفن کرنا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رومی جبّہ زیب تن فرما رکھا تھا جس کی آستین تنگ تھی۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نجاشیؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاہ رنگ کے دو سادے موزے ہدیۃً بھیجے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو پہنا۔

نعلین شریف

قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نعل شریف کیسے تھے؟ تو اُنہوں نے فرمایا کہ ہر ایک جُوتے میں دو دو تسمے تھے۔ عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دو جُوتے دکھائے جن پر بال نہیں تھے ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے

اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک جوتہ پہنے (یا تو دونوں پہن کر چلے یا دونوں اُتار دے)

خاتم حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اُن کا نگینہ حبشی تھا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا اس طرح پر کہ محمدؐ ایک سطر میں رسول دوسری سطر میں اللہ تیسری سطر میں۔ بعض علماء نے یہ (اللہ / رسول / محمد) صورت لکھی ہے کہ اللہ کا نام اوپر رہے اور بعضوں نے یہ شکل (محمد / رسول / اللہ) تجویز کی ہے کہ الفاظ سے یہی ظاہر ہے۔ آپ نے انگوٹھی داہنی چھنگلی میں کبھی۔ اور بائیں میں اکثر پہنی ہے۔

عمامہ حدیث میں آیا ہے کہ عمامہ باندھا کرو۔ عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق پیدا کرنے والا ہے۔ (عینی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ ابن[24] عمر رضی فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اُس کے شملے کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان ڈال لیتے تھے۔ منقول[25] ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے ایک چھوٹا سات ہاتھ کا اور ایک بڑا بارہ ہاتھ کا۔ (نووی)

لُنگی ابو بردہ[26] رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھلائی اور فرمایا کہ آنحضرت[27] صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال انہیں دو کپڑوں میں ہوا تھا۔ حضرت[28] عثمان رضی اللہ عنہ لُنگی نصف ساق (پنڈلی) تک رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت تھی میرے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی لُنگی کی۔

خوشبو:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس

ایک عطر دان تھا اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردانہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب ہو اور خوشبو مغلوب۔

بال حضرت انس[۳۱] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک تھے۔ حضرت[۳۲] عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بال کان کی لو سے زیادہ اور مونڈھوں سے کم کم تھے۔

فائدہ:۔ بال گھٹنے بڑھنے والی چیز ہے لہٰذا اِن روایات میں تعارض نہیں ایک وقت ایسا تھا ایک وقت ایسا تھا۔

بال کی سفیدی ابن عمر[۳۳] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال تقریباً ۲۰ تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی سفیدی کچھ کچھ محسوس ہوتی تھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیل لگا لیتے تھے تو وہ بھی محسوس نہ ہوتی تھی آپ صلعم نے کوئی خضاب نہیں لگایا۔

تیل حضرت[۳۴] انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا استعمال فرماتے تھے اور اپنی ریش مبارک میں کثرت سے کنگھی کیا کرتے تھے۔ اور سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو تیل کے استعمال سے ایسا ہو جاتا تھا جیسے کثرت سے تیل استعمال کرنے والے کا کپڑا ہوتا ہے۔

سُرمہ حضرت[۳۵] جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سُرمہ ضرور استعمال کیا کرو وہ نگاہوں کو بھی روشن کرتا ہے اور پلکیں بھی اُگاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سُرمہ دانی تھی جس میں سے

تین تین سلائی ہر رات آپ لگاتے تھے۔

فائدہ:۔ اثمد ایک خاص قسم کا سرمہ ہے جو سیاہ سرخی مائل ہوتا ہے۔ بعض علماء نے اس سے اصفہانی سرمہ مراد لیا ہے۔ واللہ اعلم۔

رفتار ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کا ذکر فرماتے تو یہ فرماتے کہ جب آپ چلتے تھے تو ہمت اور قوت سے پاؤں اُٹھاتے۔ (عورتوں کی طرح سے پاؤں زمین پر گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے) چلنے میں تیزی اور قوت کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اونچائی سے اُتر رہے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنے میں مشقت سے ساتھ ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی معمولی رفتار سے چلتے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار کوئی بھی نہیں دیکھا۔

آپ چلتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین گویا لپٹی جاتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لے چلتے تو کچھ جھک کر چلتے تھے۔

نشست حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کے بعد سے طلوع آفتاب تک مسجد میں چار زانو ہو کر تشریف رکھتے تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے تو گوٹ مار کر تشریف رکھتے تھے۔

فائدہ:۔ گوٹ مار کر بیٹھنا یہ کہلاتا ہے کہ دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے سُرین کے بل بیٹھے اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ بنالے۔

گفتار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی گفتگو

تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ صاف صاف ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا۔ اور پاس بیٹھنے والے اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض مرتبہ کلام کو (حسبِ ضرورت) تین تین مرتبہ دہراتے تھے۔ تاکہ سننے والے اچھی طرح سے سمجھ لیں۔

بستر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے اور آرام فرمانے کا بستر چمڑہ کا ہوتا تھا۔ جس میں کھجور کی چٹائی بھری ہوتی تھی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا۔ انہوں نے فرمایا ایک ٹاٹ تھا جس کو دُہرا کر کے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اسے چوہرا کر کے بچھا دیا جائے تو اور بھی زیادہ نرم ہو جائے گا میں نے ایسے ہی بچھا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو دریافت فرمایا کہ میرے نیچے رات کیا چیز بچھائی تھی۔؟ میں نے عرض کیا کہ وہی بستر تھا۔ رات اُس کو چوہرا کر دیا تھا کہ زیادہ نرم ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو پہلے ہی جیسا کر دو۔ اس کی نرمی رات مجھے تہجدّ سے مانع ہوئی (شمائل)

آداب لباس و وضع

۱۔ کپڑا پہننے میں ستر چھپانے کی اور اس غرض سے زینت کرنے کی نیت کرے کہ دوسرے مسلمان اس کو محبّت کی نظر سے دیکھیں۔ ۲۔ ہر چیز کے پہننے میں داہنی جانب سے ابتدا کرے اور اُتارنے میں بائیں جانب سے ۳۔ بسم اللہ پڑھ کر پہننا شروع کرے۔ ۴۔ پہن کر الحمد للہ کہے اور دعائے مذکور پڑھے۔ ۵۔ پائجامہ بیٹھ کر پہنا کرے اور ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکائے ۶۔ پہلے کُرتا پہنے اور موٹا کپڑا پہنا کرے۔ ۷۔ بغیر پیوند لگائے ہوئے کپڑا اُتارے نہیں اور اُتارا ہوا کپڑا غریب غربا کو پہنا دیا کرے۔

۸ عمامہ کا شملہ ایک بالشت یا آدھی کمر تک رکھے۔ ۹ نیا کپڑا جمعہ کے دن پہنے ۱۰ موزے وغیرہ کو پہننے سے پہلے جھاڑ لیا کرے۔ ۱۱ کبھی کبھی تواضع کے لئے ننگے پاؤں بھی چلا کرے۔ ۱۲ کسی کی خوشبو کو رد نہ کرے۔ ۱۳ مہندی عورتوں کیلئے ہے مرد اس سے بچے۔ ۱۴ چہرے کے بال نوچنے سے بچے۔

(رزین)

ہاتھ کے ناخن اس ترتیب سے کترواے کہ دائیں ہاتھ کے کلمہ کی انگلی سے شروع کرے اور چھنگلیا تک بہ ترتیب کترواکر بائیں چھنگلیا سے بہ ترتیب کترواے اور دائیں انگوٹھے پر ختم کرے۔ اور پیر کی انگلیوں میں بہتر یہ ہے کہ دائیں چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں چھنگلیا پر ختم کرے۔

(دُرِّ مختار)

فصل چہارم

ماکولات و مشروبات و مرغوبات

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَیں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا. کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمانے کی تھی اور اُن کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے۔ روایت میں آیا ہے کہ پہلے بیچ کی اُنگلی چاٹتے تھے۔ اُس کے بعد شہادت کی. اُسکے بعد انگوٹھا۔

حضرت عائشہ[۴۴] رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال نے مسلسل دو دن تک کبھی جَو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ آیا بھی نہ ہوگا. پھر پوچھا اُس زمانے میں تم لوگوں کے یہاں چھلنیاں تھیں؟ فرمایا کہ نہیں۔ پوچھا پھر جَو کی روٹی کیسے کھاتے تھے؟ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے آٹے میں پھونک مار لیا کرتے تھے جو موٹے موٹے تنکے ہوتے تھے وہ اُڑ جاتے تھے باقی گوندھ لیتے تھے۔

حضرت انس[۴۵] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا نہ چھوٹی طشتریوں میں نوش فرمایا۔ نہ آپ کیلئے کبھی چپاتی پکائی گئی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کس چیز پر رکھ کر نوش فرماتے تھے۔ جواب دیا یہی چمڑے کے دسترخوان پر

[۴۶] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ سرکہ بھی کیسا اچھا سالن ہے۔

[۴۷] حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھانے میں بھی استعمال کرو اور مالِش میں بھی۔ اسلئے کہ بابرکت درخت کا پھل ہے۔

[۴۸] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کدّو مرغوب تھا۔

[۴۹] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھی شئے اور شہد بہت مرغوب تھا۔

[۵۰] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت پسند تھا۔ حدیث میں آیا ہے کہ گوشت کو دانتوں سے نوچ کر اور کاٹ کر کھایا کرو۔ یعنی زیادہ گلانہ ہو اس سے ہضم بھی خوب ہوتا ہے اور بدن کو زیادہ موافق بھی پڑتا ہے۔

[۵۱] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر (ثرید شوربے میں بھگوئے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں)

[۵۲] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہانڈی اور پیالہ کا بچا ہوا کھانا مرغوب تھا۔

[۵۳] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کھانے کے دوران میں جب یاد آئے بسم اللہِ اوّلہٗ وآخرہٗ کہہ لے۔

عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا بیٹے! قریب آجاؤ

اور بسم اللہ کہہ کر دائیں ہاتھ سے اپنے آگے سے کھانا شروع کرو۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ بعض روایت میں آیا ہے کہ آپؐ یہ دعا پڑھتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا ۔ **ترجمہ**:- تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں ہے ۔ ایسی تعریف جو پاک ہے ریا وغیرہ اوصافِ رذیلہ سے، جو بابرکت ہے، یہ کھانا نہ چھوڑا ہی جا سکتا ہے اور نہ اس سے استغنا کیا جا سکتا ہے اے رب (ہمارے شکر کو قبول فرما)

حضرت[۵۶] ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہم کو ایک لکڑی کا موٹا پیالہ جس میں لوہے کے پتر لگے تھے ۔ نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ اے ثابت! دیکھو یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

عبداللہ[۵۷] بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

حضرت[۵۸] عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تر کھجوروں کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔

حضرت[۵۹] انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزہ اور کھجور کھاتے ہوئے دیکھا۔

حضرت[۶۰] عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی شئے مرغوب تھی۔

ابن عباس[۶۱] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

زم زم کا پانی کھڑے ہونے کی حالت میں نوش فرمایا۔

حضرت[62] انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پینے میں تین[3] بار سانس لیا اور فرمایا کہ اس طرح سے پینا زیادہ خوشگوار رہے اور اس سے سیری بھی خوب حاصل ہوتی ہے۔

آداب اکل و شرب

کھانے سے پہلے اور بعد میں صفائی اور تعظیم طعام کی نیت سے دونوں ہاتھ دھوئے۔ نمکین سے شروع کرے اور اُسی پر ختم کرے۔ ادب کے ساتھ کھائے۔ ٹیک نہ لگائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں سہارا لگا کر نہیں کھاتا۔ میں بندہ ہُوں۔ لہٰذا اس طرح کھاتا ہُوں جیسے بندے کھایا کرتے ہیں (ہاں پھلوں کو ٹیک لگا کر کھانا بھی جائز ہے) داہنا پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھے۔ کھانے میں عبادت کی طاقت حاصل ہونے کی نیت کرے (نعمت تو خود بخود حاصل ہو ہی جاتی ہے) نماز کے وقت کھانا آجائے تو کھانے کو نماز پر مقدّم کرے۔ بشرطیکہ نماز قضا نہ ہو جائے۔ کھانا مجمع کے ساتھ کھائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا نہیں کھایا کرتے تھے۔ چھوٹے اور پیتل، تانبے کے برتن کے استعمال سے بچے۔ مسنون برتن مٹّی اور لکڑی کے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہر لقمہ پر بسم اللہ کہے۔ کھانے کی چیزوں میں عیب نہ نکالے (نمک کا کم زیادہ ہونا عیب نہیں ہے) اپنے سامنے سے کھائے۔ پیالہ کے اوپر اوپر سے اور بیچ سے نہ کھائے۔ میوہ ہر طرف سے کھا سکتا ہے روٹی کا کنارہ چھوڑ کر بیچ سے نہ کھائے۔ بائیں ہاتھ سے نہ کھائے۔ روٹی یا گوشت چھُری سے نہ کاٹے۔ دسترخوان پر سبزی رکھا کرے۔ اس سے فرشتے آتے ہیں اور شیطان دُور ہوتے ہیں۔ سرکہ سے افلاس دُور ہوتا ہے روٹی کی تعظیم کرے اس سے ہاتھ نہ پونچھے نہ اس پر پیالہ رکھے۔ روٹی دونوں ہاتھوں سے توڑے۔ سالم سے پہلے ٹوٹی ہوئی کھائے۔

نوالہ چھوٹا لیا کرے۔ پیالہ خوب صاف کیا کرے۔ گرے ہوئے ٹکڑے کھالیا کرے۔ روایات میں اسکی فضیلت آئی ہے۔ نیز یہ فراخیٔ رزق کا سبب ہے۔ ہاتھ دھوئے اور کھانے پینے میں بزرگوں کو مقدم کرے، میزبان اگر بطور اکرام کے طشت وغیرہ سامنے لائے تو اُسے قبول کرے کیونکہ عزّت افزائی کو رد نہ کرنا چاہیئے۔ کھاتے وقت خاموش نہ رہے کہ یہ عجم کی عادت ہے۔ کھانے میں پھونک مارنا۔ کسی کو تکنا۔ برتن میں ہاتھ جھاڑنا۔ اپنے سر کو برتن پر بالکل دندھا کرنا۔ شریک طعام کی طرف منہ کر کے منہ سے کوئی شئے نکالنا۔ چکنے لقمے کا سرکہ میں یا سرکہ چکنے لقمہ میں ڈال دینا۔ کھاتے وقت گندی باتوں کا ذکر کرنا۔ ان سب امور سے احتراز کرنا چاہیئے۔

کھانے کے درمیان پانی کی ضرورت ہو تو پی سکتا ہے البتہ کھانا کھانے کے بعد پانی پینا سنّت نہیں اور ہضم طعام میں بھی مخل ہے۔ گلاس کو داہنے ہاتھ سے پکڑے اور پانی آہستہ آہستہ پیئے (غٹ غٹ پینے سے درد جگر کے مرض کا اندیشہ ہے) پینے سے پہلے پانی کو دیکھ لیا کرے۔ پانی میں سانس نہ لیا کرے اور نہ پھونک مارے۔ مسلمانوں کے جھوٹے کو تبرّک سمجھے کیونکہ مسلمان کا جھوٹا شفا ہے۔ اگر کہیں پانی یا شربت وغیرہ تقسیم کرے تو گلاس کا دَور داہنی طرف سے ہونا چاہیئے۔

نقشہ متعلقہ ازواجِ مطہراتؓ

اسمائے امہات المومنین	سن نکاح	عمر بوقت نکاح	عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوقت نکاح	مہر	مدت معیت رسولؐ	عمر اور سنہ وفات امہات
حضرت خدیجۃ الکبریٰ	سنہ ۲۵ محمدی	۴۰ سال	۲۵ سال	۵۰۰ درم / ۱۶ اونٹ	۲۵ سال	۱۰ نبوی۔ ۶۵ سال
حضرت سودہ رضؓ	شوال سنہ ۱۰ نبوی	۵۰ ؍	۵۰ ؍	۴۰۰ درم	۱۴ ؍	سنہ ۱۹ھ۔ ۷۲ ؍
حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ	شوال سنہ ۱۰ ؍	۹ ؍	۵۰ ؍	۴۰۰ ؍	۹ ؍	سنہ ۵۷ھ۔ ۶۳ ؍
حضرت حفصہ رضؓ	شعبان سنہ ۳ھ	۲۲ ؍	۵۵ ؍	۵۰۰ ؍	۸ ؍	سنہ ۴۱ھ۔ ۵۹ ؍
حضرت زینب بنت خزیمہ رضؓ	سنہ ۳ھ	۳۰ ؍	۵۵ ؍	۵۰۰ ؍	۳ ماہ صرف	سنہ ۳ھ۔ ۳۰ ؍
حضرت ام سلمہ رضؓ	سنہ ۴ھ	۲۴ ؍	۵۶ ؍	متاع قیمتی ۱۰ درم	۷ سال	سنہ ۶۰ھ۔ ۸۰ ؍
حضرت زینب بنت جحش رضؓ	سنہ ۵ھ	۳۶ ؍	۵۷ ؍	۵۰۰ درم	۶ ؍	سنہ ۲۰ھ۔ ۵۱ ؍
حضرت جویریہ رضؓ	شعبان سنہ ۵ھ	۲۰ ؍	۵۷ ؍	۵۰۰ ؍	۶ ؍	سنہ ۵۶ھ۔ ۷۱ ؍
حضرت ام حبیبہ رضؓ	سنہ ۶ھ	۳۶ ؍	۵۷ ؍	۴۰۰ دینار	۶ ؍	سنہ ۴۴ھ۔ ۷۲ ؍
حضرت صفیہ رضؓ	جمادی الثانی سنہ ۷ھ	۱۷ ؍	۵۹ ؍	ان کی آزادی	۳ ۳/۴	سنہ ۵۰ھ۔ ۵۲ ؍
حضرت میمونہ رضؓ	ذیقعدہ سنہ ۷ھ	۳۶ ؍	۵۹ ؍	۵۰۰ درم	۳ ۱/۴ ؍	سنہ ۵۱ھ۔ ۸۰ ؍

نقشہ اتلافِ جان در غزوات نبوی

غزوات	سرایا	نام فریق	قیدی	مجروح	مقتول	حملہ	کیفیت
۲۷	۵۵	مسلمان	۱	۱۲۷	۲۵۹	۳۸۷	سنہ ۹ھ تک
		مخالف	۶۵۶۴	۰	۷۵۹	۷۳۲۳	۹ سال میں
		میزان	۶۵۶۵	۱۲۷	۱۰۱۸	۷۷۱۰	

باسمہٖ تعالیٰ

خلاصہ سیرت رسول سنہ وار

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ میں ۹ یا ۱۲ ربیع الاوّل دوشنبہ (۲۲ اپریل ۵۷۱ء) کو پیدا ہوئے

سال ۱:۔ چھ(۶) دن والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ چار دن ثویبہ لونڈی کا۔ اسکے بعد بی بی حلیمہ کے سپرد ہوئے

سال ۴:۔ بی بی حلیمہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ کے سپرد کیا۔

سال ۶:۔ حضورؐ کی والدہ کی وفات ہوئی۔ دادا نے کفالت کی (والد ماجد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے دو(۲) ماہ قبل قضا کر چکے تھے)

سال ۸:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کی وفات ہوئی۔ چچا ابوطالب نے کفالت کی۔

سال ۱۲:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چچا کیساتھ ملک شام بغرض تجارت گئے۔ بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی۔

سال ۱۹:۔ قریش کے ساتھ ہو کر جنگ فجار میں بنو قیس سے جنگ کی۔

سال ۲۲:۔ امداد مظلومان کی کمیٹی "حلف الفضول" کے سرگرم رکن رہے۔

سال ۲۵:۔ تجارت کے شوق میں بی بی خدیجہ کا مال لیکر شام گئے۔ بہت نفع لائے۔
بی بی خدیجہ سے ... درم (مالیت ۱۳۱ روپیہ) پر نکاح ہوا۔

سال ۳۵:۔ تعمیر کعبہ میں شرکت کی۔ کعبہ میں حجر اسود نصب کر کے امامتِ عالم کا منصب پایا۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

سال ۴۰:۔ چھ(۶) ماہ تک غارِ حرا میں گوشہ نشین رہے۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام اِقْرَأْ لیکر نازل ہوئے۔ جبریل علیہ السلام کے ساتھ کعبہ کے رُخ پہلی بار نماز پڑھی۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاوّل دوشنبہ کو نبی ہوئے

سال ۴۰: ۔آپ نے تبلیغ شروع کی۔ بی بی خدیجہ (عمر ۵۵ سال) ابوبکر (عمر ۳۸) علی (عمر ۱۰) عثمان (عمر ۳۴) ایمان لائے رضی اللہ عنہم۔ اپنی بیٹی بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا۔

سال ۴۴: ۔آپ کے حکم سے ۱۵ مظلوم مسلمان مرد اور عورتیں حبشہ کو ہجرت کر گئیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لیکر قافلہ کے سردار بنے۔ بعد تین ماہ واپس آئے عمر و حمزہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔

سال ۴۶: ۔آپ کے حکم سے ۱۰۱ مظلوم مرد اور عورتیں حبشہ کو ہجرت کر گئیں۔ قریش نے آپ کا مکمل بائیکاٹ کیا۔ آپ مع بنو ہاشم کے گھاٹی میں جاکر رہے تین برس سختی جھیلی۔

سال ۵۰: ۔آپ مع خاندان گھاٹی سے مکّہ واپس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا انتقال ہوا۔ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۴۰۰ درم (ماشہ ۱۰۵) پر نکاح ہوا۔ مدینہ کے ۶ شخص مسلمان ہوئے۔

سال ۵۱: ۔رجب میں معراج ہوئی۔ پانچ نمازیں دو دو رکعت فرض ہوئیں۔ مدینہ کے ۱۲ مرد مسلمان ہو گئے۔

سال ۵۲: ۔مدینہ کے ۱۲ مرد مسلمان ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ آنیکی دعوت دی اور مدد دینے کا وعدہ کیا۔

سال ۵۳: ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لیکر ۲۷ صفر کو مکّہ چھوڑ دیا۔ تین دن غارِ ثور میں رہے۔ یکم ربیع الاوّل کو مدینہ کی طرف چلے۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاوّل دوشنبہ کو مدینہ پہنچے

سال ۵۳: مسجد نبوی مدینہ میں بنی۔ یہود سے اور کئی قبائل سے صلح کے معاہدے فرمائے۔ جہاد فرض ہوا۔ بیت المقدس قبلہ مقرر ہوا۔ تین فرض نمازوں میں ۲ دو رکعت اضافہ ہوئیں۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔

سال ۵۴: رمضان میں جنگِ بدر ہوئی۔ رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ زکوٰۃ فرض ہوئی۔ نماز عید کا حکم ہوا۔ قبلہ نماز کعبہ مقرر ہوا۔ اذان کا حکم ہوا۔ بی بی فاطمہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ۴۰۰ مثقال چاندی (ماضے ۱۵۰ روپیہ) پر ہوا۔ بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

سال ۵۵: جنگ اُحد ہوئی۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ بی بی رقیہ کی وفات پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمِّ کلثوم کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔

سال ۵۶: شراب حرام ہوئی۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی اُمِّ سلمہ سے نکاح کیا۔

سال ۵۷: جنگِ خندق ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا اور جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

سال ۵۸: صلح حدیبیہ ہوئی۔ بیعت رضوان ہوئی۔ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔

سال ۵۹: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرامین میں مہر کرنے کے لئے انگوٹھی بنوائی۔ آپ صحابہ کو لیکر مکہ عمرہ کرنے آئے۔ جنگِ خیبر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

صفیہ رضی اللہ عنہا و میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ پر امیر کیا۔

سال ۶۰: جنگ حنین ہوئی حضرت خالد و عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اسلام لائے مکّہ والوں نے معاہدہ توڑا تو ان پر حملہ کیا۔ مکّہ فتح ہوا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

سال ۶۱: جنگ تبوک ہوئی۔ حج فرض ہوا۔ عدی بن حاتم طائی مسلمان ہوئے۔ آپ نے ابوبکر کو حج جیسی عبادت میں اپنی جگہ امام و امیر بنایا۔

سال ۶۲: حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری حج فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان ہمراہ تھے۔

سال ۶۳: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۲۹ صفر کو بیمار پڑے اپنے سامنے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اپنی جگہ امام بنا کر ۱۷ نمازیں پڑھوائیں گویا ابوبکر کو نماز، زکوٰۃ، حج، ارکانِ دین میں عملاً خلیفہ امام و امیر بنا دیا۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ۱۲ ربیع الاوّل دوشنبہ کو رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اُدْعُوا اللّٰہَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَۃِ

دُعا و آدابِ دُعا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُنہوں نے بھکے ہوئے بندوں کو مالکِ حقیقی کے قدموں میں لاکر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ اُن پر بے نہایت درود وسلام نازل فرمائے آپ نے بندوں کے خدا تک پہنچنے کا ذریعہ جہاں تعمیلِ احکام کو بتایا وہیں دوسرا ذریعہ دعا کرنا بھی تعلیم فرمایا۔ ہم ذیل میں دُعا اور آداب دُعا سے تعلق رکھنے والی چالیس حدیثیں جمع کر کے مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

آدابِ دُعا

حضرت سرورِ عالم رحمتِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

۱۔ اللہ تعالیٰ بڑے مہربان اور بڑے عزّت والے ہیں اس سے شرماتے ہیں کہ بندہ ان کے آگے ہاتھ پھیلائے اور وہ اُسے خالی واپس کردیں (جمع الفوائد)

۲:- جو شخص اللہ تعالیٰ سے کچھ حاجت نہیں مانگتا تو اللہ تعالیٰ اُس سے ناراض ہوتے ہیں۔ (ایضاً)

۳:- جس شخص کے لیئے دُعا کرنے کے دروازے کھول دیے گئے (یعنی خدا سے مانگنے کا شوق جس کو ہوگیا) اُس کیلئے رحمت کے گویا دروازے کھول دیئے گئے۔ (ایضاً)

۴:- تم اللہ تعالیٰ سے کوئی (جائز) دُعا مانگو تو (دل میں) اس کی مقبولیت کا یقین کامل بھی رکھو۔

۵:- اللہ تعالیٰ اُس شخص کی دُعا قبول نہیں کرتے جس کا دل خُدا سے غافل اور دوسری طرف لگا ہو۔

۶:- دُعا ہی اصل میں عبادت ہے (دوسری جگہ فرمایا) دُعا ہی تو عبادت کی رُوح اور مغز ہے۔

۷:- دُعا ہی ایسی چیز ہے جو خدا کے سخت فیصلوں کو بدل دیتی اور ٹال سکتی ہے۔

۸:- دُعا ہی آڑے آسکتی ہے ایسی بلا کے مقابلہ میں بھی جو آچکی ہو اور ایسی بلا کے مقابلہ میں بھی جو ابھی نہیں آئی۔ (جمع الفوائد)

۹:- بندہ کہتا ہے میں نے دُعا مانگی اور قبول نہیں ہوئی، حالانکہ اس کا کھانا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اس کی کمائی حرام، پھر دُعا قبول ہو تو کیونکر ہو۔

۱۰:- اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے بڑھکر کسی عبادت کا درجہ نہیں۔ (جمع الفوائد)

۱۱:- جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کے پیٹھ پیچھے دُعا کرتا ہے تو (وہ مقبول ہوتی ہے کیونکہ) فرشتے اُس پر آمین کہہ کر کہتے ہیں خُدا اسی کے برابر تجھے بھی دے۔ (جمع الفوائد)

۱۲:- دُعا میں ہاتھ کندھے کے برابر اُٹھائے۔ (یعنی کندھے سے اونچا اور سینہ سے نیچا نہ کرے) اور دُعا میں انتہائی عاجزی یہ ہے کہ اپنے ہاتھ پورے پھیلا دو۔ (جمع الفوائد)

۱۳:- اللہ سے دُعا مانگو اپنی ہتھیلیوں کو سامنے کرکے اور جب مانگ چکو تو ہتھیلیاں اپنے چہرہ پر مَل بھی لو۔

۱۴:- اللہ سے جتنی چیزیں بندہ مانگتا ہے اُن میں عافیت (امن چین) کا مانگنا اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ (جمع الفوائد)

۱۵:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خُدا سے صبر مانگتے سُنا تو آپ نے

فرمایا، ارے یہ تو تو بلا کی دُعا کر رہا ہے اللہ سے عافیت مانگ عافیت۔

۱۶:۔ ہمارا رب ہر شب آسمانِ دُنیا پر تہائی رات رہے نزول فرماتا ہے اور منادی ہوتی ہے کہ ہے کوئی جو مجھ سے کچھ مانگے میں اُس کی دُعا قبول کروں۔ (جمع الفوائد)

۱۷:۔ اذان اور اقامت کے بیچ میں دُعا رد نہیں ہوتی۔ (〃 〃 〃)

۱۸:۔ نیز فرمایا فرض نماز کے بعد دُعا قبول ہوتی ہے۔ (〃 〃 〃)

۱۹:۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ٥ (ترجمہ) اے رب ہمارے دے ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا ہمیں دوزخ کے عذاب سے۔

۲۰:۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ٥ (ترجمہ) اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر بھول جائیں یا چُوک جائیں، اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا کہ رکھا تھا ہم سے پہلے لوگوں پر، اے رب ہمارے اور نہ اُٹھوا ہم سے وہ چیزیں جس کی طاقت ہم کو نہیں اور درگذر کر ہم سے اور بخش دے ہمیں اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا مالک ہے تو غالب کر ہم کو کافروں پر۔

۲۱:۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (ترجمہ) اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کریگا تو ہم نامُرادوں میں سے ہو جائیں گے۔

۲۲:۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ٥ (ترجمہ) اے رب ہمارے نہ کیجیو ہمیں ستم سہنے والا ظالم لوگوں کا۔

۱۲۳۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ
تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝ (ترجمہ) اے پیدا کرنے والے
آسمانوں اور زمینوں کے تو ہی ہے رفیق میرا دنیا اور آخرت میں اٹھانا مجھکو
مسلمان اور شامل کرنا نیکوں کے ساتھ۔

۱۲۴۔ اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِكَ ۝ (ترجمہ)
اے اللہ! پھیرنے والے دلوں کے پھیر دل ہمارے اپنی طاعت کی طرف۔

۱۲۵۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ (ترجمہ) یا اللہ
بخشدے مجھے اور رحم کر مجھ پر اور امن دے مجھے اور رزق دے مجھے۔

۱۲۶۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَارْضَ عَنَّا وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَنَجِّنَا
مِنَ النَّارِ وَاَصْلِحْ لَنَا شَاْنَنَا كُلَّهٗ ۝ (ترجمہ) یا اللہ بخش دے ہمیں اور
رحم کر ہم پر اور راضی ہوجا ہم سے اور داخل کر ہمیں بہشت میں اور درست کر دے
ہمارے حال سب)

۱۲۷۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَا
اَعْلَنْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ۔ (ترجمہ) اے اللہ بخش دے جو کچھ
پہلے کیا میں نے اور جو کچھ بعد میں کیا اور جو کچھ پوشیدہ کیا۔ اور جو کچھ علانیہ کیا اور جو کچھ
کہ تو زیادہ جانتا ہے مجھ سے۔

۱۲۸۔ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (ترجمہ) مانگتا ہوں میں خدائے
۱۲۹۔ تعالیٰ سے امن دنیا اور آخرت میں۔
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَیْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ
وَمَا لَمْ اَعْلَمْ ۝ (ترجمہ) یا اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے بھلائی سب کی سب
اس وقت کی اور آئندہ کی اس میں جس کا مجھکو علم ہے اور جس کا نہیں۔

۱۳۰۔ اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ۔ (ترجمہ) یا اللہ اچھا کر انجام ہمارا تمام کاموں میں اور پناہ میں رکھ ہمیں رُسوائی سے دُنیا کی اور آخرت کے عذاب سے۔

۱۳۱۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ؕ (ترجمہ) یا اللہ مدد کر اپنے ذکر اور شکر اور اپنی عبادت کی خوبی پر۔

۱۳۲۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِکَ عَلَیَّ عِنْدَ کِبَرِ سِنِّیْ وَانْقِطَاعِ عُمُرِیْ۔ (ترجمہ) یا اللہ کر ناسب سے فراخ رزق میرا میرے بڑھاپے میں اور میری عمر کے ختم ہونیکے وقت۔

۱۳۳۔ یَا وَلِیَّ الْاِسْلَامِ وَاَھْلِہٖ ثَبِّتْنِیْ حَتّٰۤی اَلْقَاکَ ط (ترجمہ) اے مددگار اسلام کے اور اہلِ اسلام کے ثابت قدم رکھ مجھے اسلام پر یہاں تک کہ مَیں تجھ سے ملوں۔

۱۳۴۔ اَسْئَلُکَ غِنَایَ وَغِنَا مَوْلَایَ۔ (ترجمہ) مانگتا ہوں تجھ سے اپنی سیر چشمی اور اپنے متعلقین کی سیر چشمی۔

۱۳۵۔ اَللّٰھُمَّ لَقِّنِیْ حُجَّۃَ الْاِیْمَانِ عِنْدَ الْمَمَاتِ۔ (ترجمہ) یا اللہ سکھا دینا مجھے حجّت ایمان کی موت کے وقت۔

۱۳۶۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَنْ مَّنْ سِوَاکَ ؕ (ترجمہ) یا اللہ کفایت کر میری اپنا حلال رزق دیکر حرام روزی سے اور بے پرواکر دے مجھے بدولت اپنے فضل کے اپنے ماسوا سے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط

تمّت بالخیر